اسلامیہ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی دہلی کی تیرہویں کتاب

خلافت شیخین

شیعوں اور سنیوں کی مستند اور معتبر تواریخی اور مذہبی کتابوں سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے سوانح عمری انتخاب کیے گئے ہیں اور جو روایتیں ان بزرگ خلفا کی نسبت شیعی کتب میں درج ہیں بھی بالتفصیل مع حوالہ کتب اور اصل عربی عبارت درج کردی ہیں

مصنفہ

میرزا حیرت مالک و اڈیٹر کرزن گزٹ و ڈائرکٹر و سکرٹری
اسلامیہ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی دہلی

ماہ نومبر سنہ ۱۹۰۱ عیسوی میں باہتمام مصنف موصوف
کرزن گزٹ [illegible] دہلی [illegible]

اور ہزارون مسلمانون مین ایک شخص کو بہی یہ خیال نہ آئے اور وہ حضرت عمر کو یہ ظالما نہ
... کرنے دے۔ اِس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سوائے حضرت علی کے ایک شخص بہی مسلمان نہ تہا
... یہ روایت صحیح مان لین تو پہر حضرت علی کے بہی مسلمان ہونے مین شک ہو کیون کہ
... دن نے باوجود ذوالفقار ہونیکے بنت رسول اللہ کی مطلق حفاظت نہین کی اور خاتون
... رد یہ صدمہ عظیم پہنچنے دیا۔ اِن سب باتون پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ ایسے
... کا وقوع ہی ناممکن تہا اور یہ تمام روایتین اُس عظیم دشمنی کا پتہ دیتی ہین جو بعد ازان شیعہ
... ن مین پیدا ہو گئی تہی۔ اور جن روایتون مین جنون۔ بدحواسی۔ دلی دشمنی اور تعصب
... پایا جاتا ہو۔

فدک | فدک کے جھگڑے مین بہی دفتر کے دفتر سیاہ ہین۔ طرفین سے فدک کی غصب
کرنے اور نہ کرنے کی بہت سی دلیلین دی گئی ہین ان کل اعتراضون اور اُن کے جوابون کو
قلم انداز کر کے جب ہم فدک کی اصلیت کی طرف دیکہتے ہین تو ہمین مطلق پتہ نہین لگتا کہ فدک
کیا چیز تہا اور آیا اسکی کوئی اصلیت تہی بہی یا یہ بہی مثل اور روایتون کے کوئی فرضی چیز ہو۔ چنانچہ
کلینی اور مجالس شوستری وغیرہ مین فدک کو اختلاف سے بیان کیا ہو کسی روایت مین فدک
کو باغ قرار دیا گیا ہو اور کسی مین فدک کو گاؤن مانا گیا ہو کسی مین فدک زمین مزروعہ قرار دیگئی
ہین بڑا شہر فدک کو بنایا گیا ہو جب ایک ہی معاملہ مین اختلاف روایت کی یہ صورت ہے
تو ... سمجھ مین آتا کہ فدک کوئی چیز بہی تہا یا نہین جب ایک ہی بات پر اتنا اختلاف ہے
تو ... ہی سرے سے غلط ہو۔ جب تک کوئی خاص چیز متعین نہ کی جائے اُس پر بحث
کرنی فضول ہو۔

یہ بحث کہ ... کہ دنیا کی چیزون یا جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کی وراثت کیسے پہنچ سکتی ہو

ایک غیر ضروری سی معلوم ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیئے اگر ہم اسے تسلیم کرلین کہ فدک ایک باغ تہا اور علاوہ فدک کے خیبر مین بہی حضرت رسالتآب کی کچہ زمینین تہین اور یہ بہی مان لین کہ حضرت رسالتآب کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کی وارث آپکی اولاد تہی تو یہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت بی بی فاطمۃ زہرا اس جائداد سے محروم کیونکر کیگئین۔ کوئی ثبوت ٹہیک طور پر اس کا نہین ملتا کہ خاتون محشر نے حضرت ابو بکر سے کبہی فدک کا مطالبہ ہوا اور آپنے دینے سے انکار کیا ہو شیعی معتبر روایتون سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ حضرت فاطمہ نے ابو بکر سے گرم ہو کے یہ کہا تہا اے ابو قحافہ کے بیٹے کیا یہی انصاف ہے کہ تو تو اپنے باپ کی میراث لے اور مین اپنے باپ کی میراث سے محروم کردی جاؤن۔ کون اسوقت موجود تہا جس نے حضرت خاتون محشر کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے کوئی روایت ایسی نہین معلوم ہوتی کہ آیا حضرت بی بی فاطمۃ زہرا نے یہ الفاظ بہرے مجمع مین کہے تھے یا ابو قحافہ کے بیٹے یعنی ابو بکر کے گھر پر جا کے نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ آپکے اس کہنے پر اور صحابہ کی کیا رائے ہوئی تہی اور کیونکر اس امر کا فیصلہ ہوا تہا عقل باور نہین کرتی جب حضرت عمر کے ہاتھ سے شیعی معتبر روایتون کے مطابق حضرت خاتون محشر کو یہ صدمۂ عظیم پہنچ چکا تہا پہر وہ کس امید پر حضرت ابو بکر سے یہ تقاضا کرنے گیئین۔ اور اگر وہ تشریف بہی لے گیئین تو حضرت علی نے ایسے سخت دشمنون کے پاس آپکو کیون جانے دیا۔ یہ ساری روایتین اپنے غلط ہونے کی آپ شہادت دے رہی ہین اور ان پر جرح قدح کرنے کی کوئی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔

شیخین اور حضرت علی

تمام تاریخی شہادتین اسپر اتفاق کرتی ہین کہ شیخین یعنی حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی مین بہت بڑا اتحاد تہا اور اکثر امور سلطنت بغیر حضرت علی کے مشورہ طے نہوتے

تھے حضرت عمر کیوقت مین تو حضرت علی بطور میر منشی ۔صدر اعظم یا وزیر اعظم کے کام کرتے تھے
اور جب حضرت عمر بیت المقدس تشریف لیگئے ہین تو گورنمنٹ مدینہ کا چارج حضرت علی
کو دیگئے تھے۔ آپ ہی کل امور سلطنت کی انجام دہی فرماتے تھے اور آپ ہی پر تمام معاملات
سلطنت کا دار و مدار تہا حضرت عمر کے جوان صاحبزادے بھی موجود تھے لیکن اُنکو سلطنت
مین مطلق درک نہین دیا اور حضرت علی کے ہوتے کسی دوسرے کو اپنا جانشین نہین بنایا
یہ بھی تاریخ سے نہین پایا جاتا کہ حضرت علی اور شیخین مین کبھی کوئی جھگڑا فساد ہوا ہو اور اُس سے
باہم بدمزگی تک نوبت پہنچگئی ہو۔ حاشا و کلا کسی روایت مین ایسا نہین دیکھا اور بات یہ
بھی ہے کہ ایسا ہو بھی نہ سکتا تہا۔ حضرت علی شیخین کی ہمیشہ مدح کیا کرتے تھے اور شیخین حضرت علی
کی۔ یہ تینون باہم شیر و شکر تھے اور اِن مین کبھی کسی قسم کا اختلاف نہ تہا ہمین شیعون کی معتبر کتابون
مین جہان باہمی دشمنی کی روایتین ملتی ہین وہان دوستی کی روایتون کا بھی پتہ لگتا ہے۔
شیخین کی مدح مین حضرت علی کے الفاظ پاتے ہین جن سے ہم یہ اندازہ کر سکتے ہین کہ
پہلے شیعی مذہب کا یہ رنگ تہا کہ وہ کسی صحابی کو برا نہ کہتے تھے بلکہ حضرت علی کو سب سے افضل جانتے
تھے جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہین مگر جون جون زمانہ گزرتا گیا اور اسلامی یکجہتی اور اتفاق
کا پیرہن چاک ہوتا گیا قومی دشمنی بڑہتی گئی اور بڑہتے بڑہتے اِس نے سخت تعصب کا جامہ پہنکے
ہزارہا طوفان بلا کے کھڑے کر دیئے ایک ہی کتاب مین ایک جگہ حضرت علی کی زبان سے شیخین
کی تعریف ہو رہی ہے اور اسی کتاب مین دوسری جگہ حضرت سے گالیان دلوائی جا رہی ہین۔
یہ عجیب گومگو کا معاملہ ہے گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل۔
ہم خاص شیعی کتب دینیات سے اِن چند روایتون کا انتخاب کر دیتے ہین جو حضرت حیدر
کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شیخین کی تعریف مین بیان فرمائی ہین تاکہ معلوم ہو جاسے

کہ قدیم شیعی راوی کیسے ایماندار تہے اور اُنہیں سچی روایتیں کیسے بہم پہنچ جاتی تہین ۔ ان دنون
کا زمانہ وہ ہو کہ جب نہ لفظ "سنی" ایجاد ہوا تہا اور نہ لفظ شیعہ تراشا گیا تہا ۔ سنی کا
لفظ پانچوین صدی نبوی کے اختتام پر ایجاد ہوا ہو اور شیعہ کا لفظ چھٹی صدی نبوی
کے آغاز مین اِس سے پہلے اگرچہ اِن مین ملکی لڑائیان ہو چکی تہین لیکن باہم مذہبی دشمنی نہ
پیدا ہوئی تہی ۔ عام طور پر خلفائے بنی اُمیہ کو غاصب خیال کیا جاتا تہا لیکن دائرہ اسلام سے
کسی کو بہی خارج نہین کیا تہا ۔ یزید کے بدکار ۔ شرابی ۔ فاسق اور ظالم ہونے مین شبہ نہین

حضرت امام حسین

لیکن حضرت سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُسے بہی تو کافر
کے لفظ سے نہین پکارا ۔ ہان یہ ضرور تہا کہ کربلا جانے سے پہلے مدینہ منورہ مین آپ اُسکے
چال چلن کی برائیان کیا کرتے تہے ۔ اور آپ کو اِس کی یہ شرمناک معاشرت سخت بُری معلوم
ہوتی تہی ۔ ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام بہرے مجمع مین اُسکی بُرائی فرما رہے تہے کہ ایک
شخص نے کہڑے ہوکے کہا حسین مین نے یزید کو ہمیشہ آپ کی تعریف کرتے سنا ہو اور آپ
اُسکی بُرائی کیا کرتے ہین تو آپنے بیساختہ یہ جواب دیا جیسا وہ ہو مین اُسکی نسبت کہتا ہون اور
جیسا مین ہون وہ میری نسبت کہتا ہو یہ ایسا لطیف اور منطقی جملہ تہا کہ حاضرین جواب سُنکے بہت
خوش ہوئے امیر معاویہ نے باوجودیکہ کئی ہزار درہم کا قرض اُن کا امام حسنؑ پر تہا پہر بہی جب وہ
مدینہ آیا کرتے تہے تو علاوہ ہدیون کے ہزارون اشرفیان حضرت امام حسنؑ کو دیجاتے تہے ۔
سلطنت کے معاملہ مین لڑائی ہونی کچھ اِن ہی مین نئی بات نہ تہی ۔ دنیا کی بڑی بڑی متمدن
قومین جو اُس وقت موجود تہین اور جو پہلے گزر چکی تہین سلطنت کے معاملہ مین خوب لڑ چکی
تہین اور اِسکو تمدن کا اعلے نتیجہ جانتی تہین ۔ اب بہی یہی کیفیت ہو ۔ متمدن اور مہذب یورپ ملک
گیری کے خیال مین لاکہون بندگان خدا کا خون بہانا کوئی وحشیانہ یا خلاف انسانیت تمدن

حرکت نہین سمجھتا یہ انسانی ذات مین ودیعت ہوا ہی کہ دوسرون پر حکومت کرے اور خود کبھی محکوم بنکے نہ رہی اس انسانی مادّہ نے بہت کچھ خون کی ندیان بہائی ہین اور لاکھون گہر بےچراغ کئے ہین۔ اخیر صحابہ بھی آدمی تھے اور اُنہین بھی وہی اتفاقات پیش آئے تھے جو ہمیشہ اولوالعزم انسانون کو اپنی زندگی مین پیش آیا کرتے ہین جو کچھ اورون نے کیا وہی اُنھون نے کیا اور بحیثیت انسان ہونیکے اُنہین ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ اس مین کوئی شبہ نہین کہ حضرت امام حسن نے ایک عظیم سلطنت پر جو کسرے اور قیصر کی سلطنتون سے بھی بڑی تھی لات مار کے گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی اور امیر معاویہ کو کل سلطنت سونپ دی تھی لیکن سب کی طبیعت یکسان نہین ہوتی حضرت امام حسین نے اپنے بڑے بھائی کی اس حکمت عملی کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور خود اپنے باپ کی خلافت حاصل کرنی چاہی چونکہ آپ کا طریقہ حصول خلافت خلاف مصلحت تھا اور بغیر رشتہ دارون کے مشورہ اور صلاح کے اپنی اکیلی رائے پر نہایت ضد سے ایک معاملہ کیا آپ اُس مین کامیاب نہین ہوئے اور دوسرے دعویداران سلطنت کی مقابلہ مین وطن سے دور نہایت بیکسی کی حالت مین شہید ہوگئے۔ آپکی شہادت وہ مردانہ شہادت ہوئی ہی جو قیامت تک یادگار زمانہ رہے گی اور جبتک ایک فرد بھی اسلام کا موجود ہی آپکی شجاعت کی دھاک دنیا مین ہمیشہ شجاعان عالم کو نیا سبق پڑہاتی رہیگی۔

حضرت امام حسین اول درجہ کے بہادر صادق الوعد اپنی بات کے پورے اور دنیا کے بہادرون کے سرتاج تھے آپ کو اپنے والد کی جنگجو روح کا پورا حصہ ملا تھا لیکن آپ کو اپنے بزرگوار کی طرح معاملات سیاسی مین زیادہ تجربہ نہ تھا آپ سوائے مختلف جنگون مین شریک ہونیکے اپنی زندگی مین کہین کے عامل بناکے نہین بھیجے گئے۔ معاملات سیاسی کے تجربہ حاصل کرنے کا آپکو کبھی موقع نہ ملا تھا۔ آپ انتہا درجہ سعادتمند اور فرمانبردار فرزند

تھے۔ جب حضرت عثمان کی محلسرے کو باغیوں نے گھیر لیا ہی تو آپ اپنے بڑے بھائی امام حسن علیہ السلام کے ساتھ حضرت عثمان کی حفاظت کیلئے بھیجدیے گئے تھے حضرت علی نے حکم دیا تھا کہ دروازہ مین سے کسی کو داخل ہونے دین کئی بار مفسدون کے غول کے غول آپ پر حملہ آور ہوئے لیکن کسی کی مجال نہین ہوئی جو ایک قدم بھی آگے بڑھا سکتا اس کشمکش مین آپ مجروح بھی ہوگئے لیکن کسی کو ایک قدم آگے نہ بڑھنے دیا۔ یہ تھی شجاعت اور یہ تھی اطاعت جسکی مثال دنیا کی تاریخ مین بہت کم ملتی ہی اگر آپکا سیاسی دماغ بھی ایسا ہی زبردست ہوتا تو ضرور آپ کامیاب ہوجاتے اور یقیناً یزید معزول کردیا جاتا۔ کاش آپ اپنے بھائیون کا مشورہ مان لیتے تو یہ حادثہ عظیم کبھی واقع نہ ہوتا اور نہ اسلامی دنیا صدیون تک آپکی بے بسانہ شہادت کا ماتم کرتی ہی حضرت علی کی بھی کیفیت تھی اگرچہ آپ حضرت عمرؓ کے وزیر اعظم رہچکے تھے لیکن جوش شجاعت نے کبھی آپ کو معاملات سیاسی کے اہم مسایل مین غور وخوض کرنے کا موقع نہین دیا۔ آپ اپنی ذوالفقار پر بھروسہ کرتے تھے اور اس بھروسہ مین آپنے ہمیشہ معرکہ جنگ مین کامیابی حاصل کی لیکن سلطنت کی اندرونی حالت خراب ہوتی رہی اور ہوتے ہوتے یہانتک نوبت پہنچی کہ اکثر صوبے خود مختار ہوگئے اور جسوقت آپ شہید ہوئے ہین آپ کی حکومت بہت ہی محدود رہگئی تھی اور شاید حجاز کے سوا اور کہین بھی آپکا رعب نہین تسلیم کیا جاتا تھا۔ خود آپکے بھائیون نے جنہین آپنے گورنر بنا کے مختلف صوبجات مین روانہ کیا تھا آپسے سرکشی کی اور لوگون کو لوٹنا شروع کردیا جنہین آپنے پے در پے سخت خطوط لکھے اور اخیر مین یہ لکھدیا کہ اگر تم اپنی بداعمالی سے باز نہ آوگے تو مین تمپر جہاد کرونگا۔ اور میری ذوالفقار تمہاری ان بے عنوانیون کا فیصلہ کردیگی۔

حضرت نے ایک خط اپنے چچازاد بھائی کے نام | نہج البلاغہ جیسی مستند اور معتبر کتاب مین جو شیعی مذہب مین خود

حضرت علی کی تصنیف سے اور مثل قرآن بلکہ افضل از قرآن مانی جاتی ہی بہت سے خطوط
حضرت علی کے نقل ہوئے ہین جن مین سے بعض یہان ہم نقل کرتے ہین چنانچہ حضرت علی
لکھتے ہین کہ مین نے[1] تجھ کو اپنی امانت مین شریک کیا تھا اور تجھ کو اپنا جامہ و استر لباس بنایا تھا مین
اپنے کنبہ مین تجھ سے زیادہ معتمد نہین جانتا تھا کہ تو میرا غمگسار اور رفیق ہوگا اور میری امانت ادا
کردیگا پھر دوسرے خط مین حضرت امیر فرماتے ہین "جب تو نے[2] دیکھا کہ میرا چچازاد بھائی

---

[1] اما بعد فانی اشرکتک فی امانتی وجعلتک شعاری وبطانتی ولم یکن فی اھلی رجل اوثق منک فی نفسی لمواساتی وموازرتی واداء الامانۃ الی۔ فلما رأیت الزمان علی ابن عمک قد کلب والعدو قد حرب وامانۃ الناس قد خزیت وھذہ الامۃ قد فتکت وشغرت قلبت لابن عمک ظہر المجن ففارقتہ مع المفارقین وخذلتہ مع الخاذلین وخنتہ مع الخائنین فلا ابن عمک آسیت ولا الامانۃ ادیت وکانک لم تکن اللہ ترید بجہادک وکانک لم تکن علی بینۃ من ربک وکانک تکید ھذہ الامۃ عن دنیاھم وتنوی غرتھم عن فیئھم فلما امکنتک الشدۃ فی خیانۃ الامۃ اسرعت الکرۃ وعاجلت الوثبۃ واختطفت ما قدرت علیہ من اموالھم المصونۃ لاراملھم وایتامھم اختطاف الذئب الازل دامیۃ المعزی الکسیرۃ فحملتہ الی الحجاز رحیب الصدر بحملہ غیر متاثم من اخذہ کانک لا ابا لغیرک حدرت الی اھلک تراثک من ابیک وامک فسبحان اللہ اما تؤمن بالمعاد او ما تخاف من نقاش الحساب ایہا المعدود کان عندنا من ذوی الالباب کیف تسیغ طعاما وشرابا وانت تعلم انک تاکل حراما وتشرب حراما وتبتاع الاماء وتنکح النساء من اموال الیتامی والمساکین والمومنین والمجاہدین الذین افاء اللہ علیھم ھذہ الاموال واحرز بھم ھذہ البلاد فاتق اللہ واردد الی ھؤلاء القوم اموالھم وانک ان لم تفعل ثم امکننی اللہ منک لاعذرن الی اللہ فیک ولاضربنک بسیفی الذی ما ضربت بہ احدا الا دخل النار ۱۲

(یعنی حضرت علی) مصیبت مین شوریدہ سر ہو اور دشمن ہمنبرد ہونے کیلئے آمادہ ہے اور آدمیون کی امانت مین خرابی واقع ہوگئی ہے اور یہ اُمت خونریزی مین پڑگئی ہو تو تو نے مصیبت مین اپنے چچازاد بھائی سے پیٹھ پھیر لی اور جدا ہونے والون کے ساتھ تو بھی جدا ہو گیا اور چھوڑ نے والون کے ساتھ تو نے بھی اُسے چھوڑ دیا اور اُسکے ساتھ دغا کرنے والون کی ہمراہی مین تو نے بھی دغا کی پس تو نے اپنے چچازاد بھائی (یعنی حضرت علی) سے غمخواری کی اور نہ امانت ادا کی گو یا تجھے کبھی مرنا ہی نہین اور نہ خدا کو منہ دکھانا ہو اور گو یا تو اس اُمت کو فریب دے رہا ہو اور تیری نیت ہو کہ اُن کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کے اُنکا مال غت ربود کر دون۔ اِس بنا پر تو نے محض دغا بازی سے حملہ کیا اور تو نے اُن پر تاخت و تاراج کر کے جو کچھ تیرا قابو چڑھا لے اُڑا جو مال تو نے اُڑایا ہو وہ اُمت مرحومہ کی، رانڈون اور یتیمون کے لئے رکھا تھا۔ تو نے مال اِسطح لیا ہے جیسا بھیڑیا اُستخوان شکستہ اور خون آلود بکریون کو لیجاتا ہو۔ تو یہ مال خوشی خوشی حجاز کی طرف لئے جاتا ہو۔ تجھے گناہ کا کچھ خوف نہین ہو۔ یہ مال تو نے اِسطح سے گھر مین لیجا رکھا ہو۔ گو یا تجھے اپنے مادر و پدر کی میراث ملی ہو۔ پاکی اللہ ہی کیلئے سزاوار ہی مین پوچھتا ہون آیا آخرت پر تیرا ایمان نہین ہو اور آیا تو حساب کنندہ سے نہین ڈرتا۔ تجھے اُڑائے جاتا ہو اور یہ نہین سمجھتا کہ حرام کا مال کھا رہا ہون۔ لونڈیان دھڑا کے سے خرید رہا ہی اور نئے نئے نکاح کر رہا ہو اور اِس عیاشی مین یتیمون، مسکینون اور مسلمانون کا مال اُڑاتا ہو۔ یہ مال اُنکا ہو جنکے لئے خدا نے شہرون کو آباد کیا ہو۔ خدا سے ڈر اور جن لوگون سے بجبر تو نے مال لیا ہو اُن کا مال واپس دیدے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو مین تجھپر حملہ کرون گا اور پھر میری کوئی ذمہ داری نہین رہنے کی مین اپنی تلوار سے تیری گردن اُڑا دون گا اور میری تلوار جس کی گردن پر چلتی ہو وہ فی النار ہو جاتا ہو"

اور بہی کئی اس قسم کے رقعے ہین جو ہم نے عمداً قلم انداز کر دیے ہین۔ اس قسم کے خطوں سے حضرت علی کی ایک قسم کی مجبوری۔ افسوس اور پریشانی پائی جاتی ہو۔ آپ نے خلیفہ ہوتے ہی نہایت فیاضی سے صوبوں کی گورنری تو اپنے بہانجے بہتیجون کو سونپ دی لیکن بعد ازان آپکو پچتانا پڑا کہ اُن لوگون نے صوبہ مین غدر مچادیا لوگون کا مال مارنا شروع کر دیا اور عیاشی کرنے لگے۔ اگر آپ مین جہانداری کی پوری قوت ہوتی تو ایک معاویہ کیا سو معاویہ مطیع ہو جاتے اور بہائیون کی اگر وہ گورنر بہی بنانے جاتے کیا مجال تہی کہ سرکشی کر سکتے آپ کی خلافت کا زمانہ تقدیر سے پر آشوب اول ہی دن سے تہا اس صورت مین محض ایک خالی شجاعت کام نہین دے سکتی تھی ایک بہت بڑی عالی تدبیر کی ضرورت تہی کاش غلبہ شجاعت آپ پر انتہا نہ ہوتا تو ضرور آپ مین ملک داری کے جوہر آجاتے اور یہ خونریزی جو آپکی خلافت مین خاص صحابہ کی ہوئی کبہی نہ ہوتی اور مسلمان اُسی زمانہ مین یورپ تک چلے جاتے۔ تو بہی اس کہنے سے ہم باز نہین رہ سکتے کہ آپ اعلےٰ درجہ کے عادل اور اُمت مرحومہ کے خیر خواہ تہے اور آپ خود اس بدنصیب فساد پر افسوس فرمایا کرتے تھے آپ کو شیخین سے ایک خاص تعلق تہا اگرچہ یہ ماننا پڑے گا کہ سب سے پہلے آپکی خواہش خلیفہ بننے کی تہی تو بہی آپ دل آزردہ نہین ہوئے آپ قوم کی پسندیدگی پر راضی ہو گئے اور آپنے بہی بطیب خاطر حضرت ابوبکر کے ہاتہ پر بیعت ہی نہین کی بلکہ اُن کے بہت سے کام کو بہی سنبہال لیا۔ آپ ہمیشہ شیخین پر جان فدا کرتے تھے اور جب حضرت عمر بیت المقدس جانے لگے ہین تو آپنے بہت روکا تہا اور جب وہ روانہ ہوئے ہین تو آپ بہت دور تک روتے ہوئے آئے تھے۔

حضرت علی شیخین کی فضیلت بیان کرتے ہین

کتاب قرۃ العینین مین حضرت علی کرم اللہ وجہ کا یہ قول درج ہی جو آپنے خطبہ مین فرمایا تہا

آپ[1] نے ارشاد کیا اس وقت جب آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خیر الناس ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں۔ اس جملہ سے پایا جاتا ہے کہ آپ کو شیخین سے کتنی محبت تھی اور آپ انہیں کتنا بزرگ سمجھتے تھے جتنی روایتیں باہمی دشمنی کی بیان کی گئی ہیں یہ سب فرقہ مخالف کی بعد ازان کی تراشی ہوئی ہیں ان بزرگون مین دشمنی کا نام نہ تھا اور وہ آپس مین سگے بھائیون کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اُن کی مثال دنیا مین ملنی ناممکن ہے بہت سی روایتین مستند کتب تواریخ مین اُنکے باہمی اتحاد کی ملتی ہین جنسے ہم اندازہ کر سکتے ہین کہ وہ ایک دوسرے کیسے فدائی تھے۔

حضرت شہربانو کا حضرت امام حسین سے نکاح

کامل بھائی کی روایت کے بموجب جب شہربانو مدینہ مین داخل ہوئین تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ شہربانو کو رستہ مین بٹھادین اور کل مہاجرین و انصار بانو کے آگے سے گزرین جنہین بانو پسند کرین وہی اُن کا شوہر بنجائے۔ سب سے پہلے عمر گزرے بانو نے پوچھا یہ کون ہے جواب دیا یہ خلیفہ وقت ہے کہا بوڑھا ہے مین اسے پسند نہین کرتی پھر کئی آدمیون کے بعد حضرت امیر علی ابن ابی طالب گزرے شہربانو نے پوچھا یہ کون ہے جواب دیا گیا کہ شوہر فاطمہ دختر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جواب دیا کہ وہ میرے لائق تو ضرور ہے لیکن فاطمہ کے آگے قیامت کے دن مین کیا منہ لیکے جاؤنگی پھر حسن گزرے کہا یہ کون ہے جواب دیا

---

[1] وعن ابراہیم النخعی قال ضرب علقمة بن قیس ھذا المنبر وقال خطبنا علی علی ھذا المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ وذکر ماشاء اللہ ان یذکر وقال ان خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابوبکر و عمر ثم احدثنا بعدھما احداثا اللہ فیہا اخرجہ ۱۲

گیا حضرت امیر کے بڑے صاحبزادے حسن ہین بانو نے کہا اسے مین پسند نہین کرتی کیونکہ
اُسے زیادہ عورتین کرنے کا شوق ہی۔ پھر حضرت امام حسین آئے شہربانو نے اُنہین پسند کیا
اور کہا کہ اس جوان سے مین شادی کرونگی۔ حضرت عمر اِس انتخاب سے بہت خوش ہوئے
اور آپنے حکم دیا کہ مدینہ کی آئینہ بندی کی جائے اور جابجا نشان اُڑائے جائین۔ پھر حضرت
امام حسین کو گھوڑے پر سوار کیا اور عمر نے غاشیہ حسین اپنے کندھو پر رکھکے سارے مدینہ کا
چکر لگایا تین روز تک مدینہ مین خوب جشن ہوتا رہا اور اِسکے بعد نکاح ہو گیا۔

اِس سے زیادہ اتحاد کا ہونا ممکن نہین کہ خلیفہ وقت سلطان بحر و بر غاشیہ حسین کندھے
پر رکھ کے تمام مدینہ کا چکر لگائے اور خوشی مین تمام شہر کی آئینہ بندی کرائے یہ مثالین دنیا کی
تاریخ مین نہین ملتین یہ اتحاد اور محبت جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین تہا دنیا
مین کہین دوسری جگہ اُسکا پتہ نہین چلتا۔

حضرت امیر کی زرہ اور آپکی شہادت کا ماتم

حضرت امیر نے ضرورت کیوقت اپنی زرہ کے عوض ایک یہودی سے کچھ
روپے لیلئے تھے اور کوئی موقع آپکو ایسا نہ ملتا تہا کہ اُس زرہ کی قیمت
دیکے یہودی سے لیلین لیکن حضرت ذی النورین یعنی حضرت عثمان غنی نے اپنے پاس سے
قیمت دیکے اُس زرہ کو خرید لیا اور پہر وہ زرہ حضرت علی کو دیدی حضرت امیر زرہ دیکھکے بہت
خوش ہوئے اور حضرت عثمان کے بہت ہی ممنون ہوئے۔

جب سعد وقاص فاتح ایران کو حضرت علی کی شہادت کی خبر پہنچی ہی تو اُنہون نے سخت
ماتم کیا اور کہا مجھے سخت شرمندگی ہی کہ مین اُس وقت علی کیساتھ کیون نہوا اپنا گریبان چاک
کر ڈالا اور اپنا سنہ نوچ لیا۔ یہ تمام روائتین ہین نہج البلاغۃ۔ جلاء العیون اور بحار الانوار جیسی معتبر اور
مستند کتابون مین ملتی ہین۔ اسیطرح حضرت علی بھی کل صحابہ پر جان فدا کرتے تھے اور بالخصوص

شیخین سے تو آپکا خاص تعلق تہا۔ چنانچہ حدیث محمد بن حنفیہ و ابی جحیفہ و حدیث علقمہ و حدیث عبد الملک بن میسرہ و حدیث عبد الصمد بن سلمہ اور اسیطرح شیعی راویون کی اور بہت سی حدیثین صاف طور پر شہادت دیرہی ہین کہ حضرت امیر کے دل مین صحابہ کی کتنی وقعت تہی چنانچہ ان راویون کی روایت کے بموجب جب حضرت علی کے کان مین یہ آوازین پہنچین کہ بعض لوگ آپکو شیخین یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے افضل سمجہتے ہین تو آپ بہت ہی ناراض ہوے غصہ مین آپ کا رنگ تمتما گیا۔ فوراً آپ مسجد نبوی مین آئے۔ اور مسلمانون کو جمع کر کے خطبہ پڑہا اور نہایت جوش مین کہا جس شخص نے مجہپر یہ افترا باندہا اُس کی خبر مین دُرے سے لونگا مین شیخین سے ہرگز افضل نہین ہون میری خوشی اسی مین ہی کہ مجھے خلیفہ چہارم کہا جائے اور بس۔ دوسری شیعی روایت مین ہی کہ حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر کی شجاعت کی بہت تعریف کی اور کہا کہ جنگ بدر مین مین رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتہ ساتہ تہا اور ابو بکر آگے بڑہ بڑہ کے کفار پر حملے کرتے تھے۔ اسی طرح جنگ اُحد مین بہی آپ نے بہی شجاعت دکہائی۔

حضرت امام باقرؒ کا قول صحابہ کبار کی نسبت

شیعی محدثین کی ایک جماعت یہ روایت بیان کرتی ہی کہ ایک شخص نے جناب امام سے دریافت کیا کہ شیخین کی نسبت آپکی کیا رائے ہے آپنے ارشاد کیا کہ مین اُنہین دوست رکہتا ہون سائل نے جواب دیا کہ آپکی نسبت لوگون کا یہ خیال ہی کہ آپ محض خوف سے تقیہ کرتے ہین اور ڈر کے مارے شیخین کی تعریف کرتے ہین حضرت امام نے جوش مین آکے جواب دیا کہ زندگی سے ڈرنا چاہیئے موت سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہین ہی پہر آپ ہشام بن عبد الملک کو جو خلیفہ وقت تہا برا بہلا کہنے لگے اور فرمایا اگر مین خوف کرتا تو اس شخص سے کرتا جو صاحب حکومت ہی یہ شخص اہل بیت کا قاتل ہی جب

ہین اُسنے برملا کہرہا ہون تو شیخین سے جنکی وفات ہوچکی ہو کیا تقیہ کرونگا۔

محمد بن حنفیہ کا قول بابت حضرت عثمان کے

محمد بن حنفیہ کے آگے ایک جماعت حضرت عثمان کی بُرائی کرنے لگی۔ محمد نے جواب دیا تم ایسا نکہو پہر ابن عباس کی طرف خطاب کرکے کہا کہ تجہے یاد ہوگا جنگ جمل مین مین حضرت امیر کے دائین جانب تہا اور تو بائین جانب جب عین معرکہ جنگ مین یہ خبر آئی کہ اُم المومنین عائشہ قاتل عثمان پر لعنت بھیج رہی تہین حضرت علی نے سنتے ہی کہا مین بہی قاتل عثمان پر خواہ وہ کہین ہو لعنت بہیجتا ہون۔ ابن عباس نے یہ سنکے محمد کی تصدیق کی

یہ کل روایتین ہمنے شیعون کی معتبر کتابوں سے نقل کی ہین سنیونکی کتابون کی روایتین ابہی باقی ہین جو ہم آئندہ نقل کرینگے۔ تمام معتبر شیعی کتب مین ایک عجیب لطف پایا جاتا ہے ایک ہی کتاب مین کہین مناقب شیخین درج ہین اور کہین شیخین کو گالیان دی گئی ہین۔ سوا یہونکے اس اختلاف عظیم سے زمانہ کی نیرنگی اور عقائد کی گوناگونی پائی جاتی ہو۔ اور یہ پتہ لگتا ہو کہ شیعون نے موجودہ عقاید پر کس صورت سے ترقی کی اور وہ اول کیا تہو اور کتنے زینے طے کرنیکے بعد یہانتک پہنچے ہین۔ ہم لکہ چکے ہین کہ سب سے پہلا اُنکا یہ عقیدہ تہا کہ حضرت علی شیخین پر فضیلت رکہتے ہین۔ اِسی اثنا مین اس قسم کے سوال ہونے لگے تھے اور لوگ سرگوشی کرنے لگے تھے کہ آیا حضرت علی افضل ہین یا نہین۔ حضرت امام باقر سے یہ سوال کرنا کہ آپ فضیلت شیخین کے بیان کرنے مین تقیہ تو نہین کرتے اسبات کی شہادت دیتا ہو کہ بتدریج شیخین کی برائی کے خیالات لوگون مین پیدا ہوتے جاتے تہو اور وہ پریشان سوال کرنے لگے تھو۔ مگر آفرین ہو حضرت امام باقر کو کہ اُنہون نے اِن خیالات اور اِن مغویانہ حرکات کی زور سے تردید کی اور برملا ہشام بن عبدالملک کو بُرا کہا اور کہا کہ جب مین اِس سے نہین ڈرتا تو شیخین سے جنکی وفات ہوچکی ہو کیا ڈرونگا۔

اسمین ہرگز کلام نہین کہ ائمہ نے بہتیرا چاہا کہ صحابہ ثلاثہ کے نقائص کے خیالات کو ترقی نہ ہو

لیکن یہ امر ان کی قدرت سے باہر تھا کیونکہ ایک طرف خارجیون کا گروہ حضرت علیؓ اور حضرت حسنینؓ کو برملا گالیان دے رہا ہو اور اس نے اپنے مذہب کی یہی نشانی قرار دے دی تھی کہ حضرت علیؓ پر مساجد مین تبرا کیا جائے - دوسرے فریق کے خیالات مین اشتعال پیدا ہو رہی تھی اور وہ خارجیون کا کلہ بکلہ جواب دینے کیلیئے صحابائے ثلاثہ پر نکتہ چینی کرنے لگے تھے گو ابھی نکتہ چینی نہایت تہذیب کے پیرایہ مین کی جاتی تھی لیکن قرن پر قرن گزرنے سے اس نکتہ چینی مین تعصب کا رنگ ملنے لگا اور ہوتے ہوتے یہانتک نوبت پہنچی کہ وہ نکتہ چینی نہ رہی بلکہ اسکی جگہ تبرے بازی اور لعن طعن نے لیلی اور پھر کئی صدی کے بعد یہ لعن طعن بازاری گالیونکی صورت مین آگیا اور اب تو افسوس سے دیکھا جاتا ہو کہ گالیان بھی نہین رہین ان سے بھی ایک درجہ بڑھا اور وہ درجہ ایسا ہو کہ اسکے نام رکھنے کیلیئے ہمارے پاس کوئی لفظ نہین ہو -

جب تعصب اپنی حد سے بھی آگے بڑھ گیا تو اور جدید جدید گروہ پیدا ہوئے اور انہون نے اپنا نیا نیا طریقہ ایجاد کیا ان مین سے ایک گروہ سب سے جدا ہو گیا اور وہ اپنے قدیم مسلک پر آگیا اور بعد ازان اس گروہ کا نام تفضیلیہ کہا گیا یعنی اس نے اصحاب ثلاثہ کو برا کہنا چھوڑ دیا اور حضرت علی کے افضل ہونے ہی پر قناعت کی - اس مین ہرگز شک نہین کہ اسلام کو ان فاسد خیالات نے بہت ہی صدمہ پہنچایا اسلام کے تمام اوامر و نواہی بالائے طاق رکھدیے گئے اور اسلام اصحاب ثلاثہ کے گالیان دینے کے تاریک اور غلیظ دائرہ مین محدود کر دیا گیا - عام طور پر مسلم لگایا گیا کہ خواہ کتنی ہی عبادت کی جائے اور کیسا ہی اتقا ہو وہ شخص جہنمی ہو جسکے دل مین صحابائے ثلاثہ کی عداوت نہ ہو اور صبح شام ان پر تبرا نہ بھیجتا ہو - یہ برباد کن خیالات بڑے غضبناک تھے انہون نے نفس اسلام ہی کو صدمہ نہین پہنچایا بلکہ اس گروہ کے اخلاق کو بھی کھو دیا اور ایسا کھویا کہ تمام دنیا کی مذہبی علما اچھی نظرون سے نہین دیکھتے -

حضرت زین العابدین کی رائے خلفائے ثلاثہ کی نسبت

شیعی معتبر روایت کے بموجب خلفائے ثلاثہ کی نسبت حضرت زین العابدین سے سوال کیا آپنے ارشاد کیا مجھسے کیا پوچھتے ہو خداوند تعالی اپنے کلام پاک مین آپکی تعریف فرماتا ہو کیا تم یہ نہین دیکھتے کہ صحابائے ثلاثہ نے محض اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اپنا وطن اپنا مال اور اپنے اقربا چھوڑ دیئے تھے خدا تعالی اُنہین کی نسبت ارشاد کرتا ہو اولئک هم الصادقون لوگون نے کہا پھر انصار کی بابت آپکی کیا رائے ہو جنہون نے اپنے ہان اُتارا اور ہر طرح سے مہاجرین کی امداد کی کہا مین اُنکی بھی تعریف کرتا ہون اور انکی نسبت کلام باری مین ارشاد ہوا ہو اولئک هم المفلحون مین اُن لوگون کو اچھا سمجھتا ہون جو ان دونون جماعتون پر رحمت بھیجین اور مہاجرین و انصار کی عداوت اور کینہ سے پاک رہین۔ اِسکے خلاف جو کوئی ہوگا گویا اُس نے گمراہی کا رستہ اختیار کیا۔

امام محمد باقر امام صدیق کی زبانی حضرت صدیق کی نسبت یہ رائے نقل کرتے ہین

ایک شخص امام زین العابدین کے پاس آیا کہ مجھسے ابو بکر کی نسبت کچھہ بیان کر حضرت امام صاحب نے فرمایا کیا تو صدیق کی بابت مجھسے کچھہ پوچھنا چاہتا ہو سائل نے کہا ہان تو اُسے صدیق کے لفظ سے یاد کرتا ہو آپنے فرمایا کہ تیری مان تجھپر روئے خود حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور کل مہاجرین و انصار نے اُسے ہمیشہ اسی لقب سے خطاب کیا ہو۔ جو شخص اُسے صدیق نہین جانے گا حق تعالی دنیا و آخرت مین اُسکی تصدیق نہین کریگا۔ تیرا اور ہر مسلمان کا فرض ہو کہ شیخین کا دوست بنے۔

کثیر کا قول

کثیر نے بیان کیا کہ مین نے امام باقر سے کہا آیا شیخین نے کوئی چیز تمہارے حقوق مین سے غصب کی فرمایا اُس ذات کی قسم ہو جس نے قرآن مجید اپنے بندہ محمد پر نازل کیا کہ ذرہ خردل کے برابر بھی ہمارے حقوق سے کوئی چیز غصب نہین کی۔ مین نے کہا مین تجھپر سے قربان ہو جاؤن تو اُنہین دوست رکھتا ہو فرمایا ہان پھر مجھے حکم دیا تو بھی اُنہین دوست رکھیو اور پھر

اپنا ہاتھ اپنی گردن پر رکھا اور کہا کہ اُنکی دوستی سے اگر عاقبت میں تجھپر کوئی عذاب ہو تو وہ میری گردن پر ہو۔ خدا اور رسول مغیرۃ بن سعید و بنان سے سخت ناراض ہیں کہ شیخین کی مخالفت کا اتہام وہ ہمپر لگاتے ہین کہ لوگون کو ہم سے بدگمانی پیدا ہو۔

حضرت امام باقر کا دوسرا قول | کسی شخص نے آپسے دریافت کیا آیت ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین حق شیخین اور علی مین نازل ہوئی ہو ارشاد کیا ہان۔ سائل نے پوچھا کہ وہ کینہ کیا تھا فرمایا کینہ جاہلیت۔ اولاد تیم۔ وعدی اور ہاشم مین پہلے عداوت تھی لیکن اسلام لانیکے بعد وہ ساری عداوت جاتی رہی اور سب ایک دل ہو گئے۔

عبدالجبار ہمدانی | فاضل عبدالجبار ہمدانی کا بیان ہو کہ حضرت امام صادق ایک گروہ کو رخصت کرنے کیلئے تشریف لائے یہ گروہ مدینہ جاتا تھا آپ ارشاد کرنے لگے کہ اہل مصر کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ ان مین سے جسکا یہ گمان ہوگا کہ مین شیخین سے ناراض ہون گویا اُس نے مجھے اپنا مخالف بنا لیا مین ایسے شخص کو جو میری نسبت یہ گمان رکھے شقی اور مردود سمجھتا ہون۔

محدث طبرانی | فاضل محدث اس امام عالی مقام سے روایت کرتا ہو کہ جب شیخین کی بابت حضرت امام زمان سے دریافت کیا گیا تو آپنے ارشاد کیا مین اُس شخص سے بیزار ہون جو شیخین کو بُرائی سے یاد کرے اور مین اُسے دوست رکھتا ہون جو شیخین کا دوست ہو۔ دریافت کرنیوالون نے کہا کہ شاید تو تقیہ کی روسے یہ کہتا ہو اس صورت سے تو مین زمرۂ مشرکین مین ہوا اور تیرے نانا کی شفاعت بھی روز آخر مجھے نصیب نہین ہونے کی آپنے فرمایا اس مین کوئی شک نہین مین تقیہ سے نہین کہتا اگر تیرے دل مین اُنکی عداوت ہوگی تو تو کبھی نہ بخشا جائیگا۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ کی رائے شیخین کی بابت کے بموجب | امام ابو حنیفہ مدینہ منورہ مین گئے اور امام باقر علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہوئے امام کا بیان ہو مین نے دیکھا کہ آپ اہل عراق کی طرف سے

کچھ کبیدہ خاطر معلوم ہوتے ہین مجھے حکم دیا کہ تو میرے پاس نہ بیٹھ لیکن مین چونکہ ایک خاص ضرورت
کیلئے آپکی خدمت مین حاضر ہوا تھا اسلیئے منع کرنے پر بھی بیٹھ گیا اور مین نے سوال کیا کہ
شیخین کی نسبت آپکا کیا خیال ہو آپنے فرمایا خدا اُن پر رحم فرمائے مین نے کہا اہل عراق
یہ کہتے ہین کہ تو اُن سے بیزار ہو حضرت امام زمان نے جواب دیا کہ یہ محض غلط ہی مجھپر جھوٹا الزام
لگایا ہو پھر اُم کلثوم کا قصہ بیان کیا کہ جناب مرتضوی نے بخوشی وخرمی اپنی بیٹی حضرت عمرؓ کے
نکاح مین دی تھی مین نے عرض کیا کاش اس مضمون کا ایک خط حضور اپنے دست مبارک سے
لکھکر اہل عراق کو بھیجدین تو بہت اچھا ہو جائے امام صاحب نے جواب دیا وہ میری اطاعت نہین
کرتے تو پھر میرے رقعہ کو مانینگے۔

| ہشام جیرانی کی روایت | فاضل جیرانی کہتا ہو مین نے امام باقر سے دریافت کیا کہ تو شیخین کے حق مین

کیا کہتا ہو ارشاد کیا خدا کی قسم مین اُنہین دوست رکھتا ہون اور اُن کیلئے استغفار کرتا رہتا ہون کوئی
اہلبیت کا شخص ایسا نہین ہو جو شیخین کو بُرا کہتا ہو۔

| باقر العلوم کی روایت | فاضل باقر العلوم کا بیان ہو کہ کسی نے امام محمد باقر سے دریافت کیا کہ ایک شخص

اہلبیت مین سے مین نے دیکھا کہ شیخین کو بُرا کہرہے تھے فرمایا نہین ہائین ایسا نہو معاذ اللہ اہلبیت
مین سے ایک شخص بھی ایسا نہین ہو جو شیخین کو بُرا کہتا ہو سب اہل بیت کو اُن سے محبت ہو اور
سب نے اُن پر رحم کھایا ہو۔

| دوسری روایت | امام باقر علیہ السلام نے عبد اللہ کے جواب مین فرمایا کہ حلیہ سیف کا کچھ ڈر نہین ہو کیونکہ

ابو بکر صدیق سے اسکا ثبوت ملتا ہو راوی نے کہا تو اسے صدیق کہتا ہو آپنے مکرر فرمایا کہ ہان وہ صدیق
ہو جو شخص ایسا اعتقاد نرکھے حق تعالیٰ کونین مین اُسکی تصدیق نہین فرمائیگا۔

| حضرت امام باقر کی رائے حضرت امام جعفر کی زبانی | امام جعفر فرماتے ہین مجھسے امام باقر نے یہ کہا کہ سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا

کی اولاد شیخین کی حسن سیرت اور بزرگی کے قائل ہے اہل بیت مین سے ایک شخص نے اِس سے مخالفت نہین کی ہی۔

سالم بن حفصہ کی روایت

سالم بن حفصہ کہتے ہین کہ مین نے امام باقر اور اُنکے صاحبزادے امام جعفر صادق سے پوچھا تو ہر ایک نے مجھے یہ جواب دیا کہ اے سالم ہم اُنسے محبت رکھتے ہین اور جو اُن سے محبت نہین کرتا ہم اُس سے بیزار ہین وہ ہدایت اور ارشاد کے امام تھے۔

اِسی قسم کی اور بہت سی روایتین ہین جو صحاب شیعہ کی معتبر کتابونمین ہم ابھی لکھ چکے ہین کہ اِس قسم کی سرگوشیان اُسی زمانہ مین شروع ہوگئی تھین اور یہ سوالات اور سازشین خلفائے ثلاثہ کے خلاف اہلبیت کی کمزوری کی وجہ سے ترقی پذیر ہوگئین اگر اہل بیت صاحب حکومت اور صاحب فوج ہوتے تو اِن مخالفانہ خیالات کی اتنی اشاعت نہوتی غضب یہ ہوا کہ اہل بیت کے حیات ہی مین اامون کی نسبت غلط باتین شایع ہونے لگین جب اامونکی وفات ہوگئی توگروہ مخالف کو اور بھی ترقی ہوئی لیکن وقت یہ تھی کہ ادہر تو وہ جھوٹی روایتین اُنکی نسبت مشہور کرتے رہے اور ادہر سچی روایتون کا انبار نکل آیا جو فضیلت شیخین مین تھی تو اب نہین وقت ہوئی کہ اِن متضاد باتون کو کہانتک نبھایا جائے فوراً اُنہون نے اپنی چالاکی سے یہ بیان کرنا شروع کیا کہ یہ کل امام تقیہ کرتے تھے یعنی مردانی خلفا کے ڈر سے جھوٹ بولتے تھے دِل مین اُنکے کچھ تھا اور کہتے کچھ تھے جب اسپر بھی کامیاب نہین ہوئے تو ایسی بے بنیاد روایتین اُنکے نام سے ایجاد کین جنکی وقعت چڑے چڑیا کی کہانی سے زیادہ ہرگز نہین ہوسکتی کاش ایسی روایتین کسی جھوٹے قصہ مین ہوتین تو زیادہ موزون تھین۔ ہم خود ہی اِن روایتونکی مہمل پنے پر اعتراض نہین کرتے بلکہ جو شخص دیکھے گا خود بول اُٹھے گا کہ ہم غلطی پر ہین یا صحت پر وقت صرف یہ ہی کہ ہم حضرت علیؓ یا اور اامونکو بزدل نہین سمجھتے کیونکہ تاریخی شہادتین ہمارے

پاس بہت ہیں اور اگر شہادتیں بھی ہوں تو کیا اتنا کافی نہیں ہوسکتا کہ خود حضرت علی شیر خدا فاتح خیبر اور آپکے پوتے سب اہل بیت میں سے ہیں شجاعت کی سند اس رشتہ سے خود بخود ملسکتی ہے آخیر کوئی ضعیف سا ضعیف پہلو بھی ایسا ہی جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت علیؑ اور دوسرے امام مرد تھے جیسا کہ ہمارے بھائی شیعوں کا خیال ہی۔ اگر اہل بیت میں یہ بات نہو کہ وہ جان حق پر قربان کردیں اور ننگی تلواروں کے سایہ میں بھی جھوٹ نہ بولیں تو پھر صفت اور کس میں ہوسکتی ہی اور قوموں کو جانے دو خود اسلام ہی میں ہزاروں بلکہ لاکھوں خدا کے بندے ایسے گزرے ہیں جو شہنشاہوں کے آگے بھی جھوٹ نہیں بولے ہیں۔ گردنیں دیدی ہیں لیکن کیا مجال ہی جو خلاف حق ایک لفظ بھی نکلا ہو۔ اس میں شک نہیں اُن اماموں کی نسبت بے ایمانی اور دروغ حلفی کا الزام رکھنا عقل اور انصاف سے دور ہی انہی کے نام لیوا ہو کے اُن ہی کو گالیاں دیں یہ شان اسلام اور شرافت سے بعید ہی۔ کون شبہ کرسکتا ہی کہ حضرت علیؑ شیر خدا تھے اور کوئی انکار کرسکتا ہی کہ حضرت زین العابدینؑ۔ حضرت محمد باقرؑ اور حضرت امام صادقؑ اور سیطح اور امامؑ بھی بڑے ہی بہادر اور غیر تمند تھے اور اُنکی نظیر کم سے کم اسلامی گزشتہ موجودہ دنیا میں تو نہیں ملنی کی۔ ہمارا ایمان ہی کہ اُنھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا جھوٹ بولنا تو کیسا اُنہیں اسکا وہم بھی نہ گزرتا تھا۔

ناظر کو تعجب ہوگا کہ جس کتاب یا کتابوں میں سے شیخین کی یہ مدح انتخاب کی گئی ہی اُنہیں کتابوں میں بے انتہا گالیاں بھی بھری ہوئی ہیں اور گالیاں ایسی فحش ہیں کہ تعجب ہوتا ہی اس قسم کی باتیں کیوں ایسی اعلٰے درجہ کی کتابوں میں درج کیگئی ہیں اور بلا سبب کیوں اُن معتبر اور پاک کتابوں کو بگاڑا گیا جو بعد اُن مثل قرآن سمجھی گئی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جہاں ہم نے ایک ہی قسم کی روایتوں کا رنگ دکھایا ہی وہاں دوسری قسم کی اختلافی حکایتوں کو بھی ناظر کے آگے پیش کردیں تاکہ وہ اندازہ کرے کہ بتدریج تعصب مذہبی میں کتنی ترقی ہوئی ہی کہ فاضل مصنفوں کو اس کا مطلق خیال نہ رہا

کہ ابھی ہم کیا لکھ چکے ہین اور اب کیا لکھ رہے ہین۔

مامون رشید کا قول بابت شیخین

ایک شخص نے کہا ابو بکر کی افضلیت متفق علیہ روایتون سے مدلل ہے اسلیئے امر نبوی تمامی اُمت پر اقتداے شیخین کیلیے جبتک افضلیت منہو نہین ہوسکتا یعنی خلافت اور پھر اُمت کا اقتدا کرنا اسی شخص کو سزاوار ہے جو افضل ہو۔ مامون نے جوابدیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ہزارون روایتین اور حدیثین مروی ہین لیکن ان کل روایتون اور حدیثون مین تین شقین ضرور ہونی چاہیئن نہ وہ ان تین شقون سے خالی ہوسکتی ہین کیا وہ کل کی کل حق ہونگی یا کل کی کل باطل یا بعض باطل اور بعض حق۔ اگر وہ کل کی کل حق ہووین تو لازم آتا ہے کہ انہی تعارض اور تناقض کی وجہ سے باطل ہون اور جب وہ سب باطل ہوئین تو پھر دین کی خرابی لازم آئی اور ملت سید المرسلین برباد ہوا۔ پس ضرورت کیلیئے شق ثالث کا قایل ہونا پڑتا ہے۔ غالبًا یہ لازم ہوگا کہ روایت کی حقیقت کا مدار معاضرت دلیل عقلی پر ہوا اور جو کچہ تو نے ابو بکر کی افضلیت پر استدلال کیا ہے باطل ہے اور ہرگز عقل اُسے باور نہین کرتی۔ اور حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ احکم الحکما اور بہترین انبیا تھے نہایت بعید ہے کہ اپنی اُمت کو ہر ایک امر محال کا حکم کرین جب لازم باطل ہوا تو ملزوم خود بخود باطل ہوگیا۔ اسکی کیفیت یہ ہے کہ شیخین من جمیع الوجوہ متفق تھے یا مختلف تقدیر اول مین چاہیئے کہ جسم و صورت مین بھی متفق ہون اور یہ محال ہے کہ دو فرد انسان اعیان خارجہ مین من جمیع الجہات والحیثیات موافق ہون اسلیئے اُن کی اطاعت کرنی تکلیف مالا یطاق ہوگی کیونکہ اگر ایک کا اقتدا کرتے ہین تو دوسرے کی مخالفت کرنی پڑے گی اور اُنکے اختلاف پر یہ دلیل ہے کہ ابو بکر سبی اور اہل ردت کے قتل پر متوجہ ہوئے اور عمر رضی اللہ نے اسکے خلاف فتوی دیا۔ عمر یہ چاہتے تھے کہ ابو بکر خالد کو قتل مالک بن نویرہ پر معزول کردین لیکن ابو بکر نے اُسے معزول نہین کیا۔ عمر نے متعہ النساء و متعہ الحج کو حرام کردیا لیکن ابو بکر نے ایسا نہین کیا عمر نے دیوان عطا

مقرر کیا لیکن ابو بکر کی خلافت مین اسکا وجود بھی نہ تھا۔ ابو بکر نے وقت رحلت اپنا خلیفہ آپ نامزد
کیا اور عمر نے خلافت کا دار و مدار شوریٰ پر رکھا اسی طرح بہت سی باتون مین عمر نے ابو بکر سے مخالفت
کی۔ یہ ہو مامون رشید کی بوسیدہ منطق اور یہ ہو شیخین مین اختلاف۔ جو شخص کچھ بھی دماغ اور دماغ مین عقل
رکھتا ہو وہ جان سکتا ہو کہ یہ اختلاف امور جہانداری اور مصلحت قومی مین تھا اور قدرتاً ایسے اختلاف کا
ہونا ہر فرد بشر مین ضروری ہو۔ یہ انتظامی اختلاف دنیا کی کل متمدن سلطنتون مین روز اول
سے پایا جاتا ہو۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ عرب مدینہ یا اُس سے زیادہ حجاز کی چار دیواری مین مقید تھے
اُسوقت اُنکی قانونی اور انتظامی وسعت بہت ہی محدود تھی ایک زمانہ وہ آیا کہ مسلمان کسریٰ
اور قیصر کی سلطنتون کو ہڑپ کر گئے اب بتقاضائے جہانداری اُنہین اپنے قوانین مین وسعت
دینی پڑی نئے نئے محکمے بنانے پڑے اور نئی نئی عدالتین قایم کرنی پڑین۔ تو کیا اس وسعت
انتظام سے یہ لازم آئیگا کہ ان مسلمانون نے خلفائے راشدین اور معاذ اللہ رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کی۔ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا کیونکہ ابتدا ہی مین
وہ آپ کو منتخب کر چکے تھے اور سعد بن سقیفہ مین حضرت ابو بکر نے سب سے پہلے حضرت عمر کے ہاتھ پر
بیعت کرنے کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا۔ آپ کی قلیل مدت خلافت مین حضرت عمرؓ ہی امور خلافت
کی انجام دہی کرتے تھے اور آپ بطور وزیر اعظم کے تھے۔ مگر حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت
یا اپنی حیات مین اپنے جانشین کا انتخاب نہین کیا تھا کیونکہ آپ اچھے گرانڈیل تھے اور
آپکے وقت مین چونکہ سلطنت کو وسعت زیادہ ہوگئی تھی اسلئے آپکو امور سلطنت کے
انجام دینے مین بہت کم فرصت ملتی تھی اور آپکی جسمانی طاقت اور صحت اس امر کی کافی ضامن
تھی کہ اگر کوئی اتفاقی حادثہ نہ پڑا تو آپ پندرہ بیس سال اور بھی زندہ رہ سکتے تھے دوسرے سلطنت
کی زیادہ وسعت اس امر پر مصر تھی کہ آپ اپنی طرف سے اپنا کوئی خلیفہ نامزد نہ کرین بلکہ اُسکا

امر کو چھوڑ دین اِس مدبر اعلےٰ کی یہ بہت بڑی حکمت عملی تھی کہ اسلام مین جمہوری سلطنت قایم کرنا چاہتا تھا اگر یہی طریقہ بعد ازان اسلام مین جاری ہوجاتا تو آج تمام دنیا مین اسلام ہی اسلام نظر آتا۔ اگر اِس جدید انتظام کا نام کوئی مذہبی اختلاف ہو تو بس سب کچھہ بھر پایا پھر ایک بھی مسلمان دنیا مین ایسا نہین نکلیگا جس نے اپنے کامون مین رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے مخالفت نہ کی ہو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو اپنا پایۂ تخت بنالیا لیکن حضرت علی نے کوفہ کو سطح تمام امور جہانداری مین برابر مخالفت ہوتی چلی گئی۔ اِس قسم کی باتین معاملات دنیاوی اور انتظام جہانداری سے تعلق رکھتی ہین ان مین اختلاف کا ہونا لازمی ہی جو حکمت عملی حضرت علی کی تھی وہ حضرت امام حسن کی نہین رہی اور جو حضرت امام حسن کی تھی وہ حضرت امام حسین کی نہین رہی۔ اور وہ بھی کیونکر سکتی ہی جب خداوند تعالےٰ نے سب کے قوائے عقلی یکسان نہین بنائے دوسرے شخص کے زمانہ مین نئی نئی صورتین اور تازہ تازہ واقعات پیش آتے ہین کبھی ممکن نہین ہوسکتا کہ ایک بادشاہ یا خلیفہ کا جانشین لکیر کا فقیر ہوکے بیٹھہ رہے اور اپنی خداداد عقل سے مطلق کام نہ لے۔ اور اگر کوئی اختلاف ہی قایم کیا جائے تو اُسکا جواب حضرت امام جعفر صادق نے بہت اچھا دیا ہی جسے کلینی نے بروایت علی ابن ابیہ نقل کیا ہی۔

کلینی کی روایت | ابن[1] حازم کا بیان ہی مین نے امام صادق سے اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] اخبرنی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقوا علی محمد ام کذبوا قال بل صدقوا قال قلت فما بالھم اختلفوا فقال اما تعلم ان الرجل کان یاتی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسالہ عن المسألۃ فیجیبہ فیھا بالجواب ثم یجیبہ بعد ذلک ما ینسخ ذلک الجواب فنسخت الاحادیث بعضھا بعضا الی غیر ذلک من الروایات ۔

دریافت کیا کہ آیا اُنہون نے سید الانبیا پر افترا کیا ہو یا راہ صدق مین قدم زن ہوئے ہین امام نے جواب دیا ہرگز افترا نہین کیا بلکہ راستی کے ساتھ وہ متصف تھے پھر مین نے دریافت کیا اُنکے اختلاف کی وجہ کیا ہو حضرت امام نے جواب دیا ایک شخص حضرت رسالتمآب کی خدمت مین حاضر ہوتا سوال کرتا اور جواب پاتا پھر دوسرے وقت کوئی دوسرا شخص آتا اور وہ اُسی مسئلہ کو پوچھتا تو اُسے دوسرا جواب دیا جاتا کیونکہ پہلا حکم منسوخ ہو چکا تھا بس اسیوجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا ''

یہ جواب جو کلینی نے امام صادق کا نقل کیا ہو مذہبی پہلو سے بہت اچھا ہو لیکن مورخانہ جواب وہی صحیح ہو جو ہم نے اوپر لکھا ہو -

خلفا پر الزام | جن کتابون مین خلفا اور بالخصوص شیخین کی تعریف کیگئی ہو - اُن ہی کتابون مین یہ الزام بھی خلفا پر لگائے گئے ہین شیخین کی بنائے مذہب کفر و نفاق پر تھی سوائے اُن کے کل صحابا منافق تھے اور اُنہون نے محض ریاست اور طمع دنیا کیلئے حضور انور کے ساتھ ہجرت کی تھی کئی بار شیخین نے آنحضرت کو زہر دینا چاہا لیکن کامیاب نہین ہوئے اِن کا تمام جہاد و عبادت محض مکاری کی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُنہون نے اہل بیت کو تکلیفین دین اور حضرت علی کی کسی امر مین مدد نہ کی - اور علی کے حق کو جبراً چھین لیا حضرت علی نے شیخین کی متابعت اور اُن کے پیچھے محض تقیہ اور خوف سے نماز پڑھی تھی یہانتک کہ حضرت علی نے اپنی پیاری بیٹی خوف مین آ کے حضرت عمر کے نکاح مین دیدی تھی اور صرف ڈر اور تقیہ سے اپنے بیٹون کے نام ابوبکر و عمر اور عثمان رکھے تھے - جو صحابہ سچے دل سے ایمان لائے تھے اُنکا شمار انگلیون پہ ہے یعنی ابوذر - مقداد - سلمان - عمار اور جابر اسیطرح اور بھی دو چار تھے باقی سب منافق اور بددین تھے - اِن ناگوار باتون نے فریق ثانی کے دلون مین اشتعال پیدا کر دی اور پھر اُنہون نے بھی شیعی مذہب پر اعتراض کرنے شروع کئے اعتراضون کا سلسلہ جاری رہا اور اُس نے ایک غیر فانی

عداوت فریقین کے دلون مین قایم کردی جو انتہا درجہ قابل افسوس ہی

رسالہ وسیلۃ النجات مین علامہ دہلوی نور اللہ ضریحہ کسی سائل کے جواب مین مفصلہ ذیل بیان لکھتے ہین - ایک سائل نے آپسے دریافت کیا کہ سنی دعویٰ کرتے ہین ہمارا مذہب حق ہی اور قرآن مجید کے موافق بہی یہی مذہب ہو شیعون کی تمام کتابین باطل ہین اور ان میں فترا ہی افترا بھرا ہوا ہی اُنکا مذہب مذہب اہل بیت نہین ہی بلکہ مذہب اہل بیت یہی ہو جو ہمارا ہی اسکے مقابلہ مین شیعون کا یہ دعویٰ ہو کہ قرآن ہمارا مذہب ہو اور ہمارا طریقہ امام جعفر صادق کا طریقہ ہو سنیونکی تمام کتابین غیر معتبر اور لغو ہین مین چاہتا ہون کہ آیات قرآنی سے ان باتون کا ایسا جواب دیا جائے کہ کوئی دم مار سکے اور حجت منقطع ہوجائے اور ایسا رستہ بتا دیا جائے کہ طالبان حق اسپر عمل کرین اور باطل مذہب سے روگردانی کرکے نجات کی کنجی حاصل کرین۔ علامہ دہلوی نے اسکا یہ جواب دیا۔

جواب

اے بھائی اوّل ہر مذہب کی بنا کو دریافت کرنا چاہیئے اور ہر فریق کی کتابونکو بالائے طاق رکھدے اور جب ہر مذہب کی بنا سے واقف ہوجائے تو اُسے آیات قرآنی سے مطابق کرا ور جس مذہب کی بنا محکم اور استوار ہو اُس مذہب کی کتابونکو پڑھ اور اُسپر عمل کر اور جو مذہب بعد تحقیق کے تجھے باطل معلوم ہو اُسکی کتابونکو وساوس شیطانی جان کے اُنکو آب برد کردے اُنکی طرف مطلق توجہ نکر بلکہ اُنکو پارہ پارہ کردے اور یقین کرے کہ یہ مذہب اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین ہی بلکہ شیطانی مذہب ہے۔ تجھے سمجھنا چاہیئے کہ اہل سنت کے مذہب کی بنا ابوبکر عمر عثمان علی مہاجرین و انصار و اصحاب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان و تقویٰ و صلاح پر موقوف ہی۔ ان اصحاب کی تعداد ہزارون پر جا کے تمام ہوتی ہی۔ ان لوگون نے راہ خدا مین جہاد کیا نمازین پڑھین اور حضور انور کے زمانہ حیات مین حمایت کرتے رہے اور بعد وصال رسول مقبول اپنی اپنی خلافتوں مین

رہتی اور عدل سے کام لیتے رہے اور اہل بیتؑ کی خدمت کرتے رہے۔ اہل بیتؑ کی محبت اُن کا پہلا
کام رہا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہمیشہ اُن سے میل جول رکھا اور اُنکے ہمراہ کفار سے جہاد
کیا اُنکے پیچھے جماعت کی نمازیں پڑھیں اور ہمیشہ اُنکے ساتھ نشست و برخواست رکھی اور اُنکے
حق میں دعائے خیر کرتے رہے اور اُن کے مناقب اکثر اوقات آپنے بیان فرمائے ہیں لیکن شیعی
مذہب کی بنا خلفائے ثلاثہ اور ہزاروں صحابہ کو کافر اور منافق سمجھنے پر ڈالی گئی ہے اُن کا قول ہے کہ
کل منافق تھے اور نفاق سے ایمان لائے تھے اور اُن کی ہجرت بھی طمع ریاست اور دنیا پر منحصر تھی
اور اُنکا تمام جہاد اور ساری عبادت بالکل ریاکاری پر تھی خدا کے لیئے وہ کوئی کام نہ کرتے تھے۔
حضورؐ انور کے وصل کے بعد اُنہوں نے اہل بیت کو تکلیفیں پہنچائیں۔ اور حضرت علیؑ کی کبھی بات
نہ پوچھی اور اُسکے حق کو زبردستی چھین لیا حضرت علیؑ کا اُنکے پیچھے نماز پڑھنا اور اُن کی متابعت
کرنا محض خوف اور تقیہ سے تھا یہانتک کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے اپنی بیٹی محض خوف و تقیہ
سے حضرت عمرؓ کو بیاہ دی تھی اور اپنے بچوں کا نام ابوبکر و عمر و عثمان رضی تقیہ سے رکھا تھا اور سوائے
دو چار کے کل صحابہ منافق اور کافر ہیں (اس عبارت کو گزشتہ صفحوں میں بھی ہم نقل کر آئے ہیں)
جب تو نے دونوں مذہبوں کی بنا کو دریافت کرلیا اب تجھے جاننا چاہیئے کہ اہل سنت کی بنائے
مذہب آیات قرآنی پر ہے اختصار کے طور پر یہاں چند آیتیں لکھی جاتی ہیں۔ خداوند تعالی فرماتا
ہے والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعو ھم باحسان رضی اللہ عنہم
و رضوا عنہ یعنی سابقین مہاجرین و انصار میں سے جو سب سے پہلے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے پیروی
اور متابعت سابقین کی راستبازی میں ایمان و طاعت کے ساتھ کی خدا اُن سے اور وہ خدا سے
راضی ہوئے پھر فرمایا واعدلھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار اور خدا نے اُن کے لیئے
بہشت بنائی کہ اُن کے نیچے یا درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں خلدین فیہا ابدا یعنی یہ کل

مہاجرین و انصار اور اُن کی متابعت کرنے والا ہمیشہ بہشت میں رہینگے۔ یہ آیت صاف شہادت
دیتی ہو کہ مہاجرین و انصار سابقین کی تعداد بکثرت ہو اور اسیطرح اُنکے بعد اُنکی پیروی کرنیوالوں
کی تعداد بہت زیادہ ہو۔ اِن سب لوگوں کو وہی بہشت کی بشارت دیگئی ہو۔ اِس میں کسی طرح کا
شک نہیں رہا کہ ابوبکر صدیق مہاجرین اولین میں سے ہیں کہ ہجرت کے وقت حضور انور کے ہمراہ
تھے اور عمر و عثمان علی رضی اللہ عنہم اور بہت سے دیگر مہاجرین اولین میں سے شمار ہوئے ہیں اور
جو شخص ابوبکر صدیق کو سب سے پہلا مہاجر نہ جانے وہ کافر ہو اس سبب سے کہ ابوبکر صدیق کی مہاجرت
کا انکار کرنا قرآن کی آیت کا انکار کرنا ہو۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہو اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما
فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ یعنی جب رسول خدا کو کفار مکہ نے باہر نکالا
اسوقت صرف دو ہی کس غار میں تھے جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا ای ابوبکر صدیق
غمگین نہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہو۔ پھر آپکی متابعت مہاجرین و انصار نے کی اور برابر حمایت کرتے
رہے اور آپ ہی کیلئے خداوند تعالیٰ نے دائمی جنت کی بشارت دی ہو اگر تجھے یہ وسوسہ شیطانی
دیا جائے کہ اِس آیت کا مفہوم وہ صحابہ ہیں جنکی نسبت شیعہ حسن ظن رکھتے ہیں ابوبکر اور اُنکی
متابعت کرنیوالے نہیں ہیں جنہوں نے محض طمع دنیا سے ہجرت کی تھی تو اُسکا جواب یہ دے
کہ محض غلط ہو تمام مہاجرین نے محض ایمان اور خدا کیلئے مہاجرت کی تھی چنانچہ وہ آیت جو قتال
کے باب میں نازل ہوئی ہو یہ ہو اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا خداوند تعالیٰ نے اُنہیں یعنی
مہاجرین کو کفار سے جنگ کرنے کا حکم دیا اسلئے کہ اُنہیں کفار سے بہت تکلیفیں پہنچی تہیں و
ان اللہ علی نصرھم لقدیر یعنی خدا اُن کی نصرت کرنے پر قادر ہو الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق
الا ان یقولوا ربنا اللہ جو لوگ بغیر حق اپنے گھروں سے بے گھر کئے گئے صرف اسلئے کہ وہ یہ کہتے
تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہو اور اُنہوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ اُسکی وجہ سے وہ جلاوطن ہوتے

اس تمام آیت سے معلوم ہوتا ہو کہ کل مہاجرین کی ہجرت محض خالصاً للہ تھی دنیا کی طمع کا اس
مین کیا ذکر ہو اس لحاظ سے کل مہاجرین رضی اللہ عنہم مغفور ہوگئے۔

اے بھائی جسکا ایمان قرآن پر ہو تو اُسے یہ دیکھنا چاہئیے جب خداوند تعالی نے
وہ سب قطعی جنتی ہین تو پھر تمام اعتراضات جو اُنکی نسبت کئے جاتے ہین ساقط ہو گئے
عالم الغیب ہو اور وہ جانتا ہو کہ فلان بندہ سے فلان وقت بھلائی یا بُرائی کا ظہور ہو گا اور جب
اسنے فرما دیا کہ مین اِس شخص کو جنتی کرتا ہون تو گویا وہ تمام عمر افعال حسنہ کرتا رہا پھر لوگونکو اُسکے حق
مین طعن و تشنیع کرنے کی کیا وجہ ہو اُن پر اعتراض نہین کیا جاتا بلکہ جناب الٰہی پر اعتراض کیا جاتا ہے
گویا معترض کا یہ مدعا ہو کہ خدا نے اِس بندہ کو کیون جنت کی بشارت دی ظاہر ہو کہ اس قسم کا
اعتراض کرنا داخل کفر ہو جس بندہ کو خدا بہشتی کہچکا اُسکی ذات پر کوئی اعتراض کرنا اُسے کسی قسم کی مضرت
نہین پہنچا سکتا اور نہ معترض کے اعتراض سے وہ دوزخی بن سکتا ہو بلکہ اُلٹا اعتراض کرنیوالا کافر
ہو جائیگا اسوجہ سے تمام وساوس شیطانی ساقط ہو جائینگے پھر کوئی ضرورت نہین ہو کہ اُنکا
جواب دیا جائے فقط۔

یہ جواب و سوال اور یہ رد و بدل ہو جو مدتہائے دراز سے شیعون اور سنیون مین چلی آتی ہو جسکا
نتیجہ سوائے باہمی دشمنی اور عداوت کے اور کچھ نہین نکلا ہمین اس سے بحث نہین کہ شیعہ جواب دینے
مین سنیون سے فوقیت رکھتے ہین یا سنی اُن سے افضل ہین مگر ہمین تو صرف یہ دیکھنا ہو کہ آپس کی نوک
جھوکی سے طرفین کے مقاصد قومی کو بہت صدمہ پہنچا ہو۔ ہمین ہر واقعہ کو اسکی بنیاد پر مورخانہ طور پر پہنچنا
چاہئے اور تمام مذہبی بحث بالائے طاق رکھکے تمدن اور تہذیب کے دائرہ مین سے آنا چاہئے ہمنے
فریقین کی کتابونکو انصاف کی نظر سے دیکھا ہو اور ہم جانتے ہین کہ اسلامی سلطنتونکے تغیر و تبدیل
سے اسمین کس قدر فرق پیدا ہو گیا۔ بڑی بڑی ضخیم کتابون مین کسی سچے واقعہ کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے

مذہبی تعصب کا پردہ اِس عہد گی سے ڈالا گیا ہو اور اِس گھڑی سے پڑا ہو کہ اُس کا اُٹھا دینا معمولی کام نہین ہی۔

مجھے اسوقت اختلاف روایات شیعہ دکھانا ہی کہ ایک ہی کتاب مین ایک شخص کی تعریف کیگئی ہی اور اُسی مین اُسے گالیان دیگئی ہین۔ اِس اختلاف سے ہمین روایتون کی تاریخ کا پتہ لگتا ہی کہ جب سابق الذکر روئتین لکھی گئی تہین تو سلطنت اِہی خیال اور مذاق کی تہی اور جب آخر الذکر روئتین لکھی گئین تو حکومت کا مذاق بدل گیا تھا اِن کتابونکے مصنفین کو ہرگز کوئی الزام نہین دیا جاسکتا وہ حکومت کی طرف سے مجبور تھے اور ناچار حکومت کا مذاق خواہ وہ کتنا ہی خراب یا اعلےٰ درجہ کا ہو اُنہین نبہانا پڑتا تھا۔ ایسی ہزارون مثالین ملتی ہین اور اِن مین شہادتون سے قیامت تک کوئی انکار نہین کرسکتا۔ فردوسی شیعی مجتہد تھا لیکن محمود غزنوی کے دربار مین اُسے شیعی لباس اُتارنا پڑا اور جبتک وہ دربار غزنی مین رہا اُس نے کبھی شیعی لباس نہین پہنا۔ فردوسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بڑے زور سے تعریف کرتا ہی۔

عمر آنکہ بُد مومنان را امیر ستودہ ور ا خالق بے نظیر

مگر جب محمود سے بگڑ گئی تو اُس نے شیعی مذہب اختیار کرلیا اور اُسکے ہجویہ اشعار سے پایا جاتا ہے کہ وہ کیسا متعصب شیعہ بن گیا تھا اِسکے بعد وہ بغداد چلا گیا یہان خلافت بغداد نے پہر اُسے کٹا سُنی بنا دیا اور اُس نے علاوہ مدح خلفائے بغداد کے اصحاب ثلاثہ کی تعریف مین بہی بہت سے قصاید موزون کیے۔ اِس مثال سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایسے بڑے بڑے فاضلون پر سلطنتونکا کیسا زبردست اثر پڑتا تہا اور وہ اپنے خیالات اور رایون کو کتنی جلدی تبدیل کردیتے تھے۔ درحقیقت اگر دیکھا جائے تو یہ علما کی کمزوری پر دال نہین ہوسکتا بلکہ مجبوری ایسی ہی بلا ہوتی ہی کہ ضعیف انسان کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا فاضل ہو سب کچھ کرنا پڑتا ہی۔ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ تاریخ مین ایسے لوگون کا بہی پتہ لگتا ہی جنہون نے

سلطنتون کے دباؤ سے اپنی رائے نہین بدلی مثلاً امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مگر ایسی مثالین آٹے مین نمک کا حکم رکھتی ہین اور تاریخ کے صفحون مین اُن کا عدم وجود برابر ہی انسان کو اپنی زندگی بہت عزیز ہی اور ساتہ ہی ایک اولوالعزم انسان زندگی سے زیادہ اپنی عزت کی قدر کرتا ہی جب جان بھی بچی اور عزت بھی برقرار رہی تو پھر ہر فعل آسانی سے ہو سکتا ہی۔ اسیطرح وہ علما جنہون نے شیعی روایات جمع کی ہین سلطنت کے دباؤ مین دبے ہوئے تھے اور اُنہین آزادانہ کسی مسئلہ مین اپنی رائے دینے کا بہت کم موقع ملتا تھا۔

حضرت صدیق کی غار مین زاری

قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہین کہ ابوبکر سخت بزدل تھی کہ غار مین نالہ وبکا کرنے لگے تھے جب اُنہون نے کفار مکہ کی آوازین غار ثور کے باہر سنین تو سخت خوف مین آکے رونے لگے۔ پھر دوسرا شیعی فاضل لکھتا ہی کہ ابوبکر کا غار مین ساتہ جانا اور جا کے رونا محض اِس غرض سے تھا کہ کفار مکہ سنین اور آکے گرفتار کرلین جتنی روایتین غار مین ساتہ جانیکی بابت لکھی گئی ہین اُنکا خلاصہ یہی ہی جو ہم نے درج کیا چنانچہ بڑے بڑے شیعی شعرا نے بھی غار کے قصہ کو نظم مین باندھا ہی اور وہ نظم اپنی فصاحت وبلاغت مین ضرور لاثانی ہی اسکی تو ہم داد دیتے ہین مگر افسوس یہ ہی کہ اصل واقعہ کا خون کیا ہی اور محض سلطنت یا اپنے گروہ کو خوش کرنیکے لئے صدیق کی سچّی فدائیت اور بینظیر عشق کو دشمنی پر محمول کیا ہی باینہمہ نظم کے عمدہ ہونے مین شک نہین ہی اگرچہ واقعہ کیطرف خیال کرکے تو اس نظم پر ہنسی آتی ہی لیکن محض ان روایتون کی جدّت اور نظم کو دیکھ کے بے ختیار تعریف کرنیکو جی چاہتا ہی چنانچہ ایک شاعر لکھتا ہی۔

بس کن حدیثِ غار کہ عار ہست نزد عقل ۔۔۔ آن حزن بیقراری شیخ معمرم

لہ الثانی ان قولہ تعالیٰ ثانی اثنین بیان حال الرسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم باعتبار دخولہ فی الغار ثانیاً ودخول ابی بکر اولاً کما نقل فی السیر۔ انتہی ۱۲

اصل روایت | مگر بعض شیعی روایتون مین اس واقعہ کو اسطرح بیان کیا ہی۔ کہ جب ابوبکر ارشاد نبوی پر آپ کے ساتہ غار مین گئے تو راستہ مین کبھی آگے ہو جاتے تھے اور کبھی پیچھے کبھی داہین اور کبھی باہین حضور انور نے دریافت کیا ابوبکر مین نے تجھے کبھی اس طرح چلتے نہین دیکھا آج یہ کیا بات ہی جو تو یون چل رہا ہی ابوبکر نے جواب دیا یا رسول اللہ مین آگے پیچھے داہین باہین اسلیئے چلتا ہون کہ تیری کفار مکہ سے نگہبانی کرون اور کوئی مخالف تجھپر ادہر ادہر سے نکلکر وار نکر دے اور رستہ مین یہ بہی ہوتا تہا کہ جب آنحضرت تہک جاتے تہے تو صدیق اپنے کندہے پر چڑہا لیتے تھے دوسری حکمت علی کندہے پر چڑہانے کی یہ تہی کہ کفار مکہ قدمون کے نشان دیکھکر اس طرف نہ آنکلین غرض آپ اور حضور انور غار مین پہنچے پہلے ابوبکر غار مین گھسگئے اور اسکے تمام سوراخون کو بند کیا اور جو سوراخ ابوبکر کے کپڑون سے بند نہو سکے ان مین اپنے پیر رکھدیئے پہر حضور انور کو بلا لیا۔ حضور انور تشریف لائے اور آرام مبٹھ گئے تہوڑی دیر نہ گزری تہی کہ ایک سانپ نے آپکے پیر مین کاٹ کھایا حالانکہ حد سے زیادہ تکلیف ہوئی لیکن آپ نے ہون تک نہ کی مبادا حضور انور کی استراحت مین فرق پڑجائے اسی اثنا مین حضور انور کی نظر مبارک ابوبکر پر پڑی دیکھا کہ آپ برہنہ ہین اور سانپ کی ڈنک کی تکلیف سے ایک رنگ آتا ہی اور ایک رنگ جاتا ہی ارشاد کیا "لا تحزن ان اللہ معنا" پہر آپکے حق مین دعائے خیر کی اور کہا خدا کی رحمت تجھپر ہو کہ تو نے میری تصدیق مین مبادرت کی ایسے وقت مین کہ اور لوگ مجھے جہوٹا سمجہتے تہے اور اسوقت جب چارون طرف سے مجھپر حملے ہونے لگے تو میرا سینہ سپر ہوا الحمد للہ کہ تیری امداد و رفاقت سے مین نے کل آفتون سے نجات پائی۔

غار کے بارے مین اختلافی اقوال | ابوبکر کے پیر مین سانپ نے صرف اسلیئے کاٹا تہا کہ وہ آنحضرت کو غار مین پکڑوانا چاہتے تھے بعض کا یہ قول ہی کہ یہ حزن و ملال محض نامردی کی دلیل تہا بعض شیعی علما کا

یہ خیال ہو کہ حزن و ملال مواعید الٰہی کے عدم وثوق پر ہوا تھا اور بھی بہت سے اقوال ہیں جو ہم بسبب طول کے یہاں درج کرنا مناسب نہیں جانتے۔ اختلاف روایات کے جانچنے کے لئے شاید اس واقعہ کے متعلق یہی اقوال کافی ہونگے۔

حضرت علی کا غار ثور میں آنا

بحار میں فاضل مجلسی لکھتا ہے اور یہی روایت بصائر الدرجات میں بھی بیان ہوئی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے ہجرت کا تہیہ کر لیا اور یہ بھی ارادہ کر لیا کہ حضرت علیؓ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دینا چاہیے تو آپنے جا کے اپنا مافی الضمیر حضرت علیؓ سے کہا کہ میں ہجرت کرنا چاہتا ہوں اور میری مرضی ہے کہ تم میری جگہ لیٹ رہو حضرت علیؓ نے کہا آیا میرے اس طرح لیٹنے سے آپکی جان بچ جائے گی اور آپ کفار سے محفوظ ہو جائینگے۔ آپنے فرمایا ہاں یہ ضرور ہو جائیگا غرض آنحضرتؐ علیؓ کو اپنی جگہ سُلا کے آپ غار ثور کی طرف چلے گئے جب کفار کو معلوم ہوا کہ محمدؐ نکل گئے تو سخت مایوس ہوئے اور غار کی طرف تلاش کرنے کیلیے روانہ ہوئے حضرت علیؓ کو فکر اور پریشانی ہوئی مبادا آنحضرتؐ پر کوئی حملہ ہو آپ فوراً اٹھے اور غار ثور میں آنحضرتؐ سے آکے ملگئے۔

حضرت علی کا زدوکوب ہونا

دوسرا فاضل شیعی اسبات سے انکار کرتا ہے کہ حضرت علی غار ثور میں گئے تھے۔ بلکہ وہ یہ روایت بیان کرتا ہے کہ جب کفار مکہ مکان کے اندر گھس آئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کو پایا تو بہت برہم ہوئے اور دریافت کیا کہ محمدؐ کہاں گئے حضرت علیؓ نے اپنی لاعلمی بیان کی اسپر کفار نے پکڑ کر حضرت علیؓ کو خوب مارا۔ واہ کیا ادب ہے۔

دوسری دلچسپ روایت

فاضل شوستری محمد بن جریر طبری کے حوالہ سے یہ روایت بیان کرتا ہے کہ آنحضرتؐ علیؓ سے تنہا مشورہ کر کے غار کی طرف روانہ ہوئے تھے تھوڑی دیر کے بعد ابو بکرؓ آئے اور علیؓ سے پوچھا حضرت رسالتمآبؐ کہاں ہیں انہوں نے چپکے سے کہدیا کہ غار ثور کی طرف گئے ہیں ابو بکر بھاگے ہوئے آپکے پیچھے روانہ ہوئے یہانتک کہ آپسے چند قدم فاصلہ پر رہگئے جب آنحضرتؐ نے

اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی تو آپ یہ سمجھکر کہ مجھے کوئی مشرک پکڑنے آیا ہی اور بھی تیز بھاگے کہ رستہ میں ایک پتھر سے آپکو ٹھوکر لگی اور آپکی جوتی کا تسمہ اُکھڑ گیا انگلی مین ایسی ضرب آئی کہ آپ ٹھہر گئے۔ ابو بکر نے رستے مین جا لیا۔ آپکی انگلی سے خون شر شر بہہ رہا تھا۔

سمجھہ مین نہین آتا کہ فاضل شوستری نے محمد بن جریر طبری مین سے یہ روایت کیونکر نقل کر دی ہم نے طبری کلان کو سارا ٹٹول ڈالا مگر اس روایت کا پتہ کہین نہین ملا۔

تفسیر عیاشی | تفسیر کا فاضل مصنف حضرت امام صادق کا قول نقل کرتا ہی کہ ایکدن آپ فرمانے لگے تم جانتے ہو کہ آنحضرت کی معمولی موت سے وفات نہین ہوئی بلکہ حفصہ اور عائشہ نے آپکو زہر دیا تھا یہ سنکے ہم نے کہا کہ یہ دو عورتین اور انکے باپ بدترین خلایق ہین۔

شیخ طبری | فاضل شیخ نے اس سے بھی زیادہ مزیدار ایک اور روایت اسی قسم کی لکھی ہی جو ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہی۔ چنانچہ فاضل طبرسی لکھتا ہی کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس پھرے تو رستہ مین بارہ منافق گھات لگاکے موقع کی تاک مین بیٹھے کہ ادہر سے آنحضرت گزرین تو آپکو ہلاک کر دیا جائے فوراً ان منافقون کے ارادہ اور گھات کی خبر دینے کیلئے حضرت جبرائیل عرش پر سے اُترکے آئے اور حکم دیا کہ کسی شخص کو بھیجو کہ اُن کے اونٹون کا منہ دوسری طرف پھیر دے۔ اس وقت عمار یاسر حضور انور کے اُونٹ کی نکیل پکڑکے چل رہا تھا..... حذیفہ پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ غرض حذیفہ نے آنحضرت کے حکم کی تعمیل کی اور اُونٹون کو دوسری طرف لوٹا دیا۔ جب حذیفہ کام کرکے واپس آیا تو حضور انور نے پوچھا تو نے دیکھا کون کونسا منافق تھا حذیفہ نے جواب دیا یا رسول اللہ مجھے تو رات کے وقت کسی کی صورت نہین دکھائی دی آپنے فرمایا جبرائیل مجھے بتا گئے کہ ابوبکر و عمر اور منافقونکے ساتھ تھے۔ یہ ہین مزیدار چٹپٹی روائتین جو اپنے مصنف کی اعلے درجہ کی لیاقت قصہ گوئی کی شہادت دیتی ہین اور ایسی روایتونکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہماری عقلین کسی

صدی پہلے ہی سے ساب ہو چکی تھیں۔ اور بد نصیبی نے ہمارے ساتہہ ہی جنم لیا ہے۔ انتہ

قرآن مجید کی ایک آیت کی عجیب تفسیر

علی ابن ابراہیم اپنی تفسیر مین آیت کریمہ یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ مین فرماتے ہین ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسکی تفسیر مین حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت میرے پاس آئے گی اور اسکے ساتہ پانچ نشان ہونگے اول نشان گوسالہ امت کے ہاتہ مین ہوگا مین دریافت کرون گا کہ میرے بعد ثقلین کے ساتہ تم کیونکر پیش آئے وہ کہینگے ثقلین اکبر یعنی قرآن کی ہم نے تحریف کی اور ثقلین کو چہک یعنی اہل بیت کی دشمنی پر ہم کمر بستہ رہی اور ہم نے ان پر طرح طرح کے جور و ظلم کئے ہین انہین دوزخ مین جانیکا اسوقت حکم کرون گا کہ وہ پیاسے اور سیاہ رو ہونگے پہر اس امت کے فرعون کا جہنڈا آئیگا اور یہی کلمات درمیان آئینگے وغیرہ وغیرہ۔

سمجہہ مین نہین آتا کہ قرآن مجید کی ایسی مضحکہ خیز تفسیرین کیون کی گئین اور کیون ایسے ذہنی مطالب درج کئے گئے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات اور کیا ہوگی کہ رسول خدا صحابہ ثلاثہ کو جب دشمن اہل بیت سمجہ چکے تھے پہر اسکا تدارک آپنے اپنی زندگی مین ہی کیون نہ فرمادیا یہ ایسے سوالات ہین جو بار بار دل مین آتے ہین شان نبوت کے خلاف ہو کہ اس خوف اور دہشت سے کام کیا جائے اور اپنے دشمنون سے تمام عمر ڈرا جائے۔ حضور انور کی معاذ اللہ بزدلی کی یا حضرت علی کی نامردی کی ہرگز تاریخ اور واقعات شہادت نہین دیتے۔ اور نہ موجودہ اثرات سے جو کہ دنیا نفوس پر ہین اسکی تصدیق ہوتی ہو۔

ایک اور مضحکہ خیز روایت

شیعی معتبر روایت کے بموجب ایک درزی حضرت صادق علیہ السلام کے پاس قمیصین لایا اور عرض کیا اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قمیصین جو مین حضور کی خدمت مین پیش کرتا ہون ان دونون کو مین نے اسصورت سے سیا ہو کہ ایک قمیص مین ہر سوئی ذکر الہی

کیساتہ داخل کی یعنی ہر ٹانکہ پر تسبیح اور ہر ہر بخیے پر ذکر الٰہی کرتا رہا اور دوسری قمیص شیخین کے تبرّے کے ساتھ سی ہے اب ان میں سے جونسی حضور کی پسند آئے حاضر ہے حضرت صادق نے تبرّے والی قمیص لے لی" مانا کہ فی الواقع شیخین پر تبرّا بھیجنا کسی زمانہ میں کوئی عمدگی سمجھی گئی تھی۔ لیکن تعجب تو اس بات کا ہے کہ کیوں اہلبیت کی شان اقدس و اطہر میں سوء ادبی کی گئی حضرت صادق کو اس روایت سے انتہا درجہ بدخلق ثابت کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ فرزند رسول ہوکے ایسے اخلاق رکھتے تھے کہ گالیوں کے ساتہ سلی ہوئی قمیص کو آپنے پسند فرمایا یا خود آپ کے نانا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خلق تہا کہ جن لوگوں نے آپکی عبادت کی جگہ کانٹے بچھائے تھے۔ جنہوں نے حضور پر اونٹ کی اوجھڑیاں پھینکی تہیں جنہوں نے آپ پر پتھر برسائے آپ کا جسم مبارک لہولہان کر دیا تہا جنہوں نے آپ پر قاتلانہ حملے کئے تھے جنہوں نے آپکو وطن سے بے وطن کر دیا تہا اور جنہوں نے مدینہ پر کئی بار حملہ کرکے آپکے رشتہ دار اور رفقا کو شہید کر دیا تہا غرض جنہوں نے تمام ممکن الوقوع تکلیفیں آپکو دی تہیں انکے ساتہ مکہ فتح کرنے کے بعد آپنے جو کچہ سلوک کیا وہ اظہر من الشمس ہے سبکو اپنا بہائی کہکے اپنی پناہ میں لے لیا اور کسی کا بہی بال بانکا نہ ہونے دیا جب حضور انور کی یہ شان تہی پہر کیونکر خیال آسکتا ہے کہ آپکی اولاد ایسی کج خلق ہو گی کہ دشمنوں پر (بشرطیکہ وہ دشمن بہی ہوں) تبرّے کہنا اور انکے تبرّوں کی قمیص سلی ہوئی ذکر الٰہی کے مقابلہ میں پسند کریگی۔ این خیال است و محال است و جنون۔ محب اہلبیت رسالتمآب تو ایک کا

اسی قسم کی ایک اور روایت | ایک دن سید الساجدین سلام اللہ علیہ و علی آبائہ و ابنائہ کے پاس ایک شخص آیا اسنے پانی پیا اور شیخین پر لعن طعن کرنے لگا اور پہر چلا گیا حضرت سید الساجدین نے اسے بلایا اور کہا اگر میں تجہسے کوئی چیز مانگوں تو دیگا اس شخص نے عرض کیا میں تو حضور کا فدائی ہوں و میرا جان و مال حضور پر سے قربان ہے جس چیز کا ارشاد ہوگا بندہ لا کے حاضر کریگا میں اسکو اپنی سعادت کونین

سمجھتا ہون حضرت نے فرمایا ان لعن طعن کے کلمون کا ثواب مجھے وے اور میری تمام عمر کی عباوتون کا ثواب جو مین نے رات دن کی ہین تو لیلے۔

نسیبہ کی کہانی | حیات القلوب مین نسیبہ کی روایت عجیب قصہ کے پیرایہ مین لکھی ہو جو ایک مبالغہ آمیز مشرقی فسانہ سے زیادہ وقعت نہین رکہتی چنانچہ حیات القلوب الاتفسیر اہلبیت سے نقل کرتا ہو

ف وبقیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسیبۃ بنت کعب المازینۃ وکانت تخرج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزواتہ تداوی الجرحی وکان ابنہا معنا فاراد ان ینہزم ویتراجع فحملت علیہ وقالت یا بنی الی این تفر عن اللہ ورسولہ فردتہ فحمل علیہ رجل فقتلہ فاخذت سیف ابنہا فحملت علی الرجل فضربت علی فخذہ فقتلتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارک اللہ فیک یانسیبۃ وکانت تقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصدرھا وثدیہا حتی اصابتہا جراحات کثیرۃ وحمل ابن قمیۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارونی محمدًا لا نجوت ان نجی فضربۃ علی حبل عاتقہ ونادی قتلت محمدا واللات والعزی ونظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی رجل من المہاجرین قد القی ترسہ خلف ظہرہ وھو فی الھزیمۃ فناداہ یا صاحب الترس الق ترسک ومر الی النار فرمی بترسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نسیبۃ خذی الترس فاخذت الترس وکانت تقاتل المشرکین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمقام نسیبۃ افضل من مقام فلان وفلان وفلان ۱۲

زنان نسیبہ مین سے کعب مازنیہ کی لڑکی حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہتی تہی اور حضرت رسالت پناہی ہر جنگ مین اُسے اپنے ساتہ رکہتے تہے کیونکہ وہ مجروحین جنگ کی مرہم پٹی کرتی تہی۔ اس عورت کا لڑکا بہی جنگ مین ساتہ ساتہ رہتا تہا ایکدن لڑائی مین لڑکے نے بہاگ جانا چاہا عورت نے غل مچا کے کہا اے بیٹے تو خدا ورسول سے بہاگتا ہے کرتے مین ایک مشرک نے اُس لڑکے پر حملہ کرکے اُسے شہید کردیا نسیبہ جہپٹی اور اپنے بیٹے کی تلوار لیکے اس مشرک کی گردن اُڑا دی حضرت رسالت پناہی نے اُس کی بہت تعریف کی اور فرمایا خدا برکت دے تجہے اے نسیبہ اُس عورت نے اپنے سینہ اور پستان کو آنحضرت کا سپر بنا رکہا تہا اور حفاظت کے لیے آپ پر جہکی پڑتی تہی مبادا آپ پر کوئی وار نہ کر بیٹہے نسیبہ کو اس کارروائی مین سخت زخم آئے استے مین ابن قمیہ نے آپ پر حملہ کیا اور کہا محمد کو میرے آگے لاؤ وہ کہان ہین مجہے لاکہ چہپنگے لیکن مین اُنہین نہین چہوڑونگا یہ کہکے وہ اور بہی آگے بڑہا اور اُسنے ایک ضرب حضرت رسالت پناہی کے دوش مبارک پر لگائی اور غل مچایا مجہے لات وعزیٰ کی قسم ہی مین نے محمد کو مار ڈالا یکایک حضرت رسالت پناہی کی نظر بعض مہاجرین کی نامردی پر جا پڑی کہ پیٹہ کے پیچہے سپر ڈالے ہوئے بہاگے چلے جاتے ہین آپ نے آواز دی اے صاحب سپر اپنی سپر کو پہینک دے اور دوزخ مین چلا جا مہاجرین نے یہ آواز سنکے سپر کو پہینکدیا حضرت رسالت پناہی نے نسیبہ سے کہا یہ سپر اُٹہا لے یہ سنتے ہی نسیبہ نے سپر اُٹہالی اور مشرکین کے ساتہ جدال وقتال مین مشغول ہوئی پہر آنحضرت نے فرمایا کہ مقام نسیبہ اور اُس کی وفاداری آج مقام ابوبکر عمر اور عثمان سے بہتر ہے۔

حضرت صدیق کا ایک اور قصہ

حضرت رسالت پناہی نے ابوبکر کو چار ہزار فوج کا سرگروہ بنا کی ایک مہم پر روانہ کیا اور حکم دیدیا اگر وہ اسلام قبول نہ کرین تو انہین قتل کر ڈال۔ ابوبکر گئے اور مسلمانو نکے

ایک گروہ کی ہمراہی مین کفار سے جا کے ملے اور حضرت رسالت پناہی کا پیغام دیا کفار نے کہا اگر رشتہ داری مانع نہوتی تو ہم تجھے معہ اصحاب کے قتل کرڈالتے قسم ہے لات اور عزیٰ کی ابھی فرق نہین ہی بس اب تجھی بہی لازم ہے کہ تو واپس چلا جا ہمارا یہ ارادہ ہی کہ محمد کو علی کیساتھ قتل کریڈالین ابوبکر نے اپنے لشکر سے کہا کہ آؤ مدینہ واپس چلین فوج نے ہر چند اصرار کیا کہ ان پر جہاد کرنا چاہیئے ابوبکر نے منظور نہین کیا جب مدینہ واپس چلے آئے حضرت رسالت پناہی نے کہا ابوبکر تو نے میرے حکم کی مخالفت کی اور تو نے اسپر عمل نہین کیا اسلیئے تو گنہگار ہوا پھر حضرت رسالت پناہی منبر پر تشریف لیگئے اور یہ وعظ فرمایا اے معاشر مسلمین ابوبکر کو مین نے حکم دیا تھا کہ تو اسلام پھیلا اور جہاد کر اُس نے محض نامردی سے میری اطاعت نہین کی اور مخالف کی فوج سے ڈر گیا اب مین جبرائیل کے حکم سے عمر کو بھیجتا ہون اے عمر جا اب تو ایسا نہ کیجیو جو ابوبکر نے کیا۔ غرض عمر بہی گئے اور وہ بہی خوف کھا کے واپس چلے آئے اور انہین بہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لتاڑ بتائی۔

مندرجہ وقعات پر ایک عام نظر

جو روایتین گزشتہ صفحون مین نقل کی ہین اُن سے خدانخواستہ میری غرض مذہب شیعی پر کسی حملہ کی نہین ہی نہ مین شیعی علماء پر کوئی اعتراض کرتا ہون بلکہ میرا اصلی منشا یہ ہی کہ یہ متضاد روایتین جو ایک ہی کتاب مین ہمین ملتی ہین محض سلطنت کے دباؤ یا ایک گروہ کے اثر سے لکھی گئی ہین اور یہ ممکن ہی کہ یہ کل روایتین مجبوری سے نیک نیتی کیساتھ درج کی گئی ہون گی لکھنے والون کو یہ نہین معلوم ہوا کہ آئندہ نسلون پر ان فرضی روایتون کا اثر کیا پڑے اور اُن کے خلاقی خیالات کو کتنا صدمہ پہنچے گا۔ مہر ورسلے میرا رسالہ ہی کے عصارہ اخرت علیہ کیا بدلہ ملیگا۔

شیعہ اور سنیون کے خیالات کی بنا تیسری صدی ہجری کے وسط مین پڑی اور اس سے پہلے غلط

روایات کا دونون فریق مین اس قدر زور ہو گیا تہا کہ لعظمتہ اللہ خود بخاری کو صحیح روایات کے
انتخاب مین سخت دقتون کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے لاکھون حدیثون مین سے چہانٹ کے
چند ہزار حدیثین انتخاب کین۔ تاریخ مین ایسی کئی شہادتین ملتی ہین کہ بعض بادشاہون نے ہر ایسی
حدیث کیلئے جو ان کے مطلب کی ہو ایک اشرفی مقرر کردی تہی اور یہ اشرفی اس شخص کو دی
جاتی تہی جو کوئی حدیث بنا کے لائے اور اس سے بادشاہ کو امداد ملے۔ جب یہ طوفان ہو تو
پہر کیونکر سمجہہ مین آسکتا ہو کہ جو حدیثین ہمارے آگے پیش کیجاتی ہین وہ سب صحیح ہون اور ایسا
کونسا پیمانہ ہو کہ ہم حدیث کی صحت وغیر صحت اس سے جانچ سکین۔ سوائے اسمار الرجال کے
اور کوئی پیمانہ ہمارے آگے پیش نہین کیا جاتا مگر وہ پیمانہ ایسا نادرست ہو کہ اس سے ہم حدیث
کی واقعی صحت کا اندازہ نہین کرسکتے۔ اسمار الرجال مین ہمین صرف یہ بات ملتی ہو کہ فلان راوی متقی
ہے اور فلان پرہیزگار ہو اور فلان سچا ہو اس سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ جس روایت کی نسبت
کسی راوی کی شہادت بیان کی جاتی ہو یہ شہادت کیونکر جانچی جائے۔ اگر ہم کسی راوی کا یہ پتہ
لگانا چاہین کہ سلطنت سے اسکے کیا تعلقات تھے اسکا مرتبہ کیا تہا کن کن لوگون سے
اسکی زیادہ رسم تہی اور اسکا مذاق مذہب کے کس پہلو پر تہا آیا وہ حضرت عمر کے فیصلون کو
پسند کرتا تہا یا آپکے صاحبزادے عبداللہ کے فتوون آیا اسکی رائے مین حضرت علی کے
فیصلے ناطق ہوتے تھے یا حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتین اسکا تسکین کرتی
تہین جن صحابا یا تابعین یا تبع تابعین نے اس سے وہ روایت بیان کی تو اس روایت کا
مفہوم اپنے یاد رکھا یا الفاظ یا ان روایتونکے بیان کرنیکا کیا وقت تہا اور وہ روایتین انہون نے
کسی خاص مسئلہ کے استفسار پر بیان کی تہین یا خود ہی بیان کردی تہین یہ سوالات ہین جو ہر
روایت کو دیکھہ کے خواہ سنی کی ہو یا شیعہ کی دل مین آتے ہین مگر جب اطمینان بخش جواب

نہین ملتا تو مایوسی کے ساتھ خاموش ہونا پڑتا ہو عقل اسبات کی شہادت دیتی ہو کہ نئی روایتون
کا بہت سا حصہ صحیح ہو کیونکہ ان روایتون مین عرب کے عام تمدن سے بحث کی ہو اور
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری عظمت دکھائی ہو بخاری مین جہان چارون صحابہ کے فضائل
بیان کئے ہین وہان نہایت روشن ضمیری سے کام لیا ہو اور ہرگز ان روایتون کو دیکھکے کیسا
ہی باریک بین کیون نہ ہو ایک کی فضیلت دوسرے پر نہین ثابت کرسکتا۔ تاریخ یہ بھی شہادت
دیتی ہے کہ سلطنت کا اثر بخاری پر مطلق نہ تھا اور اس نے بالکل آزاد ہو کے حدیثون کا انتخاب
کیا تھا. مامون الرشید کی سلطنت کا زمانہ تھا اور مامون کٹا معتزلی تھا اگر کچھ اثر پڑتا تو معتزلی
ہونیکا اثر پڑتا حالانکہ بخاری بھر مین کہین مذہب معتزلہ کی بالکل تائید نہین کیگئی ہو۔

بخاری پر دو بڑے بڑے اعتراضات | بخاری پر دو بڑے بڑے اعتراضات کیے جاتے ہین اور وہ اعتراضات
ایسے سنگین ہین کہ ان کا جواب دینا مشکل ہو۔ پہلا اعتراض تو یہ ہو کہ بخاری نے ائمہ اہل بیت
سے کیون نہین روایتین نقل کین حالانکہ ان سے بہتر حدیثین اور کسی کو نہین پہنچ سکتی تھین
دوسرے بنی امیہ کے لوگون کی حدیثون کو کیون قلم انداز کردیا حالانکہ ان مین بھی عمر بن عبدالعزیز
جیسے خوش عقیدہ اور نیک خلیفہ گزرے ہین اسی طرح اور بھی متعدد تابعین اور تبع تابعین کا پتہ
لگتا ہو جو بنی امیہ مین سے تھے اور بہت ہی صادق الوعد اور راسخ الاعتقاد مسلمان تھے اور
جنکے اتقا و پرہیزگاری مین کوئی کلام نہین ہو سکتا۔ ان دونون فریق کی روایتون کو یکلخت
قلم انداز کردینا ضرور کچھ دال مین کالا کالا رکھتا ہو اور یہ کھلتا ہو کہ بخاری کو کیا تو ان دونون
گروہ پر خود اعتبار نہ تھا یا سلطنت کا اسپر بھی دباؤ پڑا تھا۔

جواب | پہلے اعتراض کا جواب تو یہ ہو کہ ائمہ اہل بیت مین سے کوئی قابل شخص بخاری کے
زمانہ مین موجود ہی نہ تھا دوسرے اہل بیت کی روایتون کا انتشار اسقدر پیدا ہو گیا تھا اور موضوع

مردود روایتین اِس کثرت سے جمع ہوگئی تہین کہ صحیح وغلط چہانٹی نہ جاسکتی تہین حضرت صادق کی نسبت یہ عام طور پر مشہور ہو چکا تہا کہ وہ صحابہ ثلاثہ کو اچہا نہ جانتے تہے حالانکہ آپنے اپنی زندگی مین کئی بار اِن غلط خیالات کی تردید بہی کی لیکن مخالفت کا زور بڑہتا جاتا تہا اور حضرت صادق کی ایسی تردیدون کا بہت کم خیال کیا جاتا تہا جب آپکے سامنے یہ کیفیت تہی تو آپ کی وفات کے بعد اِس مخالفت کی کیا نوبت ہونی چاہیے تہی جب روایتون کا یہ طوفان بے تمیزی تہا اور حضرت سید الساجدین اور حضرت باقر اور حضرت جعفر کے مقولے ایسے غلط مشہور ہوگئے تو کیونکر ممکن ہو سکتا کہ تنہا شخص بخاری تمام اسلامی دنیا مین مارا مارا پہرتا اور صحیح روایات کا پتہ لگاتا اور اگر بفرض محال وہ ایسا ہی کرتا جب بہی اُسے کامیابی نہ ہوتی کیونکہ مخالفت کا بیج پڑ چکا تہا اور تعصب بڑہتا جاتا تہا ایسی حالت مین کوئی بہی اُسکی مدد نہ کرتا اور وہ لوگ جو اہل بیت کی صحیح و غیر صحیح روایتون کے مدعی بن بیٹہے تہے ہزار ہا مزاحمتین اُسکی راہ مین پیدا کر دیتے اور اُسے کبہی بہی تحقیق نہ کرنے دیتے سوائے اِسکے اور کوئی وجہ نہین ہی کہ بخاری کو ائمہ اہل بیت کی کوئی قابل وثوق صحیح روایت اُس زمانہ مین بہم نہ پہنچ سکتی تہی کیونکہ معتزلی خلیفہ کا زمانہ تہا اور یہ معتزلی خلیفہ یعنی مامون الرشید اہل بیت مین سے ایک خاتون سے شادی کر چکا تہا دوسرے مذہب معتزلی کو بہی شیعہ مذہب کی ایک شاخ سمجہنی چاہیے معتزلی سلطنت ہونی کی وجہ سے ایسی روایتون کا اور بہی زور ہو گیا تہا غرض بخاری کسی صورت سے بہی ائمہ اہل بیت کی روایتین نقل نہین کر سکتا تہا۔

دوسرے اعتراض کا جواب | بنی اُمیہ سے کسی حدیث نقل نہ کرنے کی وجہ یہ ہی کہ اُس زمانہ تک بنی اُمیہ والے مٹ چکے تہے اور اُن کی قبرین تک اُکہیڑ کے پہینک دی گئین تہین یہانتک کہ حضرت معاویہ کا مزار بہی اُکہڑوا کے پہنکوا دیا گیا تہا اور آپکی ہڈیان آگ مین جلا دی گئی تہین۔

اور یہ سب ظالمانہ اور بزدلانہ افعال بنو عباس یعنی مامون الرشید کے باپ دادا سے کئے گئے تھے
بنی امیہ سخت عداوت سے دیکھے جاتے تھے اور کیا مجال تھی کہ کوئی نام بھی لے سکتا اگرچہ
بخاری نے ایک روایت ایسی بیان کی ہی جس میں مروان کا قول ہی لیکن یہ چوری چھپے ایسا ہو گیا
ہو گا ورنہ یہ ناممکن تھا کہ بخاری مامون الرشید کی سلطنت میں رہتا اور بنی امیہ کی روایتیں بیان کرتا
اسکے علاوہ بخاری کے زمانہ میں کسی بنی امیہ کا نام و نشان بھی نہ رہا تھا سب قتل کروا دیے گئے تھے
اور انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کے مارا تھا ملک شام جیسے وسیع ملک میں بنی امیہ کے خاندان میں سے
صرف ایک بچہ عبد الرحمن بچا تھا جس نے اندلس میں جا کے سلطنت بنی امیہ کی بنیاد ڈالی تھی
جب ایک فرد بشر بھی نہ ہو نہ اپنی روایتوں کی کوئی کتاب چھوڑ گیا ہو پھر بخاری کیونکر بنی امیہ
کی روایات انتخاب کرتا ہاں اگر بخاری کو علم غیب ہوتا تو وہ ضرور ایسا کر سکتا تھا یہ اعتراض تھے
جو بخاری پر کئے جاتے ہیں اور یہ جواب ہیں جو ان اعتراضوں کے ہو سکتے ہیں ممکن ہی کہ اس سے
بھی بہتر جواب ہونگے لیکن میرے خیال میں یہی جواب کافی ہیں اسلئے میں انہیں پر اکتفا کرونگا۔

شیعی حدیثیں | میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ شیعی حدیث کی کتابیں جو بقول بعض شیعہ قرآن مجید سے بھی
افضل ہیں سنیوں کی کتابوں سے پچاس سال کے بعد ترتیب ہوئی ہیں اور اسلئے ان میں
حضرت امام حسین علیہ السلام کے احکام متعلق دین بہت کم ہیں اور اس سے بھی کم ایسی
روایتیں ہیں جنکا سلسلہ حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہو کلینی ایک بہت مستند
کتاب ہی کیونکہ اس کا ماخذ سلیم ہی اور مشہور ہی کہ کتاب سلیم کے رواۃ اجلہ اصحاب سید الانبیا
صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور ائمہ ہدی نے اس کتاب کو کتاب ہدایت تسلیم کر لیا ہے اور اس
کتاب کا مصنف ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمرکاب رہا ہی۔ اور جو واقعات گزرے ہیں
وہ سلیم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ غرض جو کچھ سلیم نے لکھا ہی اس میں ایک بات بھی غلط

نہین ہے ایک طرف تو یہ عقیدہ ہے مگر علما شیعی کا ایک گروہ خود کتاب سلیم کا بہت مخالف ہے
اس کتاب پر بڑی ردو قدح کی گئی ہے اور مصنف کو بڑے بڑے طعنے دیے گئے ہین شیعی امام اعظم
کتاب خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال مین اُن تمام دہوان دہار نکتہ چینیون کی پوری تشریح کرتے
ہین جو سلیم پر کی گئی ہین۔ اور حسن بن علی بن داؤد نے کہ شیعی عقاید کے بموجب بڑا فقیہ اور محدث
ہے کتاب کی نسبت یہ لکھا ہے حیث قال ینسب الیہ الکتاب المشہور وہو موضوع یعنی سرے سے وہ
کتاب سلیم کو موضوع ہی بتاتا ہے۔

یہ تو خدا کو معلوم ہے کہ کون سے بیانات صحیح ہین لیکن ہم ان متضاد اقوال سے یہ نتیجہ نکال
سکتے ہین کہ کسی روایت کی تصدیق اس زمانہ مین ہونی محال ہے اصل مین ہم کسی ایسی حدیث
کو خواہ وہ سنیون کی ہو یا شیعون کی ہرگز تسلیم نہین کرینگے جو تمدن عرب اور تمدن اسلام کے
خلاف ہو مثلاً اگر صحابائے رسول کریم کی نامردی اور بے حمیتی کی داستانین بیان کی جائینگی
تو ہم کیونکر تسلیم کر سکتے ہین یا اگر یہ کہا جائے گا کہ سوائے چند صحابہ کے لاکھون صحابہ
حضور انور کے دشمن تھے تو ہمین خلافت مشاہدہ کیونکر اس کا یقین آئے گا یہ ایسی
باتین ہین جن کو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے اور یہ ایسی توضیحات ہین جن سے ایک ناسمجھ
بھی انکار نہین کر سکتا۔

ہزارہا روایتین اِن کے مذہبی کتب مین بھری پڑی ہین اور وہ ایسی روایتین ہین کہ بچے بھی سنکے
ہنس دے۔ جو کچھ ہم بیان کر آئے ہین اسی کو کافی سمجھتے ہین ورنہ نقل کرنے کو تو ابھی بہت
کچھ باقی ہے لیکن سوائے اسکے کہ سننے والے کو صدمہ ہو اور کیا نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے مناسب
یہی ہے کہ شیخین کے مختصر کارنامے بیان کر دیے جائین تاکہ ناظر کتاب اندازہ کرے کہ اِن مکرم و
معظم صحابا نے اپنے زمانۂ اسلام اور خلافت مین کیا کیا۔

واقعات انصار و خلافت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم

جب حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو وصل باری تعالیٰ ہوا تو کل صحابہ حضور انور کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے کہ اتنے میں مغیرہ بن شعبہ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کس خیال میں ہو انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور عنقریب ان میں سے کوئی خلیفہ بنایا جائیگا حضرت عمر یہ سنکے پریشان ہو گئے اور ڈرے مبادا فتنہ عظیم پیدا ہو جائے آپنے فوراً حضرت ابوبکر سے کہا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی یہ کیفیت ہے حضرت صدیق نے جواب دیا جبتک رسول مقبول کی تجہیز و تکفین نہ ہو جائے گی میں یہاں سے ہرگز نہیں جاؤنگا یہ سنکے حضرت عمر بھی خاموش ہو رہے۔ جب صحابہ اس کار عظیم سے فارغ ہوئے تو شیخین مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ موضع مذکور میں روانہ ہوئے۔ اس وقت یہاں تمام اشراف کا مجمع تھا۔ ابوعبیدہ جراح بھی شیخین کے پیچھے پیچھے ہو لئے تھے۔ کچھ سقیفہ بنی ساعدہ ہی میں مجمع نہیں ہو رہا تھا بلکہ مدینہ منورہ کے گوشہ گوشہ میں یہی کیفیت تھی۔ مہاجر و انصار کے ایک بڑے مجمع میں ابوالہیثم بن التیہان اشعار پڑھ رہا تھا جن کا مضمون یہ تھا کہ حضور انور کی وفات نے ہمارے دماغوں کو مختل کر دیا ہے اور دشمن جو ضعیف ہو گئے تھے اب قوی ہو گئے ہیں۔ یمامہ میں مسیلمہ کذاب موجود ہے اور بنی اسد میں طلحہ بن خویلد مرا نہیں ہے۔ یہ دونوں غضب کے ہیں اور ہماری مخالفت پر اٹھ کھڑے ہونگے جبتک قریش میں سے کوئی شخص خلیفہ نامزد نہوگا ہم ہرگز نہیں بچ سکتے مجھے امید ہے کہ علی مرتضیٰ ابوبکر اور دوسرے صحابہ سے مشورہ کرکے فوراً اس امر میں فیصلہ کریں ورنہ پھر بنائے بن نہ پڑے گی یہ سنکے کل مسلمانوں نے کہا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں چلو وہاں چلکے اسکا فیصلہ کرینگے۔

وہاں یہ کیفیت تھی اور یہاں ذوالشہادتین خزیمہ بن ثابت انصار کو یہ آمادہ کر رہے تھے کہ جس

شیخین بیعت جلد اپنے میں سے ایک خلیفہ نامزد کرلو جب یہ تحریص وترغیب دی گئی تو انصار
کے ایک مجمع کثیر نے بیان کیا کہ ہم عویم بن ساعدہ کو اپنا خلیفہ بنانا منظور کرتے ہین۔ چند
آدمیون نے انصار مین سے اس رائے کی مخالفت کی اور اُنھون نے صاف طور پر کہا ہم عویم
بن ساعدہ کو اپنا خلیفہ ہرگز نہین بنانے کے دو چار نے یہی کہا کہ جبتک مہاجر جمع نہون فیصلہ
ہی نہین ہو سکتا ان مخالف باتون سے باہم توتو مین مین ہونے لگی اور اس رد و بدل
مین زیادہ دیر لگ گئی اخیر کثرت رائے سے بن ساعدہ خلیفہ قرار دیا گیا۔ انصار اُسکے ہاتھ پر
بیعت ہی کرنیکو تھے کہ حضرت عمر فاروق حضرت صدیق اکبر وغیرہ پہنچگئے ان کی صورت دیکھتے
ہی انصار جو بن ساعدہ سے بیعت کرنے کیلیے ہاتھ بڑہایا تھا ٹھٹک گئے اور تھوڑی
دیر کے لئے اپنی جگہ پر جا بیٹھے۔ انھین دیکھتے ہی ثابت بن قیس اُٹھ کھڑا ہوا اور مناقب
انصار بیان کرکے پھر کہنے لگا مناسب یہی ہو کہ امر خلافت ہم ہی مین سے ایک شخص کے
سپرد ہو حضرت ابو بکر نے اُسکا جواب دیکے اُسے بند کر دیا جب یہ کیفیت ہوئی تو انصار مین
سے ایک شخص نے کہا منا امیر و منکم امیر یعنی ایک امیر تم مین سے ہو اور ایک امیر ہم مین
سے۔ یہ محال تھا کہ اسلام کے دو خلیفہ ہوتے اور وہ ایک ہی شہر مین رہتے اس تجویز
کا جواب حضرت عمر دینا چاہتے تھے کہ حضرت صدیق نے اشارہ سے منع کر دیا پھر حضرت صدیق
خود ہی کھڑے ہوئے اور اسکا یہ جواب دیا۔ اے معاشر انصار ہم تمہارے فضائل و مناقب
کا اعتراف کرتے ہین اور جو مساعی جمیلہ کہ اسلام کی عمارت مستحکم کرنے مین تم نے کی ہین اُن کی
داد دیتے ہین اور تمہاری قیمتی خدمتین ہم ہرگز فراموش نہین کر سکتے لیکن یہ بات سمجھنے کی
ہے کہ قریش کی فضیلت مسلم ہو اور وہ ایسی فضیلت ہو کہ دوسرون کو نصیب نہین ہی عرب
ہرگز کسیکی اطاعت نہین کرینگے جبتک انمین سے کوئی خلیفہ نہو گا مجھے یہ مناسب معلوم ہوتا ہی

کہ خلافت تم ہم مین رہنے دو اور وزارت اپنے مین رکھو۔ خدائی عزوعلا سے ڈرو اور کوئی بات
ایسی نہ کرو کہ اسلام مین مخالفت پیدا ہو اور رخنہ پڑے خدا کے لئے کسی قسم کی خلل اندازی نکرو
حضرت صدیق جب یہ فرما چکے تو معن ابن عدی اُٹھے اور اُنہون نے یہ کہنا شروع کیا۔ اے
زمرۂ مہاجر خدا کی قسم تم ہماری آنکھون مین معزز و محترم ہو ڈر یہ ہو مبادا کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے
کہ ہم مین اور تم مین مخالفت پیدا ہو اور اُسکا خطرناک نتیجہ نکلے۔ پھر حضرت عمر نے کہا اے
گروہ انصار کیا تم نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہین سنا ہو کہ آپ فرمایا کرتے تھے
الائمة من قریش ولا تکون ھذا الامر الا فیھم یعنی خلافت اور امارت سوائے قریش کے کسی
کو بھی سزاوار نہین ہو۔

بشیر بن سعد نے کہا خدا کی قسم مین نے یہ حدیث رسول مقبول کی زبانی سنی ہو اگرچہ مجھ و بات
کا یقین ہو کہ تم مین سے ایک شخص کو ضرور خلافت ملیگی یہ سنکے حضرت صدیق نے فرمایا احسنت
احسنت و نعم الرجل انت تو نے بہت خوب کہا واہ واہ۔ مین اپنی ذات کیلئے خلافت نہین
چاہتا یہان عمر اور ابو عبیدہ بن جراح موجود ہین ان دونون مین سے جو تمہین پسند ہو اُسکے
ہاتھ پر بیعت کرلو۔ مسلمانون اور اسلام کی مصلحت اسی مین ہے یہ سنکے حضرت عمر اور حضرت
ابو عبیدہ نے کہا حاشا و کلا تیرے آگے ہماری کیا حقیقت ہو۔ یار غار اور صاحب اسرار رسول بعد
تو ہی ہو تیرے آگے کس کی مجال ہو کہ خلافت کا دم بھرے۔ بغرض قیل و قال ہونے لگی اکثر
صحابہ تو حضرت صدیق کی خلافت پر رضی ہو گئے اور بعض کو تامل ہوا بشیر بن سعد نے آگے
بڑھ کے کہا خدا کی قسم کوئی شخص اس بیعت مین مجھسے سبقت نہین لیجا سکتا یہ کہکے ہاتھ آگے بڑھایا
اور حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعض کا یہ قول ہو جس نے حضرت صدیق کے ہاتھ
پر پہلے بیعت کی وہ حضرت فاروق اعظم تھے اور بعض کا بیان ہو کہ عباد بن بشیر تھے۔ ایک روایت

مین لکھا ہو کہ حضرت بشیر بن سعد نے حضرت صدیق کے دست مبارک پر بیعت کی تو بن المنذر نے
کہا اے بشیر تجھے کیا ہوا تو نے سعد بن عبادہ کا ساتھ چھوڑ دیا جس سے حق کا خون ہو گیا تجھے
سعد بن عبادہ سے حسد تھا جس سے تو نے یہ کارروائی کی بشیر نے جواب دیا نعوذ باللہ سعد
بن عبادہ اگرچہ میرے چچا کا بیٹا ہی لیکن مین اُسکے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمانون کا حق برباد کرنا
نہین چاہتا یہ سنتے ہی بن المنذر نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا۔ انصار نے بن المنذر کو پکڑ لیا
اور کہا آپ کسیطرح کا خیال نکرین غرض ہر طرح سے تسکین دی اُسپر بن المنذر نے کہا مجھے تسکین
دینے سے کیا فائدہ ہی جبکہ وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب وہ موقع آگیا ہو کہ ہماری اولاد مہاجرین
کے دروازہ پر کھڑے ہو کے ایک گھونٹ پانی کا مانگے گی اور وہ دینے سے انکار کرینگے یہ سنکر
حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا جو کچھ تو نے کہا مجھسے اور میرے بھائیون سے بہت بعید ہے
ہم نے نہ کبھی ایسا کیا اور نہ کر سکتے ہین۔ یہ سنکے بن المنذر بہت شرمندہ ہوئے اور کہا اسمین
شک نہین کہ آپ مین اور آپکے بھائیون مین مروت اور حیا زیادہ ہو لیکن جب ہم آپکے دست
نگر ہو جائینگے تو آپ کی طبیعت بھی ہماری طرف سے بدل جائے گی۔ بن المنذر کی اس تقریر کو
خود انصار نے جن کی وہ حمایت کر رہی تھی کچھ توجہ سے نہین سنا اور سب نے معہ گروہ کے ہاتھ پر بصا
و رغبت بیعت کی۔ ہان قبیلہ خزرج والے بہت شرمندہ ہوگئے کیونکہ ان کا سردار سعد بن عبادہ
ناکام رہا تھا۔ یہ بھی روایت ہو کہ خلقت کا ہجوم اسقدر ہوا کہ سعد بن عبادہ کا کچلا ہو گیا او
وہ بیچارہ فوراً جان بحق تسلیم ہوا بعض کا یہ قول ہو کہ اُسے زندہ اُٹھا کے گھر لیگئے۔ اکثر مؤرخونکا
یہ بیان ہو کہ تمام مہاجر و انصار مین محض سعد بن عبادہ نے مخالفت کی تھی اور صاف انکار کر دیا
تھا کہ مین صدیق کے ہاتھ پر بیعت نہین کرتا جب عام طور پر سب بیعت کر چکے تو سعد مدینہ سے شام
بھاگ گیا اور وہان کسی شخص نے اسے قتل کر ڈالا۔

سعد بن عبادہ انصاری کی نسبت دوسری روایت

ایک یہ روایت ہے کہ جب حضور انور کی وفات ہوگئی تو کل انصار سعد بن عبادہ کے گھر گئے اور کہا سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم جلسہ کرینگے تو ہمارے ساتھ چل سعد بن عبادہ سخت مریض تھا اس نے مرض کا عذر کیا تو بھی انصار اسے اٹھا کے سقیفہ بنی ساعدہ میں لے آئے سعد نے ایک اسپیچ دی جسکا خلاصہ یہ ہے اے گروہ انصار تمہیں آج وہ فضیلت حاصل ہے جو دنیا میں کسی کو بھی نہیں ہوسکتی حضور انور اپنی قوم میں دس سال سے زیادہ نہیں رہے اس عرصہ میں آپنے دعوت اسلام کی لیکن وہ ایمان نہیں لائے ہاں جو لوگ ایمان لائے اُن کی تعداد بہت کم ہے۔ پھر خداوند تعالی نے تم پر رحمت کرکے تمہاری طرف اپنے رسول کو بھیجا اور یہی ذریعہ تکمیل تبلیغ اسلام کا ہوا یعنی خدائے قادر مطلق کی معاونت سے ایمان کی نعمت تمہیں نصیب ہوئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے اصحاب شر اور آفت سے محفوظ ہوئے تم نے اپنا دھن من تن اپنے نبی پر قربان کردیا۔ تمہاری مدد اور توفیق باری سے طوعاً و کرہاً عرب فتح ہوا اب حضور انور کی وفات ہوگئی ہے اور حضور تمہاری مساعی جمیلہ سے بہت خوش تھے اس صورت سے خلافت و امارت سزاوار انصار ہے یہ سنتے ہی سب انصار بول اٹھے اے سعد تو ہی ہمارا سردار ہے اور تو ہی ہم میں بزرگ ہے ہم تیرے آگے کسیکو نہیں چاہتے ہم تجھ ہی کو اپنا خلیفہ بنائینگے ہاں اگر مہاجرین نے ہم سے اس بارے میں کچھ جھگڑا کیا تو ہم اُن سے کہدینگے کہ ایک امیر تم اپنے میں سے انتخاب کرلو اور ایک ہم اپنے میں سے انتخاب کرلیتے ہیں۔ یہ سنتے ہی سعد بن عبادہ چونک پڑا اور کہا جب ہی سے تمہارا یہ خیال ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تم بودے ہو اور تمہاری باتیں ضعف پر دلالت کرتی ہیں۔ غرض یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں اور وہاں حضرت عمر کو خبر ہوئی آپ حضرت صدیق کو لیکے یہاں پہنچ گئے حضرت عمر کا قول ہے کہ میں نے اپنے دل میں یہ سوچ لیا تھا کہ مجمع انصار میں یہ یہ کہونگا جب میں اس موضع

مین پہنچا اور چاہا اپنے دل کی بات کہون تو ابوبکر نے مجھے منع کر دیا اور خود باتین کرنی شروع کین لیکن جو کچھ مین نے دل مین سوچا تھا وہی باتین کین اور کوئی لفظ نہ چھوڑا غرض بے کم و کاست سب بیان کر دیا۔ کر رستم ستمیا۔

حضرت ابوبکر صدیق کے وعظ کا خلاصہ یہ ہے خدائے عزوجل نے اپنا رسول ہماری ہدایت کیلیے بھیجا۔ اسلیے کہ ہم اُسپر ایمان لا کے خداوند تعالیٰ کی توحید اور یگانگی پر گواہی دین چونکہ قبائل عرب ابا عن جدٍ مختلف دیوتاؤن کی پرستش مین مصروف تھے دعوت توحید اُنھین سخت ناگوار گزری اور اُنھین بُرا معلوم ہوا کہ ہم اپنے باپ دادا کا دین کیونکر چھوڑ دین اسلیے اُنھون نے حضور انور کی مخالفت کی اور اُسکی تکذیب کے درپے ہوئے خداوند سابق الانعام نے اولین مہاجرین کو اُسکی تصدیق کے لیے مخصوص کیا تاکہ اخلاص سے اُسکی اطاعت کرین اور اپنی قلت اور دشمنون کی کثرت سے اندیشہ نہ کرین اُنھین ایذا و ضرار کفار کا کچھ خوف نہوا یہی جماعت ہے جس پر سب سے پہلے خدا کی رحمت نازل ہوئی اور جس نے رسول پر اپنی جان اپنا مال اور اپنا گھر قربان کر دیا۔ اب حضور انور کے بعد امر خلافت اِسی جماعت کو سزاوار ہے اس گروہ سے سوائے ظالم کے کوئی مخالفت نہین کر سکتا۔ اے گروہ انصار ہم تمہاری مساعی جمیلہ کو جانتے ہین اور جو کچھ تم نے شریعت غرا کو تقویت اور ملت بیضا کو ارتفاع اور اعلام اسلام اور اجرائے اوامر و احکام کیا ہے ہم سب پر روشن ہے۔ تو بھی ہم یہ کہتے ہین کہ خلافت ہمارے پاس رہنے دو اور ہم بخوشی وزارت تمھین دینگے تو ہین بغیر تمہارے مشورے کے کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام نہین کرنے کے۔ یہ سنتے ہی ابن المنذر نے مخالفت کی اور کہا اے گروہ انصار افسوس ہے کہ تم سرداری کو اپنے ہاتھ سے دیکے دوسرون کے دست نگر بنا چاہتے ہو ہان یہ ہم منظور کرینگے کہ ایک امیر تم مین سے ہو اور ایک امیر ہم مین سے حضرت عمر فاروق

سے نے اسکا جواب دیا۔ لا یمنع الامیر ان پھر آپنے نہایت نرم باتین کہین اخیر بشیر بن سعد انصاری نے سب سے پہلے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ امر عظیم اسطرح طے پاگیا۔

اختلاف روایات | جو روایتین ہم نے اوپر بیان کین ان مین بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہی لیکن یہ اختلاف ایسا ہی جو صدہا سال کے واقعہ کی نسبت ہونا چاہیئے اور لطف یہ ہی جتنی مختلف روایتین بیان ہوئی ہین وہ سب ممکن الوقوع اور ایسے قومی مجمعون مین جہان خلافت جیسے امر عظیم کے دو بڑے بڑے گروہون مین بحث ہو ایسی باتون کا وقوع لازمی اور ضروری ہی سعد بن عبادہ کا کچل کے مرجانا صرف ایک ہی روایت مین بیان ہوا ہی لیکن یہ بات خلاف قیاس معلوم ہوتی ہی کیونکہ اول تو صرف ایک ہی راوی نے اسے بیان کیا ہی اور دوسرے سعد بن عبادہ انصار کا سردار تہا اگر اُسے اس قسم کا کوئی جانی صدمہ پہنچتا تو انصار ضرور بھڑک جاتے اور معاملہ جدال وقتال پر پہنچتا۔ رہا یہ کہ وہ شام پہنچکے مارڈالا گیا ممکن ہی کہ یہ بات صحیح ہو کیونکہ حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر کی خلافت مین اُسکا پھر کبھی کوئی ذکر سننے مین نہین آیا۔

تاریخی روایتین جہانتک غور کیا جاتا ہو بالکل تلی ہوئی معلوم ہوتی ہین اور نکتہ چین سے نکتہ چین نظر بہی ان واقعات مین کوئی عیب نہین نکال سکتی۔ ان تمام واقعات پر نظر کرکے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہی کہ یہ الزام جو حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق پر رکھا جاتا ہے کہ رسول مقبول کے جنازہ کو بے تجہیز و تکفین چھوڑ کے خلافت کے لینے کیلیے چلے گئے محض غلط معلوم ہوتا ہی کیونکہ دنیا بھر کی مذہبی اور تواریخی روایات کے بموجب سب سے پہلے انصار مجمع سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہوئے تھے حضرت صدیق یا فاروق کو تو اس کا خیال بھی نہ تہا۔ اب رہی یہ بات کہ شیخین کو جانا مناسب نہ تہا۔ اِسکی بابت یہ عرض ہی کہ اُن کا جانا حمایت دین خدا کیلیے لازمی تہا اگر وہ نہ جاتے اور سعد بن عبادہ خلیفہ بنا دیا جاتا تو ضرور

قریشون اور انصار مین تلوار چلتی اور پھر تمام مسلمان مدینہ کی چار دیواری مین کٹ کے مر جاتے
کیونکہ قریش کبھی دوسرے کی اطاعت نکرتے اور سعد بن عبادہ کی خلافت کا فیصلہ اگر وہ
خلیفہ ہو جاتا بغیر تلوار کے نہین ہو سکتا تھا ۔ رہا یہ خیال کہ حضرت علی کو بھی موضع سقیفہ بنی
ساعدہ مین آنا چاہیئے تھا حالانکہ اُنھون نے تجہیز و تکفین کے آگے خلافت کی کوئی پرواہ نکی تو اسکا
جواب یہ ہو سکتا ہی ۔ اول تو آپکو معلوم ہی نہ تھا کہ اِس قسم کا جھگڑا ہو گیا ہی دوسرے رسول کریم
کی وصیت تھی کہ مجھے میرے اہل بیت غسل دین اور کفنائین پھر بھلا آپ وصیت کے خلاف
کیسے کر سکتے تھے کہ جنازہ کو چھوڑ کے چلے جاتے تیسری بڑی بات یہ تھی کہ آپ حضرت صدیق
کا حق خلافت جانتے تھے اِسلئے خلافت کی بحث کیوقت آپ کا ہونا کچھ ضروری نہ تھا نہ
قوم نے آپکی موجودگی ضروری سمجھی تھی کیونکہ اتنے بڑے جلسہ مین جہان ہزارون انصار
اور مہاجرین جمع ہون ایسی ایسی طولانی بحثین اور وعظ ہون اور وہان کوئی شخص بھی
حضرت علی کا نام نہ لے ۔ یہ ساری باتین شہادت دیتی ہین کہ حضرت علی خود جانتے تھے کہ رسول
کریم کی خواہش کے مطابق حضرت صدیق خلیفہ بنائے جائین اور اگر آپ کچھ بھی اپنا اِستحقاق
سمجھتے تو کم سے کم اتنا تو ضرور کرتے کہ جلسہ کو رمین کسی شخص کی زبانی کہلا بھیجتے کہ علی کے آنے
تک کوئی فیصلہ نہو ہان اگر اسکی تعمیل نہوتی تو دیکھا جاتا ۔ مگر حضرت علی نے ایسا نہین کیونکہ
آپ اصل مطلب کو خوب سمجھتے تھے

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت)

حضرت علی کے بیعت کرنے کے بارے مین مختلف تواریخی روایتین ہین جنھین ہم یہان
درج کر دیتے ہین ۔ ہر اختلافی روایت اپنی اپنی جگہ دلچسپ ہے اگرچہ اِن مین سے بعض روایتین
ناممکن الوقوع اور طبایع عرب کے خلاف ہین لیکن ایسے دلکش پیرائے مین ادا کی گئی ہین کہ

دیکھکے ایک عجیب دلچسپی پیدا ہوتی ہو ۔

پہلی روایت جب مہاجر و انصار نے حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو دوسرے روز ایک بہت بڑا جلسہ قرار دیا گیا ۔ ہزاروں صحابہ اُس جلسہ مین آکے جمع ہوئے پھر حضرت علی کو جلسہ مین بلایا گیا آپ تشریف لاے اور مناسب مقام پر نشست فرمائی پھر آپنے دریافت کیا تم لوگون نے مجھے کیون بلایا ہو ۔ حضرت عمر نے جواب دیا آپکے بلانے کی وجہ یہ ہی کہ آپ بھی کل صحابہ کے ساتھ اتفاق کرین یعنی جسطرح اُنھون نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنالیا ہو آپ بھی اُسکے ہاتھ پر بیعت کرین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا تم لوگون نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے کو قرابتی بیان کرکے انصار کو تسکین دے دی اور اِسطرح خلیفہ ابوبکر کو بنا دیا لیکن مین یہ کہتا ہون کہ رسول اللہ سے جو کچھ مجھے قربت حاصل ہے تم مین سے ایک کو بھی نہین ہو اور اس بات کو کل انصار جانتے ہین خدا تعالیٰ سے ڈرو اور انصاف کرو جب تم خود بھی انصاف کی خواہش رکھتے ہو تو دوسرون کا بھی انصاف کرو حضرت عمر نے سختی سے کہا جبتک آپ ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہین کرینگے مین آپکو ہرگز نہین چھوڑنے کا حضرت علی نے جواب دیا مین ایسی باتون سے نہین ڈرتا اور جبتک میری جان مین جان باقی ہی مین اپنے حق سے کبھی دست بردار نہین ہونگا ۔ اِس پر ابو عبیدہ جراح بولے یا اباالحسن آپ کی فضیلت و سبقت ہم سب پر روز روشن کی طرح نمایان ہین کیونکہ تو اہلبیت ہی اور خلافت کا استحقاق رکھتا ہی بلکہ خلافت سے بھی زیادہ بزرگی کا تو مستحق ہی لیکن جبکہ اصحاب رسول اللہ نے اتفاق کرکے ابوبکر کو اپنا خلیفہ بنالیا ہی تو بھی اُسے خلیفہ تسلیم کرلے تجھے مخالفت کرنا کسی صورت سے بھی مناسب نہین ہی حضرت علی نے فرمایا ابو عبیدہ تو مقرب رسالت پناہی اور معتمد اُمتی ہوکے یہ کیا کہتا ہی تجھکو سچی بات

کہنی چاہئے جو فخر کہ حضرت عزت نے خاندان نبی کو بخشا ہی تو دوسرونکے قبضہ مین اُسنے رہنے دی کیونکر۔ قرآن ہمارے ہی گھر مین نازل ہوا اور معدن علم و دین ہم ہی لوگ ہین اوضاع شریعت اور مصالح ملت کو ہم سے بہتر کوئی نہین جانتا۔ اپنی طبیعت کے تقضا پر عمل نکرو کہ تمہین اِس سے نقصان ہوگا۔ پھر بشیر بن سعد بولا یا ابالحسن جو کچھ آپ اب فرماتے ہین اگر ابوبکرؓ سے بعیت کرنے سے پہلے معلوم ہوجاتا تو ہم تیرے ہی ہاتھ پر بعیت کرتے اور تیرے ہاتھ پر بعیت کرنے مین ایک شخص بھی مخالفت نکرتا مگر یہان تو معلوم تہا کہ تجھے جہانداری کی کوئی خواہش نہین ہی اور اسی لئے تو نے خانہ خدا سے قدم باہر نہین نکالا۔ جو کچھ لوگونکا عقیدہ تیری نسبت ہی اُسکو قایم رہنے دے اور ہرگز اسلام اور مسلمانون مین مخالفت کرکے رخنہ نہ ڈال ہم نے ابوبکر کے ہاتھ پر بعیت کرلی ہی اور یہ مہم خطیر اُسکے قبضہ اقتدار مین دیدی ہی حضرت علی نے جواب دیا اے بشیر تو یہ نہین سمجھا بھلا مجھسے کیونکر ہوسکتا تہا کہ مین کالبد حضرت خواجہ کائنات و خلاصہ موجودات بے تجہیز و تکفین گھر پر چھوڑکے ریاست و حکومت کیلئے دوڑا چلا آتا حضرت ابوبکر نے جواب دیا ای ابالحسن اگر مجھی یہ پہلے سے معلوم ہوتا کہ خلافت کی تجھی یہ آرزو ہی اور تو میرے ساتھ یہ منازعت کریگا تو مین کبھی خلیفہ نہ بنتا لیکن اب یہ امر عظیم طے ہوگیا ہی تو بھی مین تجھپر کچھ دباو نہین ڈالتا اگر اسوقت تیرا جی بعیت کرنیکو نہین چاہتا تجھے اختیار ہی تو بخوشی و خرمی گھر جاسکتا ہی۔ یہ سنکے حضرت علی اُٹھ بیٹھے اور اپنے گھر چلے آئے۔

دوسری روایت | بعض مورخونکا قول ہی کہ حضرت علی نے چالیس دن کے بعد بعیت کی اور بعض کا یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہ السلام کی وفات کے بعد بعیت کرلی۔

تیسری روایت | بعض مورخونکا قول ہی کہ جب حضرت نے یہ سنا کہ انصار اور مہاجرین نے ابوبکر سے بعیت کرلی تو آپ برہنہ سر و پا بھاگے ہوئے آئے اور صدیق کے ہاتھ پر بعیت کرلی

آپ ایسے پریشان ہوکے خانہ مبارک سے تشریف لائے تھے کہ آپکے کاندھے پر چادر بھی نہ تھی
بیعت کرنیکے بعد آپنے گھر سے چادر منگا کے اوڑھی۔

چوتھی روایت | بعض مورخ شیوخ سے بیان کرتے ہین کہ بیعت سے پہلے ابوسفیان حضرت علی
کے پاس آیا اور کہا اے ابالحسن کیا تو اس سے راضی ہے کہ ایک شخص بنی تیم بن مرہ کا حکومت
کے کامونکا متصدی ہووے خدا کی قسم اگر تیری خواہش ہو تو مین سوار و پیادہ سے اس وادی
کو بھر دون حضرت علی نے جواب دیا اے ابوسفیان تو نے زمانہ جاہلیت مین ہمیشہ فتنے برپا
کئے ہین اب بھی تو یہی چاہتا ہے کہ اسلام مین فتنے و فساد کی آگ بھڑکے مین ابوبکر کو خلافت کیلئے
بالکل موزون سمجھتا ہون۔ یہ سنکے ابوسفیان اپنا سا منہ لیکے چپکا ہو رہا۔ جب شیخین نے سنا
کہ ابوسفیان مخالفت کرنا چاہتا ہے تو فوراً اسکے بیٹے کو شام کا گورنر جنرل بنا کے بھیجدیا جسسے
ابوسفیان کو یہ بات معلوم ہوئی مخالفت کے خیال سے باز آیا۔

پانچوین روایت | بعض مورخون کا یہ قول ہے کہ جب حضرت علی نے بیعت کرنے مین بہت تامل
کی تو حضرت ابوبکر نے ایک خط اپنے ہاتھ سے لکھکے حضرت علی کو بھیجا اسکا مضمون یہ تھا
"ابی بکر خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علی بن ابی طالب کو معلوم ہو کہ مسلمانون
نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور میری خلافت پر راضی ہو گئے ہین تجھے بھی اور
صحابہ کی متابعت کرکے میرے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہیئے" اس خط کا جواب حضرت علی نے
یہ دیا "اے ابوبکر تو نے اپنے خط مین مجھ کو لکھا ہے کہ مسلمانون نے تیرے ہاتھ پر بیعت کر لی
اور تیری حکومت پر راضی ہو گئے اور انکے ساتھ تو مجھسے بھی بیعت کی آرزو رکھتا ہے۔ یہ
تجھے نہین معلوم کہ مین سب سے پہلے مشرف باسلام ہوا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کی سب سے اول تصدیق کی مین خدائے عز و علا کی قسم کھا کے کہتا ہون کہ ہرگز تیری خلافت

رضامند نہین ہون اور کبھی تیرے ہاتہ پر بیعت نہ کرونگا ۔

چھٹی روایت | تاریخون مین یہ بھی لکھا ہی کہ بریدہ بن الحصیب اسلمی جو اپنی قوم مین بہت بڑا عالم اور فاضل تہا مدینہ مین آیا اور حضرت علی کے دروازت پر جھنڈے ڈیرے ڈال دیئے یہ دیکھکے حضرت عمر نے کہا بریدہ تو بہی عجیب شخص ہی صحابہ نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی ہی اور تو علی کے دروازہ پر پڑا ہوا جمہور مسلمین سے کیون مخالفت کرتا ہی بریدہ نے جواب دیا کہ مین ان صاحب خانہ کے علاوہ اور کسی کے ہاتھ پر بیعت نہین کرنیکا پھر صحابہ نے مجمع کرکے بریدہ کو بلاکے پوچھا کہ تیری مخالفت کی نسبت جو بیان کیا جاتا ہی کیا یہ صحیح ہی کہ تو کل مہاجرین و انصار کی مخالفت پر آمادہ ہی بریدہ نے کہا سنیئے اسکی اصل وجہ یہ ہو کہ ایک بار حضرت رسالت پناہی نے مجھے اور خالد ولید کو ایک گروہ کے ساتہ ملازمت علی ابن ابی طالب مین جانب یمن روانہ کیا خدا کی قسم مین نے علی کی بہت مخالفت کی اور سفر بہر مین آپسے کشیدہ خاطر رہا جب ہم حضرت رسالت پناہی کے حضور مین حاضر ہوئے تو حضور نے استفسار فرمایا کیون علی سے کیسی بنی مین نے اِس کدورت کیوجہ سے جو اوّل روز سے میرے دل مین تہی علی کی غیبت کی یہ سنتے ہی حضرت رسالت پناہی کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپنے فرمایا "یا بریدۃ اٰی قطع رجل الا و لی للناس بکم بعدی" جب مین نے سردار عالم کی زبان مبارک سے یہ کلمے سنے عرض کیا یارسول اللہ خدا کی قسم مین نے اِس چیز سے توبہ کی جو تیرے غصہ کی باعث ہو اب مین عرض کرتا ہون کہ میرے حق مین دعا کر اور میری بخشش کی طلب کر حضرت رسالت پناہی نے ارشاد کیا علی کو آجانے دے اتنے مین حضرت علی آگئے اور مسجد کے ایک گوشہ مین بیٹھکے اپنی جوتیونکو صاف کرنے لگے مین نے عرض کیا یارسول اللہ تونے وعدہ کیا تہا علی آجائے تو مین دعا کرون اب تو علی بہی آگئے دعا کیون نہین کرتا آنحضرت نے علی کیطرف

خطاب کرکے کہا اے علی یہ بریدہ ہی اس نے میرے پاس آکے تیری برائی کی اب طلب آمرزش کرتا ہی تو اجازت دیتا ہی تو اسکی مغفرت کی دعا مانگی جائے علی راضی ہو گئے اور پھر میری مغفرت کی دعا مانگی گئی۔ حضرت علی نے بھی میری بخشش چاہی کہتے ہین بریدہ جنگ جمل اور صفین مین بھی حضرت کیساتھ تہا۔

یہ اختلافی روایتین ہین جو حضرت علی کی نسبت ہمین کتب تواریخ مین ملتی ہین اجمالاً بسبات پر تو سب کا اتفاق ہی کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت ضرور کی صرف اختلاف اس مین ہی کہ کب کی۔ دیکھنا یہ ہی کہ اگر حضرت علی اور شیخین کی مخالفت کو تسلیم کرین تو کل واقعات پر جو شیخین کے زمانہ خلافت مین ہوئے پانی پھر جاتا ہی کیونکہ جس محبت اور دلی ہمدردی سے حضرت علی نے شیخین کو امور خلافت مین مدد دی ہی اُسکی نظیر ملنی مشکل ہی تو یہ بات غلط معلوم ہوتی ہی کہ اُن کی باہم کوئی مخالفت ہو۔ ہان باقی کی یہ دو روایتین کہ حضرت علی نے سنتے ہی بیعت کرلی صحیح معلوم ہوتی ہین کیونکہ حضرت علی کو کوئی وجہ مخالفت کی نہین تھی اور آپ ایسی مخالفت کر بھی نہ سکتے تھے جس سے قوم و ملت کو کوئی صدمہ پہنچتا۔ یہ ممکن ہی کہ حضرت علی خلیفہ بننا چاہتے ہون لیکن جب قوم نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ تسلیم کرلیا تو آپنے بھی برضا و رغبت فوراً بیعت کرلی۔ اصل یہ ہی کہ حضرت علی کا مرتبہ باہمی نوکا جھوکی اور رنجش سے بہت بلند ہی آپ اوّل درجے کے عالی ظرف اور صاحب ہمّت تھے اور ایسی باتو نکی آپکو بہت کم پروا ہوتی تہی۔

(مختصر واقعات خلافت)

جب حضرت صدیق اکبر مستقل خلیفہ بنائے گئے تو سب سے پہلے جو آپ کو کام کرنا پڑا وہ لشکر اُسامہ کی روانگی کے متعلق تہا آپنے حکم دیدیا کہ جو لوگ اُسامہ کے ساتہ جانے کیلئے نامزد

ہو چکے ہیں اور جنہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مقرر فرما چکے ہیں وہی لوگ بھیجے جائیں گے
اور اس میں کچھ تغیر و تبدیل نہیں ہوگی۔ یہ اعلان دیکھتے ہی بہت سے صحابہ حضرت صدیق
کے پاس آئے اور کہا آپ یہ کیا کرتے ہیں اور کیوں اس لشکر کثیر سے مدینہ کو خالی کرتے
ہیں۔ قبائل عرب اور یہودی جو مدینہ کے قرب و جوار میں رہتے ہیں مدینہ پر حملہ کرنے کی
تیاری کر رہے ہیں اگر آپ نے لشکر اسلام کو روانہ کر دیا تو غضب پا ہو جائیگا اور مسلمانوں
کو جان کے لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ حضرت صدیق نے یہ سنکے جواب دیا یہ ہرگز نہیں
ہو سکتا اگر قبائل عرب اور یہود ملکے میرے ٹکڑے بھی اڑا دیں میں ہرگز باز نہ آؤنگا۔ پھر
چند انصار حضرت فاروق اعظم کے پاس آئے اور کہا آپ ابوبکر سے جاکے کہیں کہ مہم
جسپر اسامہ بھیجا جاتا ہے بہت بڑی ہے اسکے لئے کوئی معمر تجربہ کار شخص مقرر ہونا چاہیئے جو
اس اہم اور بزرگ کام کی انجام دہی خوش اسلوبی سے کرے۔ اسامہ ابھی بچہ ہے اور
نہ اسے کوئی تجربہ حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت فاروق حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور
ساری کیفیت بیان کی حضرت صدیق کو یہ سنتے ہی غصہ آگیا آپ نے حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑلی
اور کہا "ثکلتک امک یا ابن الخطاب" رسول کریم تو اسامہ کی سپہ سالاری کا عہدہ عنایت
کریں اور تو اُسے معزول کرنا چاہتا ہے غرض اسامہ کا لشکر تیار ہوا اور اسامہ روانہ ہونے
کیلئے گھوڑے پر سوار ہوا حضرت صدیق اکبر گھوڑے کی پاکھر پکڑ کے اسامہ کیساتھ
پاپیادہ چلنے لگے اسامہ نے کہا ابوبکر یہ کیا کرتے ہو کیا تو آپ خود بھی گھوڑے پر سوار ہو جائیں
اور یا مجھی بھی نیچے اترنے اور پاپیادہ چلنے کی اجازت دیجئے حضرت ابوبکر نے نہ مانا اور اسیطرح
پاکھر پکڑے ہوئے بہت دور تک ساتھ ساتھ چلے آئے آپ افسران فوج کو سمجھاتے تھے
کہ اسامہ کی ہرگز نافرمانی نہ کرنا جو کچھ وہ حکم کرے اسکو بدل و جان ماننا پھر آپ نے سبکو مخاطب

کرکے یہ ہدایت فرمائی بچون۔ بوڑھون اور عورتون کو نہ مارنا اور میوہ دار درختون کو نہ کاٹنا اور
اُن فقراؤن اور راہبون کو جو خانقاہون اور گرجون مین خدائے کائنات کی یاد مین بیٹھے ہون
مت چھیڑنا اور نہ اُنکے ساتھ کوئی تعرض کرنا۔

یہ روشن ہدایتین ہین جو پیغمبر اسلام کے خلیفہ اوّل نے سب سے پہلے اپنے لشکر کو دین اور
شائستہ قوانین جنگی کی دنیا مین بنیاد قایم کی بعض مورخون نے اُسامہ کی روانگی کے واقعہ
کو اسطرح لکھا ہی کہ جب صحابہ نے آپ پر زور دیا کہ لشکر اُسامہ کو مدینہ سے روانہ نکرین صرف
اِس مصلحت سے کہ بدوی عربون کی نیت بدمعلوم ہوتی ہی تو آپ نے بڑے جوش سے جواب دیا
کہ اگر مدینہ کی شاہراہین خون مین تر ہو جائین اور مسلمان مدینہ کی گلیون مین کاٹ ڈالے
جائین مین ہرگز اُسامہ کو روانہ کرنے سے باز نہ آؤن گا کیونکہ میرے رسول صادق نے
اُسے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا یہ تھی صداقت اور یہ تھا سچا عشق جو حضرت صدیق اپنے
ہادی برحق سے رکھتے تھے کسی تاریخ مین اِس فدائیانہ عشق کی مثال نہین ملتی۔

اُسامہ غرض اُسامہ روانہ ہو کے قبایل قضاعہ پر حملہ آور ہوا۔ خوب لڑائیان ہوئین۔
تمام قبائل کو زیر و زبر کر ڈالا بعض مورخون کا یہ قول ہی کہ اُسامہ نے اپنے باپ زید کا
خوب انتقام لیا کیونکہ وہ یہین شہید ہوئے تھے بعض کا بیان ہی کہ یہان کوئی لڑائی ہی نہین
ہوئی اور اُسامہ مدینہ واپس چلے آئے۔

اسود عنسی کا قتل جب باذان یمن کا حاکم مسلمان ہوا تو اُس نے یہ کوشش کی کہ اُسکے
قرب جوار کے لوگ بھی مسلمان ہو جائین چنانچہ بکثرت لوگ مسلمان ہو گئے۔
جب باذان کی وفات ہو گئی تو حضور انور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ
کو یمن کا حاکم بنا کے بھیجا اور علیحدہ علیحدہ ایک ایک شہر پر ایک ایک حاکم مقرر کر دیا

یعنی نجران پر عمرو بن حزام اور نجران و زبید کے درمیانی موضع پر خالد بن سعید ابی العاص
ہمدان پر عامر بن فہیرہ اور حکومت صنعا کہ جو دار الملک یمن تہا شہر بن باذان - مارب
پر ابو موسیٰ اور حضرموت پر زیادہ بن ولید انصاری اسیطرح مختلف شہروں پر مختلف حاکم بناکے
بہیجدیے اور معاذ بن جبل کو تعلیم شریعت غرا کیلئے نامزد کیا -

جب حضور انور نے مکہ سے مراجعت فرمائی اور آپ مدینہ مین کچھ عرصہ کے بعد صاحب
فراش ہوگئے تو اسود عنسی کہ عبہلہ بن کعب کے نام سے موسوم تہا اور اسے ذوالحمار بہی کہا
کرتے تہے نواحی یمن مین دعوی نبوت کر بیٹہا - یہ شخص بڑا چالاک اور شعبدہ باز تہا اسنے شعبدے
دکہا دکہا کے قبیلہ مذحج کو اپنا گرویدہ بنالیا - وہ سب لوگ اُس پر ایمان لے آئے غضب
یہ ہوا کہ قیس بن عبد یغوث جو اس نواح مین صاحب اثر اور دولتمند شخص تہا مرتد ہوکے
اُسکے ساتہ ہوگیا اور اُسکی فوج کا سپہ سالار بنگیا - یہ شخص پہلے مسلمان ہوگیا تہا لیکن آخر
مین اُس نے دغا کی اور کھلم کھلا اسلام کا مخالف ہوگیا - اسود نے سوار و پیادہ کی ایک
جمیعت کے ساتہ سب سے پہلے شہیر بن باذان پر حملہ کیا - شہیر اُسکے حملہ کی خبر پاکے پایتخت
سے نکلا اور اسود سے مقابل ہوا خوب دست بدست جنگ ہوئی آخیر شہیر بن باذان
شہید ہوا اور اسود فتح کا باجا بجاتا ہوا صنعا مین داخل ہوا - اسود کی اس نمایان فتح
سے تمام یمن مین ہلچل پڑگئی اور اسلامی حکومت کی بنیادین ہل گئین - اسود نے صنعا کو
قبضہ مین کرکے شہیر کی بیوہ سے شادی کرلی - اس بیوہ کا ایک چچازاد بہائی فیروز نامی تہا
اسود نے اس شخص کو داذویہ نامی ایک آدمی کے ساتہ اُن اہل عجم کا جو یمن مین رہتے
تھے سردار مقرر کیا -

عمرو معدی کرب | ایک اور شخص عمرو معدی کرب جو بڑا زبردست اور صاحب اثر آدمی تہا

مرتد ہوکے اسی اثنا مین اسود سے مل گیا اسکی صلیت یہ ہی کہ شخص مذکو حضرت رسالت پناہی کی خدمت مین پہلے حاضر ہوا تہا اور اس نے التجا کی تہی کہ حضور زبید کی جگہ مجہو کر دین حضور نے منظور نہین فرمایا اور زبید کی جگہ دوسرے قابل شخص کا تقرر ہوگیا عمر و معدی کرب کو سخت ناگوار گزرا اور یہ حضور انور سے کشیدہ خاطر رہنے لگا یہانتک کہ اسود نے دعوی نبوت کیا اور یہ فوراً اسکے ساتہ جاملا۔ اسکے جاملنے سے اسود نے ایک زبردست قوت پیدا کردی اور وہ اسیکے صدقہ مین قریب قریب تمام یمن کا مطلق العنان حاکم بن بیٹھا۔

نامہ حضور انور | جب حضور انور کو یہ خبرین پہنچین کہ اسود نے یہ آفت برپا کر رکہی ہی تو آپنے ایک مہم بہیجنے کی تجویز کی اور اسود کو ایک رقعہ لکہا اور معاذ بن جبل کو اس مہم کا سرگروہ بناکے روانہ کیا۔ اب اسود کے دو بڑے بڑے مصاحب تھے ایک قیس بن عبد یغوث دوسرا فیروز دادویہ یہ دونون اسکی بیجا حرکات سے سخت پریشان ہوگئے اور مجبور ہوکے انہون نے اسود کے قتل کا ارادہ کرلیا اور برابر موقع کی تاک مین لگے رہے جب معاذ بن جبل پہنچے تو وہ دونون انکے ساتہ آکے گٹھ گئے اور اب اسکے قتل کی تدبیرین کرنے لگے لیکن ان سازشون کی بہنک اسود کے کان مین بہی پڑی اور وہ گہبرا گیا اس نے قیس کو تخلیہ مین بلاکے کہا کہ تو اور کئی آدمیونکے ساتہ میرے قتل کی سازش کر رہا ہی تجہے معلوم نہین کہ اس سازش کا نتیجہ تجہی کیا ملے گا ایک عذاب تجہپر ہوگا اور تو برباد ہوجائیگا قیس نے سنتے ہی اسود کی ذات کی قسم کہائی اور صاف انکار کیا کہ تجہے یہ خبر غلط پہنچی ہی مین نے کسی کیساتہ سازش نہین کی۔

اسیطرح اور بہت کچہہ اطمینان دیکے قیس چلا آیا اور اسنے اپنے احباب سے کہا کہ ہماری سازش کی خبر قیس کو ہوگئی ہی اب ہمین ہوشیار رہنا چاہئے مبادا وہ ہمین کچہہ نقصان پہنچائے۔

اسی سازش کے زمانہ مین عامر بن شہیر اور ذوالکلاع وغیرہ امرائے عظام کے خطوط آئے
جن مین اسود سے سخت ناراضی کا اظہار کیا گیا تھا۔ اور التجا کی گئی تھی کہ جسطرح ہو سکے
اُس کا قلع وقمع کردیا جائے۔ قیس کو یہ خط دیکھکے اور بھی جرأت ہوئی۔ فیروز نے کہا ٹھیرُ
مین اپنی چچازاد بہن کے پاس جو آجکل اُسکی بیوی ہے جاتا ہون اور اُس سے مشورہ
کرتا ہون دیکھو اُس کا عندیہ کیا ہو چنانچہ فیروز اپنی بہن کے پاس گیا اور اُس سے حال
دریافت کیا وہ عورت یہ سنکے بہت خوش ہوئی اور کہا اسود سے میرا دم ہی ناک مین
آگیا ظالم رات بھر شراب کے نشہ مین بیہوش پڑا رہتا ہو۔ غسل جنابت آجتک اِسنے کیا ہی
نہین۔ مین تمہین ایک ترکیب بتاتی ہون جس سے تم بآسانی اسپر قابو پاسکتے ہو کہ فلان
وقت فلان باغ مین تم آجاؤ پھر ایک خاص علامت سے تمہین بتادون گی کہ اسود آج
کی شب فلان کمرہ مین سوئے گا۔ چونکہ اُسے اپنے تمام امیرون سے شک ہو اپنے
دروازہ پر سخت سخت پہرے بٹھا دیئے ہین کوئی پرندہ پر نہین مارسکتا تم دیوار کے پیچھے
چھپ جانا اور اُس مین آہستہ آہستہ ایک چھید کرلینا اور پھر وقت پر کمرہ مین گھسکے اُسکا
کام تمام کردینا۔

واقعہ قتل | یہ سنکے فیروز واپس چلا آیا اور شب کو فیروز۔ داذویہ اور قیس بن عبد یغوث مقام
مقصود پر پہنچے اور اُسی ترکیب سے دیوار کے پیچھے چھپ کے اُس مین سوراخ کرلیا پھر آپس مین
باتین ہونے لگین کہ پہلے کون کمرہ مین جائے۔ داذویہ نے کہا بھئی مین ضعیف آدمی
ہون شاید میری ضرب کارگر نہ ہو اور اسود جاگ جائے مین نے قیس سے کہا تو یہ کام کرسکتا ہے
اسنے جواب دیا مجھ مین عادت ہو کہ جب مین قتال کرتا ہون تو میرے دل مین دغدغہ پیدا
ہوجاتا ہی ممکن ہو کہ اسوقت ضرب کارگر نہ لگے اور اسود جاگ اُٹھے اور ہماری ساری محنت

ضایع ہو جائے۔ جب میں اپنے رفقا سے مایوس ہو گیا تو میں خود اسود کے کمرہ میں داخل ہوا جب کمرہ میں پہنچا تو میں نے دیکھا میرے پاس تلوار نہیں ہی مبادا یہ جاگ اُٹھے اور کام بنا بنایا بگڑ جائے میں نے یہ سوچا کہ جب یہاں پہنچ گیا ہوں تو کچھ کرنا چاہئے میں نے اس کی گردن کا منکا توڑ ڈالا۔ جب گردن ٹوٹتے ہوئے اُس نے غل مچایا تو تمام پہرے والے دوڑے ہوئے دروازہ پر آئے اور پوچھا ہمارے پیغمبر کو کیا ہوا کیوں غل مچاتا ہی اسود کی بیوی نے کہا خاموش نزول وحی ہو رہی ہی۔ وہ سنکے چپکے اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ فیروز کا بیان ہی کہ بعد ازاں قیس گھر میں آیا اور ہم اسود کا سر تن سے جدا کرکے باہر نکل آئے اور آرام منزل پر پہنچ گئے۔ ہم نے استراحت کی۔ علے الصباح ہم نے اذان دی اور نماز پڑھی اتنے میں بہت سے مرید اسود کے ہم پر حملہ کرنے کی غرض سے آئے ہم نے اسود کا سر اُنکے آگے ڈال دیا وہ سب تتر بتر ہو گئے پھر ہم بخوشی وشادمانی شہر میں آئے اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسود کے قتل کی خبر دی اور ہماری وجہ سے اسلام کی پشت قوی ہوئی کہتے ہیں کل تین مہینے اسود نے یمن پر حکومت کی۔

خطبہ جب حضرت صدیق تخت خلافت پر بیٹھے تو آپنے مسجد نبوی میں یہ خطبہ پڑھا تھا۔ اے لوگوں تمہیں معلوم ہو کہ تمہاری ولایت کا عہدہ مجھے سپرد ہوا ہی اگر میری زندگی عدالت اور مروت میں کٹے تربیت اور ہمت سے مجھے نصرت دینی چاہئے اور اگر مجھسے کسی امر میں غلطی ہو جائے تو تم مجھے آگاہ کر دو مداہنہ اور میل کے پاس ہو کے نہ جاؤ کیونکہ سچ بولنا امانت ہی اور جھوٹ بولنا خیانت۔ تم یقین کرو کہ ضعیف ترین آدمی میرے نزدیک قوی ہی جبکہ میں اُسکی داد لوں۔ ایمان کے خلاف کوئی قوت کام نہیں دیسکتی سوائے ذلت اور خواری کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی گروہ فساد اور بغاوت نہ کرے ورنہ حوادث زمان اور بربادی گھیرا

بلا میں گرفتار ہو جائیگا جبتک میں خداوند تعالیٰ کی متابعت اور فرمانبرداری کروں تم میری اطاعت کرو اور اگر حکم خدا کے خلاف کوئی بات مجھ سے سرزد ہو جائے تم ہرگز میری اطاعت نکرو بلکہ میری مخالفت کرو۔ اس سے زیادہ راستبازی اور صداقت کیا ہو سکتی ہے جس نے اپنی قوم میں زندگی کی ایک تازہ روح پھوک دی اور جس نے بتا دیا کہ جو شخص خدا کی اطاعت نکرے تم ہرگز اُس کی اطاعت نکرو تم چونکہ راستباز ہو ایک راستباز بندہ تمہارا آقا بن سکتا ہے تم حق کہنے میں ایک شہنشاہ کے آگے بھی آزاد ہو حق کو امانت اور دروغ کو خیانت کے لفظ سے تعبیر کرنا آپکی صداقت اور راستبازی کی شہادت دیتا ہے۔

خالد ابن الولید۔ جنگ طلحہ بن خویلد و قتل سلمیٰ بنت مالک

جب اُسامہ کا لشکر کامیابی کے ساتھ واپس چلا آیا اور وہ قبایل عرب جنہوں نے سر اُٹھایا تھا دوبارہ مطیع اسلام ہو گئے تو حضرت ابو بکر نے طلحہ بن خویلد کی سرکوبی کے لیئے فوج کو نئی طرح سے ترتیب دیا سامان باربرداری وغیرہ کا انتظام کر کے آپ معہ فوج مدینہ کے باہر تشریف لائے جب مقام ذو الحلیفہ پہنچے جو مدینہ سے صرف ایک مرحلہ ہے تو حضرت علی نے گھوڑے کی باگ پکڑ کے کہا میں مصلحت نہیں سمجھتا یا ابو بکر کہ آپ آگے بڑہیں آپ مدینہ واپس چلے آئیں اور طلحہ بن خویلد سے کسیکو اپنی طرف سے جنگ کرنے کیلئے بھیجدیں حضرت ابو بکر نے حضرت علی کے اِس مشورہ پر فوراً عمل کیا اور آپ فوج کی کمان خالد کو دیکے خود مدینہ واپس چلے آئے۔

خالد کمان افسر بنکے آگے بڑھے اور موضع بزاخہ میں پہنچے جو بنی اسد کا مسکن تھا اور یہیں طلحہ بھی رہتا تھا یہ شخص پہلے مسلمان ہو گیا تھا لیکن بعد ازاں اپنے قبیلے بنی اسد کے ساتھ وطن میں آکے مرتد ہو گیا اور صرف مرتد ہی نہیں ہوا بلکہ دعوےٰ نبوت کر بیٹھا اور فتویٰ دیدیا کہ شراب حلال ہے نماز و روزہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہر شخص نے انکار ہی اور

عیاشی کے لئے آزاد ہو جن بات کو نفس چاہے وہ بخوشی کر سکتا ہی۔

طلحہ کی جمیعت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے بہت بڑھ گئی تھی جب خالد قریب پہنچے تو اُنہوں نے لشکر طلحہ کی خبر لانے کیلئے عکاشہ بن محصن اور ثابت بن ارقم کو روانہ کیا۔ رستہ مین ان سے طلحہ کا مقابلہ ہوگیا یہ صرف دو آدمی اور وہ کئی تھے لڑائی ہوئی اور خوب تلوار چلی اور یہ دونون صحابہ شہید ہوگئے جب ان صحابہ کی شہادت کی خبرین پہنچین تو خالد مقتل مین آکے پہنچے دیکھا دونون صحابہ شہید پڑے ہوئے ہین۔ رضا آلہی سے صبر کیا اور نہایت استقلال سے عزم بالجزم کرکے اسلامی سپاہ آگے بڑھائی۔ خالد نے بہت ہی قریب پہنچکے طلحہ کو ایک مرسلہ روانہ کیا جس مین لکھکے بھیجا کہ اب بھی تو توبہ کرے اور اپنی حماقت سے باز آ۔ خدا و رسول تیرا قصور معاف کردینگے اور تو خدا کے برگزیدہ بندون مین ہو جائے گا۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

خالد کے اس خط کی طلحہ نے اپنی فرضی پیغمبری کے خمار مین کچھہ پروانہ کی جب خالد کامل مایوس ہوگئے تو اپنی فوجون کی ترتیب دینی شروع کی میمنہ مین عدی ابن حاتم طائی کو مقرر کیا میسرہ مین زید الخیل کے بیٹے کو متعین کیا اور آپ قلب لشکر مین قایم ہوئے طلحہ کیطرف قبایل بنی اسد غطفان اور مزارہ تھے مسلمانون کی طرح طلحہ نے بھی صف بندی کی دونون لشکرونکی صفین ایک دوسرے کے مقابلہ مین جم گئین۔ طلحہ کے ہان کچھہ تھوڑی دیر تک سکوت رہا دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل آنیکو ہین اسلئے مین بغیر اُنکے مشورہ کے جنگ مین پیشقدمی نہین کرسکتا۔

طلحہ ایک فرضی جبرائیل کا رستہ دیکھ رہا تھا، اور وہان خالد اپنی صفون اور پرون کی ترکیب
اور حملون کی صورتین ملاحظہ کر رہا تھا یہانتک کہ اُس کی طرف سے عتبہ بن حصن نے سات سو
سوارون کو لیکے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ خوب خوب لڑائی ہوئی مگر عتبہ کا منہ پھر پھر گیا جب عتبہ
کو ہزیمت ملی اور اُس نے لشکر اسلام کی یہ آن بان دیکھی تو طلحہ کے پاس بھاگا ہوا آیا اور
کہا کیا ابھی تک جبرائیل نہین آئے۔ طلحہ نے جواب دیا مین اُنہین کا رستہ دیکھ رہا ہون
ابھی تک وہ نہین آئے۔ یہ سنکے عتبہ بہت سخت آزردہ ہوا اور طوعاً و کرہاً میدان جنگ مین
چلا گیا۔ کچھہ عرصہ کے بعد پھر واپس آیا اور گھبرا کے پوچھا جبرائیل آئے طلحہ نے انکار کیا تھا
پریشان ہو کے پھر میدان جنگ مین واپس گیا فوج کو لڑایا اور جب کامیابی کی صورت نہ
معلوم ہوئی تو پھر بھاگا ہوا آیا اور طلحہ سے پوچھا کیون جبرائیل آئے۔ اب کے طلحہ نے جواب دیا
کہ ہان آئے عتبہ نے خوش ہو کے پوچھا کیا خبر لائے طلحہ نے کہا کہ جبرائیل نے آتے ہی مجھسے
یہ خطاب کیا ان لک رحا کرحاہ وحدیثا لاینساہ " مترجم تاریخ اعثم کوفی نے اِن کلمات
کا یہ ترجمہ کیا ہو کہ " تو خالد سے ہرگز برسر نہین آنے کا اور ایک ایسی حالت تجھپر آئے گی جسے
تو ہرگز نہین بھلا سکتا " یہ سنتے ہی عتبہ کو سخت غصہ آیا اس نے طلحہ سے کہا مجھپر تو کیا تجھپر
ایک ایسی حالت آنے والی ہو جو تجھے کبھی فراموش نہین ہو سکتی پھر اپنی قوم کی طرف خطاب
کرکے کہا اے قوم فزارہ یہ بدبخت طلحہ کذاب اور بدمعاش ہو ہم اس کے دہوکے
مین آ گئے تھے خدا اس سے ہر شخص کو بچائے۔ یہ کہکے میدان جنگ سے معہ اپنے آدمیونکے چلدیا۔

دوسری روایت یہ ہو جب خالد نے اسے نمایان شکست دی تو عتبہ بھاگ کھڑا ہوا طلحہ
نے پوچھا میدان سے کیون بھاگتا ہو عتبہ نے جواب دیا ہم تو اپنی باری ختم کر چکے اب جبرائیل
سے کہنا کہ وہ اپنی بانگی دکھائین کیونکہ اُن کی باری ہو دوچار ہاتھ تو میدان مین آکے مارین اُنہین

کیفیت کھلے کہ جنگ کیونکر کرتے ہین بنی فزارہ بھاگ گئے تو بنی اسد اور بنی غطفان کے بھی قدم اُکھڑ گئے۔ خالد کی تلوار کی کہین پناہ نہ تھی۔ طلیحہ دو تین میدان جان توڑ کے لڑا تھا مگر سیف اللہ کی سیف سیف ہی تھی۔

ہر جا کہ شمشیر او کار کردا | یکے را دو کرد و دو را چار کردا

جب طلیحہ نے دیکھا کہ صفین کی صفین کام آ چکی ہین اور کل قبائل پیٹھ دکھا چکے ہین تو فوراً ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کے بھاگ کھڑا ہوا اور فرضی جبرائیل کا لاڈلا بیٹا مُرغ اسطح کافور ہوا کہ سدھ بدھ کی لی اور نہ جنگل کی لی۔ نکل شہر سے راہ جنگل کی لی۔ کمبخت سیدھا جانب شام ہو لیا۔ خالد نے فوراً اُسکے تعاقب مین گھوڑا ڈالدیا وادی الاخراب نامی ایک موضع مین اُسے جا لیا۔ یہان عتبہ معہ اپنے گروہ کے مورچہ زن تھا۔ کئی میدان بہت خونریز ہوئے اخیر عتبہ اور قرہ بن سلمہ طلیحہ کے یہ دو بڑے بڑے سردار گرفتار ہوئے۔

طلیحہ بھاگا ہوا سیدھا شام آیا اور غسانی شاہون کے آگے التجا کی اور کہا مین ارتداد سے باز آیا اور صاف دل سے توبہ کرتا ہون چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ جب خالد کو طلیحہ سے فراغت ملگئی تو اس نے قانون جنگ کے مطابق عتبہ و قرہ کو قید کر کے بطور جنگی قیدی کے حضرت صدیق اکبر کے پاس مدینہ بھیجدیا۔ جون ہی دونون مذکورہ بالا اشخاص حضرت صدیق کے حضور مین پہنچے حضرت صدیق نے نہایت پر اثر لہجہ مین اُنہین شرمندہ کیا اور اسلام کی بہت سی خوبیان اُنہین سمجھائین۔ دونون اشخاص نے توبہ کی اور بطیب خاطر توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔

طلیحہ سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ بن بدر	جب ان لوگون کا قلع قمع ہو گیا اور خالد کی تلوار نے فرضی نبی کا فیصلہ کر دیا تو طلیحہ سلمیٰ بنت مالک کو ملک گیری کی ہوس دامنگیر ہوئی یہ

کمبخت پہلے مسلمان تھی لیکن ہوائے نفسانی سے اُس نے نہ صرف اسلام جیسے روشن دین سے روگردانی کی بلکہ جہلا کو بہکا کے اسلام کے مقابلہ مین آمادۂ پرخاش ہوگئی۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے میدان جنگ مین گرفتار ہو کے حضور انور کی خدمت مین لائی گئی تھی اور جب حضرت رسالت پناہی کے حضور مین کفر سے تائب ہو کے مشرف باسلام ہوئی تو حضور انور نے اُسے چھوڑ دیا تھا۔ مگر حضرت رسالت پناہی نے یہ ارشاد کر دیا تھا کہ سلمی بنت مالک دل سے مسلمان نہین ہوئی ہے یہ ضرور کبھی نہ کبھی کچھ رنگ لائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اُس نے کھلم کھلا بغاوت کی اور قبایل غطفان۔ ہوازن۔ سلیم۔ اسد اور طے کو اپنے ساتھ ملا کے پوری قوی ہوگئی بہادر سپہ سالار اسلام یعنی خالد نے جون ہی سلمی کی بغاوت کی خبرین سنین فوراً اپنے گھوڑے کی باگین اپنی ظفر موج فوج کے ساتھ اُسکی طرف اُٹھائین ادہر سلمی بھی مقابلہ پر آئی۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی سیف اللہ کی شمشیر زنی کی دھاک مچگئی جسطرف بہادر سپاہ سالار نے رخ کیا صفین کی صفین اُلٹ گئین طرفین سے دل کھول کے مقابلے ہوئے اخیر سلمی عین میدان جنگ مین مارگئی اور یہ فتح عظیم خالد کو نصیب ہوئی۔

ایک اور فرضی مرسلہ

سجاح بنت المنذر نصرانی عورت تھی۔ نبوت کے خیالات مدت سے اسکے دماغ مین چکر کھا رہے تھے۔ یہ اعلےٰ درجہ کی فصیح اور بلیغ تھی اسکے وعظ مشہور زمانہ ہین صدہا بلکہ ہزارہا آدمی اس کی خوش بیانی پر مٹے ہوئے تھے جون ہی اُس نے حضرت رسالت پناہی کی خبر وفات سنی علانیہ نبوت کا دعویٰ کر بیٹھی اور اب مسجع باتین کرنی شروع کین اور کہا کہ یہ وحی الٰہی ہے۔ قبیلہ بنی تغلب نے سب سے پہلے اُسکے دعوی نبوت کی تصدیق کی اس ہوشیار عورت نے اپنے متابعین کو نماز روزہ زکوٰۃ اور صدقہ کی ہدایت کی اور سوئر کا گوشت

حلال کردیا۔ جب کل بنی ثعلب اُسکے حلقہ بگوش بنگئے تو اُس مین گونہ قوت پیدا ہوگئی۔
اِس چالاک عورت نے تمام قبایل عرب کے پاس مسجع اور مقفے خطوط بھیجنے شروع کردیے
صدہا عرب آنے شروع ہوئے اور سبنے اُسکی متابعت کی اب اُسکی قوت پوری ہوگئی اور
اُسکا داؤ ہزارون پر چلگیا۔

اِس چالاک عورت نے اپنی اِس کثیر تعداد ہی پر قناعت نہین کی بلکہ اسنے اور بھی آگے
اپنی نظرین دوڑائین اور بنی تمیم کے رئیس مالک بن نویرہ کو خط لکھا اور اپنے مذہب مین
آنے کی دعوت کی۔ مالک بن نویرہ اِس عورت کے داؤ مین آگیا اور فوراً ترک اسلام
کرکے مرتد بنگیا جب بکثرت قبائل عرب اُسکے مطیع ہوگئے تو سبنے باتفاق اِس چالاک
عورت سے کہا کہ مخالفونکی ضرور خبر لینی چاہئے اور ایک ایک کو چن چنکے مارنا چاہیے۔ چالاک عورت نے
کہا جبتک آسمان سے وحی نہین اُترے گی مین کچھ نہین کہسکتی۔ چنانچہ اِس عورت نے سوچ سمجھکے
ایک فرضی وحی کی ترتیب دی اور عبارت کو خوب مسجع کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ سب سے پہلے
بنی رباب کی خبر لینی چاہئے۔ یہ مشورہ کرکے بنی رباب پر جا پڑی اور اُن بیچارون کا قتل
عام کردیا۔ اِس غیر معمولی فتح سے سرخوش ہوکے کسی دوسرے پر حملہ کرنے کا مشورہ ہونے
لگا سب کی رائے اسپر قرار پائی کہ اُمت محمد سے زیادہ فی الحال کوئی قوی ترین دشمن
ہمارا نہین ہی مناسب یہ ہی کہ پہلے ابوبکر کے لشکر کا قلع قمع کردین اور مدینہ فتح کرکے وہان
اپنی فتح کا جھنڈا گاڑدین پھر ہمارے مذہب کی بنیادین دنیا مین قایم ہوجائین گی چالاک
عورت نے اِس مشورہ اور تجویز کو بغور سنا اور اپنے سردارون کے جواب مین یہ کہا جبتک وحی
نازل نہوگی مین کوئی فیصلہ نہین کرسکتی۔ شب کو تخلیہ مین ایک مسجع عبارت کی ترتیب
دی اور علے الصباح اِس فرضی وحی کا مضمون اپنے سردارون کے آگے پڑھ کے سنایا

مضمون صرف یہ تہا کہ پہلے یمامہ پر حملہ کرنا چاہیئے اور بس حضرت صدیق اکبر نے شرحبیل بن حسنہ اور عکرمہ بن ابی جہل کو سجاح کی سرکوبی کے لئے یمامہ روانہ کیا۔ خالد نے یہ ارادہ کر لیا تہا کہ شرحبیل اور عکرمہ کے ساتھ یمامہ مین آکے ملجائین لیکن جب بہادر سپاہ سالار نے سجاح کی دوسری خبر سنی تو توقف کیا ادہر شرحبیل اور عکرمہ مفصل کیفیت عرض کرنے کیلئے مدینہ مین واپس چلے آئے کہ دیکھئے اِن دو مدعیان نبوت کی آپس مین کیونکر نبڑتی ہے۔ خالد نے بہی بڑی عقلمندی کی کہ سجاح کے قلع قمع کرنے کے لئے آگے قدم نہین اُٹہایا اور یہ موقع خاموش ہی رہنے کا تہا کیونکہ دو دشمن اسلام ایک دوسرے سے ہمنبرد ہونے کی تیاری کر رہی تہی۔

غرض سجاح مع فوج جانب یمامہ روانہ ہوئی مسیلمہ سنتے ہی گہبرا گیا کہ سجاح لشکر کثیر کے ساتھ اُس پر چڑہی چلی آتی ہی مسیلمہ نے فوراً ایک سفارت سجاح کے پاس بہیجی تاکہ اِس مدعی نبوت کی غرض معلوم ہو جائے سفارت نے پیغام مسیلمہ کا اُسکے پاس پہنچایا۔ سجاح نے جواب دیا مجہے وحی آلہی ہوئی ہی کہ مین تمہارے ساتھ جدال قتال کرون بس سوا اِس کے میری کوئی غرض نہین ہے یہ سنتے ہی قاصد واپس چلے آئے مسیلمہ جسنے دعوی نبوت کیا تہا ایک چالاک شخص تہا وہ جانتا تہا اگر مین نے اِس عورت سے لڑکے اپنی قوت زایل کر دی تو پہر مسلمان آسانی سے مجہے ہڑپ کر جائین گے۔ وہ یہ بہی جانتا تہا کہ اِس عورت نے مثل میرے جہوٹا دعوی کیا ہے تو بہی اسکے ساتھ صلح کر لینا ہر طرح سے بہتر ہی۔ یہ خیال مسیلمہ کذاب کا بہت صحیح تہا اِس نے ایک خط دیکے پہر دوبارہ سفارت کو روانہ کیا۔ اِس خط کا مضمون یہ تہا کہ خداوند تعالی نے نصف زمین تو قریش کے قبضہ مین دیدی ہی اور نصف زمین کی مجہے بخشش کر کے مجہے محمد کے ساتھ نبوت مین شریک بنا دیا ہی اب اگر تو انصاف سے کام لے

تو نصف قریش والی زمین کے حق کا عزو علا تجھے مالک بنا دیگا اور اب چونکہ تجھپر وحی نازل ہوتی ہے تیری فرمانبرداری کرنی لازم اور ضروری ہوئی جب میری سفارت تیرے پاس پہنچ جائے مجھے اُمید ہے کہ تو اپنے خواص کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تاکہ مین تیری شیرین کلامی سے محفوظ ہوون ۔

زان لب شیرین تکلم یک سخن گر بشنوم ✤ تا قیامت آن سخن ورد زبان من شود

جب یہ خط سجاح نے دیکھا بہت خوش ہوئی اور کہا تم لوگون کی تعریف مین خدا نے ابھی مجھپر وحی نازل کی ہے تم وہ لوگ ہو جو شراب کو حرام کہتے ہو اور زناکاری جو کرتے ہو خدا اُسکا تمہین اجر عظیم دیگا ۔ غرض مسیلمہ کذاب کی سفارت کامیاب ہوگئے ۔ یمامہ چلی آئی اور سجاح کے مہربانی آمیز الفاظ سب وہو ادیئے ۔ مسیلمہ کذاب نے کہا کہ بیشک وہ عورت مرسلہ ہے اور اِس مین ہرگز شک نہین رہا ۔ تمہاری تعریف مین ایک وحی مجھپر بھی خداوند تعالیٰ نے نازل کی ہے ۔ تم ایسی ہی تعریف کے مستحق ہو ان دونون مین صلح ہوگئی اور سجاح اپنے خاص خاص ہمراہیون کے ساتھ مسیلمہ سے ملنے آئی ۔ کذاب نے اپنے قلعہ کے پاس ایک خیمہ نصب کرایا اور وہان بڑے تپاک سے آکے سجاح سے ملا ۔ سجاح نے اثنائے گفتگو مین کہا اے مسیلمہ کیا خدا نے اسوقت کوئی وحی بھیجی ہے ۔ مسیلمہ نے جواب دیا ہان ۔ سجاح بولی وہ وحی کونسی ہے ۔ مسیلمہ نے فرضی وحی سنادی اسمین سجاح کی بہت تعریف تھی ۔ یہ توصیفی جملے سنکے چالاک عورت بہت خوش ہوئی اور کہا بلاشک تو سچا پیغمبر ہے ۔ جب مسیلمہ نے اِس عورت کا التفات اپنی طرف دیکھا تو چکنی چپڑی باتون سے اُسے اپنے جال مین پھنسانے کیلئے یہ کہا کہ ہم دونون سچے پیغمبر ہین مناسب ہے کہ میرا اور تیرا نکاح ہو جائے ۔ کمبخت عورت پہلے ہی سے مسیلمہ کو نازک اندام دیکھکے اُسپر فریفتہ ہو چکی تھی اور اُس کی ساری ہوشیاری اور فرضی نبوت خاک مین ملچکی تھی نکاح کا نام سنتے ہی رضی

ہوگئی۔ نکاح لفظ بہی ایک فرضی تہا۔ دونون مین ناجائز تعلق ہوگیا اور خوص سجاح اپنا سا منہ لیکے واپس چلے آئے تین دن اور تین رات دونون اُسی خیمہ مین رہے اور اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتے رہی چوتھے روز سجاح اپنی فوج مین چلی آئی۔ لوگون نے پوچہا کہ تین دن تک کہان رہی سجاح نے کہا کہ مین نے مسیلمہ کے ساتہ نکاح کرلیا ہی کیونکہ ایک مرسلہ کے لئے مرسل کا ہونا مناسب ہے لوگون نے کہا تیرا مہر کیا بندھا سجاح نے جواب دیا کچہ بہی نہین لوگون نے طعنے دیئے اور کہا تو ابہی جا اور مہر ٹہیرا کے آ بغیر مہر کے نکاح نہین ہوسکتا۔ وہ عورت شرمندہ شرمندہ واپس آئی مسیلمہ نے دروازے بند کرادیئے اور آپ کوٹھے کی منڈیر پر چڑھکے بولا سجاح تو دوبارہ کیون آئی۔ سجاح نے کہا مہر لینے آئی ہون مسیلمہ نے کہا تیرے ساتہ کوئی موذن ہی عورت نے جواب دیا ہان شیث بن ربیع میرا موذن ہی۔ شیث کو بلا کے کہا تو اپنی قوم مین منادی کردے کہ فجر اور عشا کی نماز تم لوگون پر معاف کردی۔ یہ سُنکے سجاح اپنے لشکرگاہ مین واپس چلی آئی اور اس نے اپنے مصاحبون سے ساری کیفیت مہر کی بیان کردی۔ سجاح کی اس حرکت سے اُسکے سمجہدار معتقد بدظن ہوگئے اور آپس مین کہنے لگے ہمنے ناحق اِس عورت کے جال مین پھنسکے اپنا دین وایمان کہویا۔ یہ تو بڑی فاحشہ نکلی تین دن کمبخت مسیلمہ کے ساتہ رہکے آئی ہے اور اس نے اپنی عصمت اور عزت کا ذرا خیال نہین کیا۔ اب کس منہ سے خالد کے آگے جائین اور ہمین کیونکر جرأت ہوسکتی ہی کہ اُسکی خدمت مین حاضر ہوکے اپنی خطا کا ریونکا اقرار کرین اور گزشتہ اعمال بد سے تائب ہون ؎

باتو نشستن بکدام آبرو وزتو بریدن بچہ مردانگی

اخیر قبائل عرب باہم مشورہ کرکے اُس سے متفرق ہونے لگے اور اُنہوں نے یکے بعد دیگرے اِدہر اُدہر کھسکنا شروع کیا یہانتک کہ صرف چند آدمی ملازم رہگئے اور ساری جمعیت ٹوٹ

گئی۔ قبائل عرب کے شیوخ نے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں توبہ نامے بھیجے اور عفو تقصیر چاہا اور سب بطیب خاطر مسلمان ہو گئے۔ ساتھ ہی سجاح نے بھی اپنی نجات مسلمان ہونے میں ڈھونڈی اور اِس فساد عظیم کا اسطرح خاتمہ ہوا۔

مالک بن نویرہ کا قتل مالک بن نویرہ وہ رئیس تھا جو سجاح کے دام تزویر میں پھنس چکا تھا اور افتراق سجاح کے بعد موضع بطاح میں رہتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے جب خالد کو رخصت کیا ہے تو یہ ہدایت کر دی تھی کہ کسی قبیلہ یا موضع پر حملہ کرنے سے پہلے جاسوسوں کے ذریعہ سے یہ ضرور تحقیق کر لیا کرنا آیا یہاں اذان بھی دیجاتی ہے یا نہیں اگر اُس موضع سے اذان کی آواز سنائی دے تو کبھی اُدھر کا رخ نہ کرنا اور اگر اذان کی آواز نہ آئے تو وہاں کے رہنے والوں کو دعوت اسلام کرنا اگر وہ مسلمان ہو جائیں فبہا نہ مسلمان ہوں تو جزیہ کی درخواست کرنا جزیہ بھی نہ دیں تو اُن سے جنگ کرنا۔ خالد نے حضرت صدیق اکبر کی ہدایت پر عمل کر کے چارونطرف جاسوس بھیجدیئے جب خالد موضع بطاح پر پہنچے تو چند جاسوسوں نے تو یہ بیان کیا ہم نے اذان کی آواز سنی اور چند نے حلفیہ اِسبات کی شہادت دی کہ ہم نے کئی روز میں ایک وقت کی بھی اذان نہیں سنی سابق الذکر شہادت دینے والوں میں ابو قتادہ انصاری بھی تھے جنہوں نے باصرار خالد کو یقین دلایا تھا کہ میں نے اپنے کانوں سے موضع بطاح میں اذان سنی۔ مگر اِن متضاد بیانوں سے خالد کو اطمینان نہیں ہوا خالد بن نویرہ سے خود ملنے گیا کہ اِسبات کی پوری تحقیق ہو جائے آیا مالک مسلمان ہے یا نہیں۔ ملاقات ہونے کے بعد تنہا گفتگو میں مالک بن نویرہ جب سرور عالم حضرت رسالت پناہی کا ذکر کرتا تھا تو اِن حقارت انگیز الفاظ میں حضور انور کی طرف اشارہ کرتا تھا قال رجل کہ کذا یہ سنکے خالد کو

سخت غصہ آیا اور نہایت درشت لہجہ میں کہا اسے کہتے یہ تو کیا بکتا ہی پیغمبر ہمارا مرد تھا تیرا نہین تہا یہ کہکے اپنے سپاہیون کی طرف اشارہ کیا اُنھون نے مالک کی گردن اُتار لی۔

قتل کی دوسری روایت بعض تاریخون مین یہ لکہا ہے کہ جنگ کے بعد مالک بن نویرہ گرفتار ہوکے آیا تو خالد نے ایک محفوظ مقام مین کل قیدیون کے ساتہ نویرہ کو بہی نظربند کردیا شام کو جب سردی زیادہ ہوئی تو خالد کو اسیران جنگ پر رحم آگیا کہ شب کو یہ سردی مین نہ کڑجاین خالد نے حکم دیا کہ ایک شخص جاکے یہ پکار آئے کلمہ۔ اذاارادالله شیئا هیااصابه پکارنے والے نے ان الفاظ کو دوسرے پیرایہ مین پکارا جسکے معنی بنی کنانہ کے محاورے مین یہ ہوتے تھے کہ اسیران جنگ کو قتل کرڈالو اتفاق سے اُسوقت بنی کنانہ پہرہ پر تھے اُنھون نے آنکہہ بند کرکے سبکو قتل کردیا جون ہی خالد کو اِس افسوسناک واقعہ کی خبر ہوئی اُسکی زبان سے بیساختہ یہ نکل گیا اذاارادالله امراا صابه مالک کے قتل کے بعد خالد نے اِسکی بیوہ سے خود نکاح کرلیا۔

اصل واقعہ تو صرف اِسقدر ہی لیکن سنی شیعون مین خاص اس حادثہ قتل اور نکاح کی نسبت وہ وہ رد و بدل ہوئے ہین کہ کتابون کی کتابین بھری ہوئی ہین ہم اُن اعتراضات اور جوابات کو قلم انداز کرکے اصل واقعہ پر بحث کرتے ہین۔ ہمین ہرگز شبہ نہین کہ مالک بن نویرہ مسلمان نہین تہا کیونکہ جہوٹی مرسلہ سجاح کا مرید ہونا اور اسلام سے روگردانی کرنا مالک کا عیان ہوچکا ہے۔ تاریخ مین اِسکا کہین پتہ نہین لگتا کہ قتل سجاح کے مالک نے بہی بعد ازان اپنے ارتداد سے توبہ کی ہو رہا ابو قتادہ انصاری کا یہ شہادت دینا کہ مین نے اُس قبیلہ مین اذان ہوتی ہوئی سنی اِس امر کی کافی دلیل نہین ہوسکتا کہ مالک

مسلمان تھا۔ اُن کی یہ شہادت ضرور سچی ہو گی لیکن یہ ایسی شہادت ہی جس سے اصل مطلب کا پتہ نہین لگتا۔ جب اُسکا مسلمان ہونا کسی صورت سے ثابت نہین ہو سکتا پھر خالد اِسکی بیوہ سے نکاح کرنا کیونکر قابل اعتراض بن سکتا ہی۔

حضرت عمر کا اعتراض | جب اس واقعہ کی خبر مدینہ منورہ مین پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خالد پر صرف اسلیئے زیادہ غصہ آیا کہ اُس نے ابو قتادہ انصاری کی شہادت کو کیون نہین تسلیم کیا چنانچہ حضرت صدیق کے پاس آئے اور کہا کہ خالد نے یہ فعل کیا ہی اور ابو قتادہ انصاری کی شہادت کو مسترد کر کے مالک بن نویرہ کو قتل کر ڈالا اس پر ابو قتادہ نے قسم کھالی ہی کہ آئندہ سے خالد کے ماتحت ہو کے کبھی کام نہ کرون گا مناسب یہی ہے کہ خالد کو سپاہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر دیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر نے انکار کیا کہ یہ کبھی نہ ہو گا جس کی تلوار کافرون کے مقابلہ مین کھلی ہوئی ہو اور اسلام کی فتوحات کر رہا ہو اُسے مین موقوف کر دون۔ حضرت عمر نے باصرار کہا کہ خالد سپاہ سالاری کے قابل نہین ہی اُسے آپ ضرور معزول کر دین اُس نے بڑا جرم کیا ہے جب حضرت صدیق اکبر زیادہ مجبور ہوئے تو خالد کو ایک قاصد کے ہاتھ بلا بھیجا کہ مدینہ حاضر ہو۔ چنانچہ خالد حکمنامہ خلیفہ دیکھتے ہی بھاگون بھاگ مدینہ پہنچا۔ جب خالد مسجد نبوی مین پہنچا حضرت عمر نے غصہ مین اُس کی داڑھی پکڑ لی اور کہا مسلمان کو قتل کر کے اُس کی بیوی سے تو نے نکاح کر لیا خدا کی قسم مین تجھے سنگسار کرون گا اور ہرگز تجھے جیتا نہ چھوڑون گا۔ خالد نے حضرت عمر کی اس درشت کلامی کا مطلق جواب نہ دیا۔ حضرت عمر اُسے پکڑے ہوئے حضرت ابو بکر کے پاس لائے۔ حضرت صدیق نے کیفیت دریافت کی خالد نے کہا آپ عمر کو باہر کر دین تو مین مفصل کیفیت بیان کر دون حضرت صدیق نے فوراً حکم دیا عمر باہر چلے جاو اکیلا

کیا تو وہ غصہ تھا یا یہ اطاعت کہ گردن جھکا کے آپ سیدھے باہر چلے آئے اور ہونٹ تک
نہین کی جب خالد اور حضرت صدیق تنہا ہوئے تو خالد نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ آپ کو
یاد ہوگا مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ کہا ہے پھر بھلا آپ خیال فرما
سکتے ہین کہ سیف اللہ سوائے کافر کی گردن کے مومن کی گردن پر کیون چلنے لگی یہ سنکے
حضرت ابوبکر نے کہا فارجع من فرد لہ الی عملک خالد بہت خوش ہوئے اور شادان و
فرحان مسکراتے ہوئے باہر چلے آئے حضرت عمر رستہ مین بیٹھے ہوئے انتظاری کر رہی تھی کہ دیکھئے
کیا فیصلہ ہوتا ہی اور خالد کو کیا سزا دیجاتی ہی لیکن جب خوشی کی صورت مین خالد کو دیکھا تو آپ
سمجھ گئے خالد بچکے نکل آیا اور پھر آپنے ایک لفظ بھی زبان سے نہین کہا۔

حضرت عمر کا خیال | حضرت عمر کا خیال بالکل صحیح تھا آپ سے ابو قتادہ نے قسم کھا کے کہا تھا
کہ مین نے خود گروہ مالک مین اذان کی آواز سنی اور خالد نے میری شہادت کو بلا وجہ تسلیم
نہین کیا چونکہ آپ مین جوش اسلام بہت تھا اور آپ غصیلے بھی بہت تھے ابو قتادہ کی
گواہی پر بھڑک اُٹھے اور خالد کو اِس جرم مین سزا دینی چاہی۔ مگر ابھی تک معاملہ طے نہین ہوا
تھا خالد کی صورت دیکھکے آپ کو ضرور غصہ ہوتا تھا اور یہ بھی کہنا زیبا تھا کہ تو نے ایک مسلمان
کو قتل کرکے اُسکی بیوہ سے نکاح کیا ہی تجھے سنگسار کرنا چاہئے اِن تمام جوشیلی باتون اور دہمکیون
سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ حضرت عمر کو خالد کے مجرم ہونے کا کامل یقین تھا آپنے حضرت ابوبکر
پر اسی بات کا زور دیا تھا کہ خالد کو معزول کرکے اِس امر کی تحقیقات کرنی چاہئے مگر جب مطلع
صاف ہوگیا تو حضرت عمر نے سوائے نیچی گردن کر لینے کے اور کچھ نہین کیا جس سے یہ معلوم
ہوتا تھا کہ ابتدائی زیادتی سے آپ نادم تھے۔ اگر آپ اُسے مجرم سمجھتے تو ضرور اپنے زمانہ
خلافت مین اُسے سنگسار کراتے مگر آپنے ایسا نہین کیا۔

اگر شیعی روایتوں کے بموجب ہم مالک بن نویرہ کو مسلمان تسلیم کریں تو پھر یہ سوال باقی رہتا ہے
کہ آیا خالد جیسا جوشیلا مسلمان سپاہ سالار صرف ایک حسینہ عورت کے لئے اسقدر قتل و غارت
کرسکتا تھا اور اگر یہ بھی مان لیں کہ اس نے مالک کی بیوہ کے لئے یہ سارا جدال و قتال کیا
تو پھر اُن ہزارہا صحابہ رسول کریم پر حرف آتا ہے جو خالد کی ماتحتی میں جنگ کر رہے تھے جس طرح ابو
قتادہ انصاری نے خالد کی ماتحتی میں کام کرنے سے قسم کھالی تھی دوسرے صحابہ نے جو اس سے
بھی زیادہ جلیل القدر تھے ایسا کیوں نہیں کیا حالانکہ خالد کا اُن پر کچھ دباؤ نہیں تھا جسطرح ابو قتادہ
کا کچھ نہ کرسکا اُن کا بھی کچھ نہ کرسکتا تھا۔ مگر کسی نے ہونٹ نہیں کی سب نے خالد کو اپنا سردار
تسلیم کیا۔ اور نہ کوئی شکایت حضرت ابوبکر کے پاس بھیجی کہ خالد نے یہ حرکت کی۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ خالد کی یہ کارروائی منصفانہ تھی اور کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہ تھی نہ کسی
تاریخ میں مالک بن نویرہ کی بیوی کی کوئی شکایت درج ہے اگر وہ مظلوم ہوتی اور اُسکا
خاوند اسلام کی حالت میں قتل ہوتا تو وہ ضرور خالد کے خلاف خلافت کبریٰ میں دعویٰ دائر
کرتی اور اُس سے قصاص چاہتی۔ مگر ان میں سے ایک بات بھی نہیں ہوئی پھر کیونکر
ثابت ہوسکتا ہے کہ مالک ناحق مارا گیا۔

مسیلمہ کذاب کا قتل | جب خالد بن الولید الزام سے بری ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق نے
حکم دیا کہ فوراً یمامہ پر چڑھائی کرکے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی جائے۔ خالد خلیفہ کے احکام
لیکے روانہ ہوئے اور بہت پھرتی سے اپنے لشکر میں پہنچے اور ہر قسم کا سامان حرب اور رسد
وبار برداری وغیرہ جمع کرکے اِس صورت سے لشکر کی ترتیب دی۔ انصار کو علیحدہ کیا اور
اُن کی فوج کی کمان ثابت بن قیس کو سپرد کی اور مہاجر کا کمان افسر ابو حذیفہ بن عتبہ
بن ربیعہ و زید بن الخطاب کو بنایا اور حکم دیدیا کہ ان کمان افسروں کی خلاف ورزی نہو

اور انکے ہر حکم پر سر تسلیم خم کیا جائے آپ کل فوج کا سپہ سالار بنا اور یمامہ کی طرف اپنے گھوڑے
کی باگین اُٹھائین۔ اور موضع ایاض کو اپنا لشکر گاہ بنایا کیونکہ یہ موضع یمامہ پر حملہ کرنے
کی جان تہا۔ اِسی اثنا مین خالد کی فوج بدرقے نے ایک جماعت کو گرفتار کیا جو گھوڑون کی
باگین ہاتھون مین لئے ہوئے سو رہے تھے۔ یہ جماعت کی جماعت گرفتار ہوکے خالد کے
پاس آئی۔ خالد نے اُن سے سوالات کئے تو معلوم ہوا کہ وہ مسیلمہ کذاب کے معتقدون
مین تھے خالد نے دعوت اسلام کی لیکن اُنہون نے قبول نہین کی سب کو قتل کا حکم
دیا گیا۔ جب سارِیہ بن عامر و مجاعہ بن مرارت کی نوبت آئی تو ساریہ نے کہا اے خالد تو
انہین قتل نہ کر یہ تیری آئندہ بڑی امداد کرینگے کیونکہ یہ مسیلمہ کے خاص صاحبون مین ہین
اور انہین کل حالات اچھی طرح معلوم ہین خالد نے اُنہین فوراً چھوڑ دیا لیکن اپنی فوج
کی نگرانی مین سپرد کر دیا۔

اِسوقت مسیلمہ کی حالت بہت ہی اچھی تھی جمعیت کے زیادہ ہونے سے وہ بہت
قوی بن گیا تہا۔ اِسکی عجیب کیفیت ہی جس صورت سے اِس نے قوت حاصل کی وہ بہت ہی
دلچسپ ہے ایک شخص نہار الرجال نامی حضور انور کی خدمت مین حاضر ہوکے مشرف باسلام
ہو گیا تہا جب وہ یمامہ آیا تو مسیلمہ کذاب کا معتقد بنگیا اور اسلام سے اُس نے روگردانی
کی اور بنی حنفیہ کے بھرے مجمع مین لوگون کو دہوکا دینے کیلئے یہ بیان کیا کہ مجھ سے خود محمد
عربی نے کہا کہ نبوت مین مسیلمہ میرا شریک ہی یہ سنتے ہی بنی حنفیہ مسیلمہ پر ایمان لے آئے کہتے ہین
جب خالد نے یمامہ پر چڑہائی کی ہی تو مسیلمہ کے پاس چالیس ہزار فوج تہی۔

ایک دن مسیلمہ کے خاص مصاحب نے جو اُسکے بہت سے راز جانتا تہا یہ دریافت کیا کہ
سچ بتا یہ کیا بات ہی آیا تو درحقیقت نبوت مین محمد کا سہیم ہی یا نہین مسیلمہ نے کہا اصل یہ ہے کہ جتنا

ہے تو بات یہ ہو کہ ایک اندھیری رات کو ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھسے یہ کہا

اشھد انك کاذب وان محمدا صادق مین ہرگز نبی نہین ہون لیکن یہ جاہ وثروت جو مین نے

پیدا کی ہی بغیر دعوی نبوت کے ممکن نہ تہی ۔

معتبر تاریخون مین لکھا ہی کہ جب سجاح کا خاتمہ ہوگیا اور خالد کو اسکے فکر سے فرصت ملی

تو اس بہادر سپاہ سالار نے بنی تمیم کی سرزمین پر موضع بطاح مین اپنی فوجین ڈالدین اور

حضرت ابو بکر کو مفصل کیفیت لکھکے بھیجدی اور مزید احکامات کا منتظر رہا ۔ اس عرصہ مین

مسیلمہ کی قوت بڑہتی گئی اور وہ نہار الرجال اور محکم بن الطفیل کی جہوٹی شہادتون سے

زور پکڑتا گیا جب خالد کے حملہ اور یلغار کی خبر اُسے معلوم ہوئی تو اسنے محکم بن الطفیل اور

بڑے بڑے ملکی سردارونکو بلا کے کہا تمہین معلوم ہی کہ خالد لشکر جرار لیکے تمہارے ملک کو زیروزبر

کرنا چاہتا ہی اور اس کا ارادہ ہی کہ بالکل برباد کردے اب تمہین جان توڑ کے جنگ کرنی

پڑے گی اگر تم قدم جما کے لڑے تو خالد کو مار لینا کچھہ مشکل نہین ہی ۔ اعیان یمامہ نے کہا اے

پیغمبر تو غم نہ کہا ہم جان ہتیلی پر رکھکے میدان جنگ مین جائین گے اور خالد کو مزا چکھا دینگے

کیا تو وہ اسی میدان مین کھیت رہا اور یا مدینہ بہاگ کے چلا گیا ۔ تو دیکھیو ہم کیا کرتے ہین

اور کیا جوہر شجاعت دکہاتے ہین محکم بن الطفیل نے اعیان یمامہ کا دل بڑھانے کیلئے

انکی حوصلہ مندی کی ان الفاظ مین تعریف کی ”احسنتم نعم الرجال انتم“

خالد نے سب سے پہلے بیس آدمی بطور فوج بدرقہ دیا مسیلمہ مین بہیجے اور حکم دیدیا کہ یمامہ کا

جو شخص ملے اُسے گرفتار کرلاؤ ۔ یہ چہوٹی سی فوج بدرقہ روانہ ہوئی تہوڑی دور جانے نہ پائی تہی

کہ چند آدمی رستہ مین ملے ۔ ان آدمیون مین ایک شخص مجاعۃ بن امران تہا اور دوسرا ماریہ

بن عامر تہا ۔ یہ دونون سرداران یمامہ مین سے تہے مسلمانون کی جماعت نے پوچہا تم

تھین ہرگز نہین چھوڑ نے کے انہون نے نکل جانے کی بہتیری کوشش کی لیکن جماعت اسلام نے انہین گرفتار کرکے خالد کے حضور مین حاضر کیا خالد نے دریافت کیا تمہارا اعتقاد کیا ہی سب آدمیون نے کہا کہ ہماری طرف سے مجاعہ جوابدے گا جو کچھ دریافت کرنا ہی اس سے دریافت کرو۔ خالد نے مجاعہ سے خطاب کیا مجاعہ نے جوابدیا مین اور ساریہ حضور انور رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ حیات مین مدینہ گئے تھے اور حضور انور کا شرف ملازمت حاصل کرکے مشرف باسلام ہو گئے تھے جب ہم یمامہ واپس آئے تو یہان ہم نے مسیلمہ کذاب کا زور دیکھا محض اس خیال سے کہ یہ ہمارے اہل وعیال اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو برباد کردیگا ظاہر طور پر اسکے معتقد ہو گئے ورنہ ہم اصل مین اسے کذاب اور گمراہ جانتے ہین۔ اسکے بعد ساریہ نے کہا اے امیر (خالد) اگر تو یمامہ پر قبضہ کرنا اور مسیلمہ کا قلع قمع چاہتا ہی تو ہمین قتل نہ کرہم آگے چلکے تیری بہت امداد کرینگے۔ خالد نے انہین فوج کی حفاظت مین دیکے باقی گمراہونکو قتل کردیا۔ اور فوج کو روانگی کا حکم دیدیا۔

خالد بڑھتے بڑھتے موضع عقربا نامی پر پہنچا۔ اور اس موضع پر قبضہ کرکے اپنی فوجین فنون حرب کے مطابق ڈالدین یہ مقام جنگ کی جان تھا اور بالکل مسیلمہ کے حصار کے روبرو مین واقع تھا اور یہان سے خاطر خواہ حصار پر حملہ ہوسکتا تھا۔ گویا اسکو یمامہ کی کنجی سمجھنا چاہیئے۔ مسیلمہ بھی اپنی فوج سے تیار تھا اس نے حصار مین محصور ہو کے جنگ کرنی بہتر نہ سمجھی اپنی فوج کو باہر نکال لایا اور خالد کے مقابل مین خیمہ زن ہوا۔ اور اپنی تمام فوجون کی ترتیب نہایت خوش اسلوبی سے کرکے اور میمنہ اور میسرہ کو درست کرکے اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ جن پر اسے بہت بڑا اعتماد تھا قلب لشکر مین قیام کیا۔

خالد نظر غور سے مسیلمہ کی ترکیب فوج اور آمادگی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھی اپنی فوج

فوج کو آراستہ کرنا شروع کیا۔ زید بن الخطاب کو میمنہ مین بہیجا اور زید بن الحارث کو میسرہ مین نامزد کیا دو نون فوجین آگے بڑہین اور تلوارون پر ہانہ پڑے۔ سب سے پہلے مخالف طرف کا ایک شخص نہار نامی زید بن الخطاب کے ہانہ سے مارا گیا کیونکہ اس نے میمنہ پر بڑی بیجگری سے حملہ کیا تہا۔ لیکن اکثر مورخون کا اسپر اتفاق ہی کہ سب سے پہلے میدان جنگ مین اسلام کا بہادر سپاہ سالار خالد بن الولید گہوڑا کدا تا ہوا نکلا تہا۔ اور سب سے پہلے سیف اللہ نے رجزیہ اشعار پڑہکے مخالفین پر حملہ کیا تہا۔ جو شخص آیا وہ خالد کی تیغ آبدار کا نذر ہوا اور بالآخر یہ بے نظیر شجاع فتح پا کے پہر اپنی جگہ پر آکھڑا ہوا۔ طبری کا بہی قول ہی کہ خالد نے سب سے پہلے اپنی لاثانی شجاعت کے جوہر دکہائے تھے۔ پہر اسلامی لشکر مین سے عمار بن یاسر آیا بڑے زور شور سے رجز پڑہی اور مخالفون کی کثیر تعداد کو خاک و خون مین لتہڑ کے بفتح و ظفر مراجعت کی ابہی اپنی جگہ پر نہ پہنچا تہا کہ مخالفین مین سے ایک شخص نے آواز دی جاتا کہان ہی کہڑا رہ عمار بن یاسر واپس پہر اجا می نے وار کیا کہ عمار کا کاسہ سر اڑ گیا اور شرشر خون بہنے لگا تو بہی بہادر عمار نے اسی مجروحی حالت مین پلٹ کے ایک ایسا ہانہ تلوار کا دیا کہ جامی کی گردن اڑ گئی۔ پہر لشکر اسلام کی طرف سے حارث بن الہشام المخزومی صف مین سے نکل کے میدان مین آئے اور اسیطرح رجزیہ اشعار پڑہکے میمنہ پر گر پڑے اور چند یمامیون کو تہ تیغ کر کے بفتح و ظفر واپس چلے آئے۔

زید بن الخطاب کی بہادری بہی تعریف کے قابل ہی یکے بعد دیگرے پانچ آدمیونکو قتل کر کے سخت مجروح ہو گئے اور خون آپکے جسم سے اسقدر بہا کہ عین میدان مین شہید ہو گئے اسلام کا علمبردار سالم مولی ابو حذیفہ بہی اسی روز شہید ہوا۔ اسیطرح اور بہی کئی شجاعان اسلام مارے گئے مسیلمہ کی فوجون کی تعداد مسلمانون سے کئی درجہ زیادہ تہی دوسرے ابی حنیفہ

کے لوگ بڑے بہادر مشہور تھے۔ مسیلمہ نے اپنی کثرت تعداد پر بھروسہ کرکے یکبارگی حملہ کا حکم دیدیا حکم ہوتے ہی بجلی کی طرح دشمن اسلامی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ اب دست بدست لڑائی شروع ہوئی۔ بڑی بھاری خونریزی ہوئی تین سو صحابہ رسول مقبول شہید ہوئے۔ ظہور اسلام سے اسوقت تک یہ پہلی جنگ ہو کہ جس مین تین سو صحابہ شہید ہوئے ہون دشمن مسلمانون کی صفین چیرتا ہوا سیدھا خالد کے ڈیرہ کے پاس پہنچا مسلمانون مین ایک تہلکہ عظیم برپا ہوگیا اور اِن کے قدم اُکھڑ گئے۔ مخالف خیمہ مین گھس آئے اور چاہا کہ مالک بن نویرہ کی بیوہ کو جو خالد کے نکاح مین آچکی تھی گرفتار کرین۔ اتفاق سے مجاعہ یمامہ کا سردار اسی خیمہ مین نظر بند تھا اِس نے منع کردیا خبردار اِس نیکبخت عورت کو ہاتہ نہ لگانا۔ اِس نے مجھپر طرح طرح کی مہربانیان کی ہین اور بڑی خاطرداری سے پیش آتی رہی ہو۔ مسلمانون کے قدم اُکھڑتے دیکھکر خالد دل شکستہ ہوئے اپنے باڈی گارڈ کے ساتہ دشمن پر گر پڑا خوب ہی گھمسان کی لڑائی ہوئی مگر نتیجہ کچھہ نہ نکلا۔ خیر شام ہوگئی اور دونون فوجون نے اپنے اپنے خیمون مین قیام کیا۔ علی الصباح پھر طرفین کی صفین آراستہ ہوئین غنیم کی فوج مین سے سب سے پہلے جو شخص میدان جنگ مین آیا وہ سپہ سالار یمامہ تھا۔ اِس کا نام محکم بن الطفیل تھا۔ اِس نے مسلمانون کے قریب آکے رجزیہ اشعار پڑھنے شروع کئے اور مسیلمہ کی بے انتہا تعریف کرنے لگا ثابت بن قیس انصاری اُسکے مقابلہ مین آئے باہم نیزے اور تلوارین چلین آخر محکم مارا گیا بعض مورخون کا یہ قول ہو کہ مالک یا عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے محکم کو میدان جنگ مین تہ تیغ کیا تھا۔ ثابت نے محکم کے قتل کرنے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ دشمن کی صفون پر جا پڑے اور آخر وہ دو ہاتہ لڑکے شہید ہوگئے۔ آپکے شہید ہونیکے بعد بن ثابت العوام

برادر زبیر گھوڑا کداتے ہوئے میدان جنگ مین آے لیکن آپ کا کام دشمن کے ایک
بھالے سے تمام ہوگیا پھر مسلمانون کی صفون سے براءابن عازب شمشیر برہنہ لیکے نکلے آپنے
بڑی کامیابی حاصل کی اور متعدد جنگجوون کو قتل کرکے پھر اپنی جگہ پر آگئے - دشمن نے جب
یہ دیکھا کہ تنہا جنگ مین کامیابی محال ہو اُس نے یکلخت ہلہ کردیا اور اب ایک عام جنگ
صفون مین چھڑ گئی - بڑی دیر تک دست بدست لڑائی ہوتی رہی - مسلمانون کی تعداد
بہت کم تہی اُن کے قدم اُکھڑ گئے - جب خالد نے یہ صورت دیکھی زور سے غل مچا کے کہا
آے مسلمانون خدا سے ڈرو اور روز جزا کا خوف کہاؤ بڑی شرم کی بات ہو تم ابوبکر کو جا کے
کیا صورت دکہاؤگے مین تمہین کبھی التفات کی نظرون سے نہین دیکھنے کا تعجب ہے کہ تم
مسلمان ہوکے دشمنونکے آگے سے بہاگتے ہو - یہ سنکے مسلمانون کو جرات ہوئی وہ بڑے
جوش سے پسپا ہوتے ہوتے پھر حملہ آور ہوئے - ایک خونریز جنگ ہوئی عبدالرحمن بن ابی بکر
اسی جنگ مین شہید ہوئے - کشتون کی تعداد اندازہ سے زیادہ ہوگئی - ایک ہزار کے قریب مخالفین
مارے گئے - خالد نے چند سپاہیون کے ساتھ مسیلمہ پر حملہ کیا اور بڑی دقت سے اُس تک پہنچے
مسیلمہ بھی خوب لڑا اخیر جانبر نہ ہوسکا اُس کا سر وہین خاک خون مین لتھڑا ہوا ملا مسلمان
ایسی لڑائی آجتک نہ لڑے تھے اور نہ اِس مقام پر کبھی پہونکا اتنا کھیت پڑا تھا چونکہ یہان قتل و
خونریزی بہت ہوئی تہی اسلیئے اِس موضع کا نام حدیقۃ الموت پڑگیا -

مسیلمہ کی لاش کی تلاش | جب خالد کو کامل فتح ہوچکی تو مسیلمہ کی لاش تلاش کرنے کیلئے
مجاعہ کو ساتھ لیکے نکلے - ایک کرانڈیل شخص نظر پڑا خالد نے کہا کیا یہی مسیلمہ ہو مجاعہ نے
کہا نہین یہ محکم بن الطفیل سپاہ سالار یمامہ ہو - پھر آگے بڑھکے ایک شخص پر نظر پڑی جو زرد
رُو نازک اندام اور لاغر چہرہ کا تھا مجاعہ نے دیکھتے ہی کہا یہی مسیلمہ ہو جس نے نا اپنا بھلا کیا

نہ ہمارا۔ خالد نے کہا افسوس ہے تم لوگون پر کہ اس حقیر شخص کے لیئے تم نے دین محمدی سے روگردانی کی۔ مجاعہ نے کہا یا ابا الامیر مصلحت یہی ہے کہ اب بنی حنفیہ سے مصالحت کرلین یہ سنکے خالد پس و پیش کرنے لگے۔ پہر مجاعہ نے کہا آپ پس و پیش نہ کیجیے قلعہ مین ہزارہا جنگجو بھرے ہوئے ہین اگر جنگ چھڑ گئی تو بڑی دقت ہو گی۔ خالد نے بہی مصالحت کرنی مناسب جانی مجاعہ نے قلعہ کی دیوارون پر سب اہل قلعہ کو بلایا اور تمام فراز و نشیب سمجہا کے اُنہین صلح پر آمادہ کیا۔

صلح کی شرطین معاہدہ مین یہ شرطین کی گیئن کہ کل زر و سیم و سلحہ اور لے مویشی اور نصف خادم خالد کے سپرد کیئے جایئن اور خالد بغیر قبضہ یہان سے چلا جائے۔ خالد نے ان شرطون پر صلح کرنی منظور کی۔ مجاعہ قلعہ مین گیا اور پہر خالد کے پاس آیا کہ اہل قلعہ ۱/۴ دینے پر رضامند ہین اگر آپ منظور کرتے ہین تو صلح ہوتی ہے ورنہ آپ کو اختیار ہے خالد نے بالآخر اسی پر اکتفا کیا جب عہدنامہ ہو چکا تو قلعہ کے دروازے کہولدیئے گئے خالد معہ فوج قلعہ مین داخل ہوا دیکہا کہ سوائے بچون اور عورتون کے اور کوئی شخص نہین ہے۔ یہ دیکھکے مجاعہ پر بڑا غصہ آیا خالد نے للکار کے کہا تو نے مجھسے جہوٹ بولا کہ قلعہ مین ہزارون جنگجو بھرے پڑے ہین۔ مجاعہ نے کہا جنگجو کہان رکھے ہین سب اِسی میدان مین قتل ہو گئے ہین نے تو بقیۃ السیف کے بچانے کیلیئے یہ ترکیب کی تہی۔

یہ فتح مسلمانونکو بہت بڑی فائدہ مند ہوئی اس سے مسلمانون کے قدم جمگئے اور انمین ایک شوکت پیدا ہو گئی۔ مخالفونکے دلومین ہیبت بیٹھگئی اور یہان سے انکی ترقی فتوحات کا زمانہ شروع ہوا

(حضرت ابو بکر صدیق کی وفات)

دو سال اور تین مہینے خلافت کرنے کے بعد ابو بکر صدیق مریض ہو گئے حالت مرض مین

آپنے حکم دیدیا تھا کہ میرے بجائے عمر نماز پڑہائین۔ جب مرض کی بہت شدت ہوگئی اور آپکو
اپنی زندگی سے مایوسی ہوئی تو آپنے ایک تحریر حضرت عمر کی خلافت کے بارے مین
لکھدی اور حکم دیا کہ لوگون مین یہ تحریر پڑھکے سنا دیجائے چنانچہ وہ شخص نوشتہ لیکے
مسجد مین آیا اور مسلمانون کو جمع کرکے سنا دیا۔ اُسکا مضمون یہ تہا کہ مین نے عمر کو تمہارا
والی کیا ہی تم اُسکی اطاعت کرنا۔ باستثنا چند سب نے یکزبان ہو کہا "سمعنا و اطعنا" لیکن چند آدمیون
نے ہون ہان کچہہ نہین کی اُنہین سے طلحہ بن عبید اللہ حضرت ابو بکر کے پاس آیا اور کہا مین نے
سنا ہی کہ تو عمر کو اپنے بعد خلیفہ بنانا چاہتا ہی اور تجہے اُسکے انجام کا کوئی خوف نہین ہے" حضرت
ابو بکر نے جوابدیا شاید تو عمر کو خلافت کے قابل نہین جانتا حالانکہ مین نے سوچ سمجھہ کے
اُسے خلافت دی ہی وہ خلافت کے لائق ہی۔ طلحہ نے جوابدیا عمر تند مزاج اور غصیلہ ہے
تو خود دیکھہ چکا ہی کہ اُسکے غصہ اور درشتی سے لوگون نے تیری ہی آنکھون کے سامنے کیا کیا
صدمے اور نقصان اُٹھائے ہین۔ خدا نخواستہ اگر تو نے وفات فرمائی اور ہم تیری صحبت
سے محروم ہوگئے تو پہر ہمین دیکھئے روٹیان ہی ملتی ہین یا نہین۔ خداوند تعالی تجہسے
سوال کریگا کہ تو رعایا کو کس کے سپرد کر آیا اور اُنکا کسے سردار بنا کے آیا ہی تو تو کیا جوب
دیگا۔ یہ سنکے حضرت ابو بکر متغیر ہوگئے کچہہ دیر تامل کرکے فرمایا اے طلحہ تو مجہے عذاب الٰہی
سے ڈراتا اور موت سے اندیشہ مند کرتا ہی یاد رکھ جب مین اپنے اصلی وطن جاؤنگا اور
بادشاہ لم یزلی مجہہ سے سوال کریگا کہ میرے بندونکو تو کس پر چہوڑ آیا تو مین عرض کرونگا
کہ بہترین خلائق کو اُنکا خلیفہ بنا کے آیا ہون اور اُنہین ایسے شخص کے سپرد کرکے آیا ہون
جو آدمیون مین زیادہ پرہیزگار ہی۔

اسکے بعد آپنے دوات قلم مانگی اور حضرت عثمان سے کہا میرا وصیتنامہ لکھو

چنانچہ آپنے وہ وصیتنامہ تحریر کیا جسکا خلاصہ یہ ہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ابو بکر وصیت
کرتا ہو اُسوقت کہ دنیا مین اُسکا اخیر عہد ہو اور عقبیٰ مین اِسکا سب سے پہلا عہد ہو کیونکہ وہ
دار فنا سے دار بقا کا کوچ کرتا ہو کہ مین نے اُمت محمدؐ پر عمر بن الخطاب کو خلیفہ کیا اگر وہ
سالک طریق حق اور انصاف پسند ہو اور اچھی خصلت رکھتا ہو اور رستی شعار ہو تو فبہا
اور جو ظالم ہو اور اُس سے بداطواری پائی جائے اور مسلمانوں کو اُسکی خلافت مین تکلیفین
پہنچین تم ہرگز اُسے خلیفہ نہ بنانا۔ پھر آپنے حضرت عمر کو بلا کے ہر طرح سے سمجھایا بجھایا
اور نصیحت کی باتین کین جب حضرت عمر کو یہ معلوم ہوا کہ مجھے اِسلئے بلایا ہو تو آپنے
حضرت ابو بکر سے صاف کہا مجھے خلافت کی ضرورت نہین ہو۔ اے خلیفہ رسول
خلافت تجھہی جیسے شخص کو زیبا ہو۔ حضرت ابو بکر نے محبت آمیز باتین کر کے حضرت
عمر کو خلافت پر راضی کیا۔

دوسری روایت | جب حضرت ابو بکر نے حضرت عثمان سے وصیت نامہ لکھوانا شروع
کیا تو آپنے یہ فرمایا کہ "ابو بکر کے بعد خلیفہ" بیہوش ہوگئے حضرت عثمان نے کچھ توقف
کے بعد خلیفہ کے آگے لفظ عمر لکھدیا جب حضرت ابو بکر کی آنکھ کھلی تو دریافت کیا
تو نے کیا لکھا حضرت عثمان نے کہا کہ عمر آپنے فرمایا کہ رحمک اللہ وجزاک اللہ خیرا
اگر تو اپنا نام ہی لکھدیتا تو کیا مضائقہ تہا یہ سنکے حضرت علی نے کہا کہ ہم عمر کے ہوتے
دوسرے کو اپنا خلیفہ نہین بنا سکتے۔ حضرت ابو بکر نے حضرت علی کو دعا دی اور
بہت تعریف کی۔ اور کہا اے علی ہم سب تیرے کارگزار ہین اصلی سردار ہمارا تو ہی ہے
ہم مثل ستارون کے ہین اور تو ہمارا ماہ منیر ہے۔ پھر آپنے جمیع صحابہ کو بلا کے نصیحت کی
کہ مین نے عمر کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ ہرگز اُس کی مخالفت نہ کرنا

اور کبھی اسکی اطاعت سے جی نہ چرانا طلحہ جسے خلافت کی خود بڑی خواہش تھی بولا اسے ابوبکر یہ کام بہت بڑا ہی آپکو سوچ سمجھکے اِس کام کو کرنا چاہئے ایسے امر عظیم کے فوری فیصلے نہین ہوا کرتے۔ اسپر حضرت علی نے جواب دیا سن لے طلحہ سوائے عمر کے ہم کسی کی ہاتھ پر بیعت نہین کر سکتے خدا کی قسم اس بارگران کا تحمل سوائے اسکے اور کوئی نہین کر سکتا پھر چند جملے حضرت عمر کی تعریف مین کہکے حضرت صدیق سے (حضرت علی نے) خطاب کیا "اے خلیفہ رسول اللہ آپکا پسندیدہ ہمارا پسندیدہ ہی آپکی رضا کیساتھ ہماری رضا ہی سب لوگ جانتے ہین کہ مدت الحیات احسن طریقہ سے تو نے زندگی بسر کی اور تو نے اُمت محمدی کو ہمیشہ مہربانی کی نظر سے دیکھا خدا تجھو اسکی جزائے خیر دے اور تیری مغفرت کرے۔

حضرت عائشہ کا بیان ہی کہ جب اصحاب اُٹھکے چلے گئے تو ہم حجرہ مین آئے حضرت صدیق پر بیہوشی طاری تھی یہ دیکھکے شور ماتم برپا ہوا غل و شور سے حضرت صدیق رض نے آنکھین کھولدین اور اپنے بیٹے سے کہا باہر جاکے دیکھ دروازہ پر کون ہی اور یہ غل و شور کاہے کا ہی میرا بھائی باہر گیا پھر واپس آیا اور عرض کیا رسول خدا کے اصحاب باہر کھڑے ہین اور چاہتے ہین کہ اُنہین اندر آنے کی اجازت دیجائے حضرت صدیق نے اُنہین اندر آنیکی اجازت دی اُنہون نے کہا اے ابوبکر ہم نے سنا ہی کہ تو نے عمر کو خلافت پر مقرر کیا ہی حالانکہ وہ بہت تند خو ہی تو خدا کے ہان جاکے کیا جواب دیگا کہ ایسے تند خوا اور درشت مزاج شخص کو مسلمانون کا سردار بناتا ہی (حضرت عائشہ کا بیان ہی) حضرت صدیق یہ سُنکے ایسے غصہ ہوئے کہ مین نے کبھی اُنکو ایسے غصہ مین نہین دیکھا۔ کچھہ دیر تامل کے بعد بولے تم مجھے غضب باری سے ڈراتے ہو اگر خداوند تعالیٰ مجھسے سوال کرے گا کہ حل و عقد اُمت کو تو کسے سونپکے آیا ہی تو مین یہ جواب دونگا کہ بہترین مخلوق اور متقی کو مین تیرے رسول کی

اُمت پر نگران کر کے آیا ہون اور مین نے اِس شخص کو مقصدی امور خلافت بنایا ہی جو تیری رضا مین رہتا ہی اور مخلوق کی خوشنودی کیلئے تیری خوشنودی سے ہرگز بے پروا نہین ہوگا اسکے بعد حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کی توصیف و ثنا کی اور اِن لوگو نکو سمجھایا جس سے وہ رضامند ہو گئے اور وعدہ کیا کہ ہم آپکی وصیت پر عمل کرینگے۔

حضرت صدیق کا قرض جب مرض کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت صدیق نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ کو بلا کے کہا تیرا باپ چند درمون کا مقروض ہی کیا وہ درم ادا کر کے اُس کو قرض سے خلاصی دلوا دے گی یا نہین حضرت عائشہ نے کہا مین ضرور اے باپ تیرا قرضہ ادا کر دونگی۔ پھر حضرت صدیق نے فرمایا اے بیٹی موت قریب آ گئی اور میری عمر کا ایک

دفنانے کی وصیت حصہ بھی باقی نہین رہا جب مین مرجاؤن اور میری تجہیز و تکفین ہو جائے تو مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر لیجائیو اور دروازہ پر رکھکے آواز عرض کیجیو یا رسول اللہ ابو بکر دروازہ پر موجود ہی اور اجازت چاہتا ہی اگر اجازت ملجائے تو رسول خدا کی قبر مین مجھے دفن کر دیجیو اگر اجازت نہ ملے تو بقیع مین مجھے دفن کر دیا جائے اور اُسوقت یہ کہا جائے "انا للہ وانا الیہ راجعون" یہ کلمات آپنے یکشنبہ کے روز فرمائے اور دوسرے روز دوشنبہ کو آپکی وفات ہو گئی۔

وفات جب حضرت صدیق کی وفات کی خبر ہوئی کل صحابہ آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے اور مدینہ ماتمکدہ بنگیا تھا غرض حسب وصیت آپکی تجہیز و تکفین کر کے روضہ مبارک کے دروازہ پر آپکا جنازہ لیگئے اور اسیطرح پکار کے کہا یا رسول اللہ ابو بکر حاضر ہی اور اجازت چاہتا ہے فوراً آواز آئی کہ ابو بکر آئے اجازت ہی۔ اسکے بعد آپکو حضور سرور دو عالم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو مین دفن کیا۔ قبر مین حضرت عمر عثمان اور طلحہ نے اُتارا اور

قبر کو مسطح کر کے اسپر پانی چھڑک دیا۔

وفات کا سبب جو سبب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ہوا وہی سبب حضرت صدیق اکبر کی وفات کا ہوا یعنی حضور انور کو یہودن نے زہر آلود گوشت کھلا دیا تھا۔ اور اسی زہر کا اثر تھا کہ آپ کو بخار چڑھا اور وفات ہوگئی اسیطرح یہودیون نے حضرت صدیق کو بھی زہر کھلا دیا تھا اگرچہ بجلدی اُسکا اثر نہین ہوا لیکن بتدریج خون مین سرایت کرتا گیا اور آخر آپ اِس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

اگر زہر بھی آپ کو نہ کھلایا جاتا تو بھی آپ زیادہ عرصہ زندہ نہین رہسکتے تھے وجہ یہ تھی کہ رسول کریم کی مفارقت کا صدمہ آپکو بہت تھا اور آپ رقیق القلب اسقدر تھے کہ ہر وقت رویا کرتے تھے ذرا ذرا سی بات پر روتے روتے آپکی ہچکی بندہ جاتی تھی مفارقت رسول کا یہ صدمہ کم نہ تھا سچ ہے عشق کی لذت وہی جانتا ہے جسکے دل پر چوٹ لگ چکی ہے۔

حضرت ابو بکر کا نسب اور بعض عادات و صفات حضرت صدیق اکبر کا پورا نام یہ ہے ابی بکر عبد اللہ بن عثمان ابو قحافہ آپ قوم قریش مین سے تھے اور آپکا سلسلہ نسب حضور انور سے ملگیا ہے۔ حضور انور نے "عتیق" کا لفظ حضرت ابو بکر کی شان مین فرمایا تھا حضرت صدیق اکبر اول درجہ کے زاہد تھے اور اُمت محمدیہ مین آپ سے زیادہ کوئی متواضع نہین تھا۔ ایام خلافت مین آپ پشمین کپڑے پہنا کرتے تھے۔ اکثر آپکی خدمت مین امرائے یمن زرق برق لباس پہنکے حاضر ہوتے تھے اور جب آپکو اِس سادہ لباس مین دیکھتے تھے تو فوراً آپ کی تقلید کرتے تھے اور پر تکلف کپڑے اُتار ڈالتے تھے۔ مثلاً ذو الکلاع حمیری جو ایک بہت بڑا سردار تھا حاضر خدمت ہوا تو لباس فاخرہ کے ساتھ قیمتی تاج سر پر رکھے ہوئے تھا جب اِس نے حضرت صدیق کو اِس لباس مین دیکھا اِسقدر متاثر ہوا

کر اپنے کپڑے اُتار کے پھینک دیئے اور ایسی قیمتی تاج سے بھی دست بردار ہوا دوسرے ہی روز لوگون نے مدینہ کی شاہراہون مین اُسے بکری کا چمڑا کندھے پر ڈالے پھرتے ہوئے دیکھا۔ اسکے ملازمین نے کہا اے سردار یہ تو نے کیا صورت بنائی ہے ہماری عزت تیری اس حرکت سے خاک مین ملجائیگی اس نے جواب دیا کہ اسلام کے دائرہ مین آکے زمانہ جاہلیت کا تکلف ہرگز نہین رہسکتا میری حمیت اسلامی گوارا نہین کرتی کہ مین اسی جاہلیت کے تکلف مین مبتلا رہون سنو بغیر تواضع کے پروردگار کی اطاعت درجہ تکمیل کو نہین پہنچتی

حضرت علی کا قول | حضرت علی کرم اللہ وجہ حضرت صدیق کی بابت فرماتے ہین بڑے بڑے اہم معاملات مختصر الفاظ مین بیان کردیتے تھے اور مصالح جمہور کی تنظیم مین آپ اشرف بندگان مین سے تھے کسی کی محنت آپنے کبھی ضایع نہین ہونے دی جلیس صادق اور انیس موافق رسول کریم کے تھے جو کچھ آپکے پاس تھا سب حضور انور پر تصدق کردیا تھا فضایل دینی خصایص ذاتی تھے اور ادراک معارف یقینی آپکی صفات تھی۔ آپکی تیغ حجت قاطع اور آپکا نور بصیرت ساطع تھا آپ بد دلی کی وصمت سے بالکل مبترا تھے اور آپکا دل نفاق سے بالکل پاک تھا۔ احکام شریعت کے اجرا مین ضعیف و قوی آپکے آگے برابر تھے۔ آپنے ایسی خلافت کی کہ کسی نے آپکے ساتھ کسی امر مین مخالفت نہین کی جسوقت آپ کلام کرتے تھے لوگون پر خاموشی طاری ہوجاتی تھی۔ آپ بہت ہی مختصر الفاظ مین اظہار بیان کرتے تھے لیکن آپکے الفاظ جامع ہوتے تھے حضور انور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ابو بکر اپنی گفتگو مین موتی پروتا ہے اگر اسکا جسم ضعیف ہے لیکن خدا کے کام مین قوی ہے۔ اپنے نفس مین متواضع اور فروتن ہے لیکن خدا کے آگے بزرگ ہے کبھی کسی شخص نے اُس کی بدگوئی اور چغلی نہین کہائی خدا کی قسم کہ واقعہ رسول کریم کے بعد اس سے زیادہ جانکاہ حادثہ مسلمانون کیلئے اور کوئی نہین ہوسکتا۔

آپکے اہل و عیال — قتیلہ بنت عبد العزیٰ و ام رومان دختر عامر بن عمیر ایام جاہلیت مین آپکی بیویان تہین عبد اللہ و اسماء ذات النطاقین قتیلہ سے پیدا ہوے اور عبد الرحمن و عائشہ ام رومان سے پیدا ہوے جب آپ مسلمان ہوگئے تو اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا اور محمد بنت عمیس سے پیدا ہوئے۔ آپکے صاحبزادے محمد کی تعلیم و تربیت حضرت علی نے کی محمد بہت بڑے عبادت گذار تہے اور آپکی عبادت یہانتک بڑھ گئی تہی کہ آپکو عابد قریش کہنے لگے تہے ابو قحافہ حضرت ابو بکر کے والد کا انتقال جنکی عمر ۹۷ برس کی تہی حضرت عمر کی خلافت مین ہوا تہا۔

آپکے اعمال — آپکے قاضی یا وزیر اعظم یا میر منشی عمر بن الخطاب تہے۔ آپکے کاتب عثمان بن عفان اور زید بن الحارث تہے مکہ مین آپکے عامل عتاب بن اسید تہے فتح مکہ کے بعد حضور انور نے عتاب کو مکہ کا والی بنا دیا تہا حضرت صدیق نے بہی آپکو اسیطرح والی بنا رکھا جس روز حضرت صدیق کی وفات ہوئی ہے اسی روز عتاب کی بہی وفات ہوگئی طائف مین عثمان ابی العاص صنعا مین مہاجر بن امیہ حضر موت مین زیاد بن لبید بحرین مین علا حضرمی بحران مین جریر بن عبد اللہ البجلی سواد عراق مین مثنی بن حارث۔ شام مین ابو عبیدہ بن الجراح و شرحبیل بن حسنہ و یزید بن ابی سفیان یہ تینون باوجود یکہ والی اور سردار تہے لیکن خالد کے تحت مین حکومت کرتے تہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

مختصر واقعات زندگی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوانح عمری اُردو مین کئی لکھے جاچکے ہین اسلئے تفصیل سے آپکے حالات بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی توبھی مین مناسب سمجھتا ہون کہ مثل حضرت صدیق اکبر کے آپکے بھی مختصر طور پر کچھہ چیدہ حالات بیان ہون تاکہ "خلافت شیخین" کے پڑھنے والے کو دوسری کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔

جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو آپنے فرمایا کہ ابوبکر کو (رسول خدا کے خلیفہ) کہتے تھے اگر مین خلیفہ رسول خدا کہلایا تو نام مین طول زیادہ ہوجائیگا صحابہ نے کہا پھر اب اے عمر تجھے کس نام سے پکارین کہا تم مومن ہو اور مین تمہارا امیر ہون اِس لحاظ سے تم مجھے امیرالمومنین کے لفظ سے پکارا کرو۔

خالد کی معزولی خلیفہ بننے کے بعد پہلا کام حضرت عمر نے یہ کیا (بقول بعض مورخین عرب) کہ ایک خط امراء شام کو خالد کی معزولی کا لکھا اور ایک خط ابوعبیدہ بن الجراح کو تحریر کیا جسکا یہ مضمون تھا کہ جب تجھے میرا خط پہنچے تو فوراً سرداران فوج اور سپاہ کو جمع کرا دو میری خلافت اور خالد کی معزولی کا بیان کردے۔ شام مین بکثرت فوج پڑی ہوئی ہی اُس مین سے جتنی فوج بیکار ہو یعنی کام مین نہ آتی ہو اُسے یہان بھیجدے اور جو کام کے آدمی ہون اُنہین اپنے پاس رکھلے جس ایک شخص کا تو محتاج ہی وہ خالد ہی اُس سے حکمت عملی سے کام نکالیو" شداد بن اوس حضرت عمر کا یہ خط لیکے شام پہنچا اور پایۂ تخت مین پہنچکے یہ دونون خط ابوعبیدہ کو دیدیئے ابوعبیدہ نے اِن دونون خطون کو چھپا لیا اور اسیطرح خالد کی اطاعت کرتا رہا نماز بھی اُسکے پیچھے پڑھ لیتا تھا اُسے شرم آتی تھی کہ وہ کس منہ سے خالد کو اُسکی موقوفی اور اپنے کو اُسکی جگہ پر مقرر ہونیکی خبر

دیتا - آخیر یہ بہانہ اپہوٹا اور خالد کے کانون مین یہ آوازین پہنچین - خالد نے سنتے ہی کہا بھلا
مجھسے یہ کیون چہپائی گئی معلوم ہوتا ہو حضرت ابوبکر کی وفات ہوگئی اگر وہ زندہ ہوتے کبہی
میری معزولی کا پروانہ نہ آتا -

دوسری روایت | بعض مورخین یہ لکہتے ہین کہ جب پہلا حکم ابوعبیدہ کے پاس پہنچا تو انہون نے محض
شرم سے خالد کی معزولی مشہور نہ کی اور نہ خالد سے کچہہ کہا لیکن حضرت عمر نے دو فرمان بارہ
روانہ کئے ایک براہ راست خالد کے نام اور ایک ابوعبیدہ کے نام جب خالد نے اس
فرمان کو دیکہا تو ابوعبیدہ سے متعجب ہوکے کہا تم نے پہلا حکم مجھے کیون نہین دکہایا مین فوراً
اسکی تعمیل کرتا اور اب بہی مجھے تعمیل کرنے مین کچہہ عذر نہین ہی - ابوعبیدہ نے جواب دیا وہ
بات ہی کیا تہی جو مین تجھسے کہتا کیونکہ ارباب بصیرت کے امارت او حکومت کی ہی کچھ اصل
نہین ہی کہ دو بہائی آپسمین جہگڑا کرین اے خالد تو اسکا خیال نہ کر مین نے عملی طور پر تجھکو سوار و
پیادہ پر کمان افسر مقرر کیا -

تیسری روایت | بعض مورخین کا یہ بیان ہی کہ خلیفہ ہوتے ہی حضرت عمر نے امیران شام کو لکہا کہ
خالد کو مجلس مین بلا کے دریافت کرو کہ تو نے مالک بن نویرہ کا قتل حق کیا یا ناحق اگر وہ کہے
حق کیا تو فوراً بہرے مجمع مین اسکی پگڑی اتار لو اور اسکا نصف مال ضبط کر لو اور اگر وہ اپنی
خطا کا قایل ہو تو اس سے کچہہ تعرض نہ کرو حضرت فاروق کا یہ فرمان دیکہتے ہی سرداران
شام نے خالد کو بلا کے یہ دونون امر دریافت کئے خالد نے کہا مین کل سوچ کے جواب
دونگا - خالد نے گہر آکے اپنی بیٹی فاطمہ سے جو اعلے درجہ کی ہوشیار او عقلمند تہی تذکرہ
کیا اس نے کہا عمر کی یہ مرضی معلوم ہوتی ہی کہ جب تو اقرار کریگا تو متمم بن نویرہ کو قصاص
کیلئے آمادہ کریگا اور وہ اپنے بہائی کا قصاص تجھسے لے - غرض خالد نے کل پہلو غور پر

غور کرکے صاف انکار کردیا کہ میں نے مالک بن نویرہ کو ناحق قتل نہیں کیا تھا شامی سرداروں نے خالد سے کچھ نہ کہا کیونکہ فنون سپاہ سالاری میں سب اسی کے دست نگر تھے۔

چوتھی روایت | جب حضرت عمر نے شداد بن اوس کو فرمان دیکے بھیجا تو خالد میدان جنگ میں کام کر رہے تھے فرمان دیکھکے اپنی ترکش میں ڈال دیا اور ذرا بھی توجہ نہ کی کیونکہ اسوقت آپ فوجوں کو لڑا رہے تھے اگر چند لمحے کیلئے بھی علیحدہ ہو جاتے تو سارے کام درہم برہم ہو جاتے اور مسلمان عام طور پر قتل کردیے جاتے لیکن جب آپ یہ مہم سر کر چکے تو اپنی سرداری کا چارج برضا و رغبت ابو عبیدہ بن الجراح کو دیدیا۔

یہ ساری باتیں محض بے بنیاد اور تاریخی افواہیں ہیں جنہیں نفس وقعات سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے عام طور پر اس کا اظہار کیا گیا ہے کہ حضرت عمر نے خالد کو معزول کردیا تھا حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ بات یہ ہے کہ اسوقت صرف ایک ہی جنگی گورنر تھا جسے ملکی کام بھی سپرد تھے یعنی خالد ہی جنگ کرتا تھا۔ خالد ہی مفتوحہ شہروں کا انتظام کرتا تھا اور خالد ہی معاہدے کیا کرتا تھا حضرت عمر کو یہ بات مناسب معلوم ہوئی سپاہ سالار انتظام شہر نہیں کرسکتا۔ اسوقت بہت سے شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے تھے اور ان کا انتظام کرنا ضروری تھا خالد کی اول تو سپاہیانہ طبیعت دوسرے اسکو فرصت کہاں تھی کہ مفتوحہ شہروں کو سنبھالتا۔

ابو عبیدہ صرف ملکی خدمت کیلئے موزوں تھے حضرت عمر نے نہایت دانائی اور دور اندیشی سے عہدوں کی تقسیم کردی۔ خالد کو جنگی گورنر یا سپاہ سالار رہنے دیا اور ابو عبیدہؓ کو ملکی گورنر بنا دیا کہ خالد شہر پر شہر فتح کرتا جائے اور عبیدہ ان کا انتظام کرتے جائیں۔ اگر دونوں کام خالد ہی کرتے تو معاملات کی صورت بالکل بدل جاتی اور بہت سخت خطرناک واقعہ پیش آتا۔

عام طور پر ایک خبر کا مشہور ہوجانا اور بغیر تحقیق کے اکثر مورخین کا لکھدینا اور سپرکچھ چینی

نہ کرنا اُس قول کی صداقت پر دلالت نہیں کرتا۔ خالد کی معزولی کا خیال بالکل غلط ہے۔
حضرت عمرؓ نے ہرگز خالد کو معزول نہیں کیا بلکہ اِن کے اختیارات کی تقسیم کردی اور اُنہیں
ایک بارِ عظیم سے سبکدوش کردیا۔ حضرت عمر کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ خالد کو سنگسار کرنا
چاہتے تھے لیکن صاحب اختیار ہو کے پھر وہ خیالات آپ کے نہ رہے آپ نے ذرا بھی خالد کو چشم
نمائی نہ کی اور اُسے اپنے زمانہ خلافت میں بھی سپاہ سالار افواج شام بنائے رکھا۔

جو کچھ رنج حضرت عمر کو خالد کی طرف سے تھا وہ محض خدا واسطہ تھا ذاتیات کی بحث نہ تھی
لیکن حضرت صدیق اکبر نے اُسے بری کردیا تھا تو پھر انصافاً دوبارہ آسے گرفتار کرکے اُسکے
مقدمہ کی تحقیقات حق نہ تھی۔ کسی قسم کا رنج آپ کو خالد کی طرف سے نہ تھا اور نہ اس رنج
کا اظہار ہوا۔ یہ روایت کہ ابو عبیدہ نے شرم کے مارے حضرت عمر کا فرمان خالد کو نہ دکھایا
اور یہ روایت کہ حضرت عمر نے سرداران شام کو لکھا تھا کہ تم قتل مالک کی بابت خالد سے سوال
کرنا محض غلط معلوم ہوتی ہے صحیح صرف اسقدر ہے کہ شدّاد بن اوس دو فرمان لیکے آیا تھا ایک
ابو عبیدہ بن الجراح کے نام تھا کہ ملکی کام سنبھالے اور ایک خالد کے نام تھا کہ تو ملکی کام ابو عبیدہ
کے سپرد کردے اور پھر بڑی آزادی سے حریف سے جنگ کر۔ بس سوا اس کے اور کوئی
روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

جس طرح مالک بن نویرہ کے جھگڑے سے سنّی شیعوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں اسیطرح
خالد کی معزولی کا رونا رویا گیا ہے جو محض افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ جو جو خدمتیں
اسلام کی خالد نے انجام دیں اس سے ایک بے منصف سا بے منصف شخص بھی یہ کہدے گا
کہ یہ بہت قیمتی خدمتیں ہیں اور قیامت تک اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ حضور انور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد کو سیف اللہ کا خطاب دیا تھا اور آپ کو خالد سے بہت محبت

تھی۔ بایں ہمہ آپ نے ایک دفعہ خالد کو ڈانٹا تھا اور جب اظہار واقعہ ہوا تو آپ نے کچھ نہیں کہا اُلٹا خالد ہی کو دلاسہ دیا اور شفقتیں فرمائیں۔

میدان جنگ میں کسی کا بیگناہ مارا جانا کچھ بڑی بات نہیں ہے اگر ہم فرض کرلیں کہ مالک بے گناہ مارا گیا تو بھی ہم خالد جیسے سپاہ سالار سے قصاص ہرگز نہیں دلوا سکتے ایک لایق سپاہ سالار کی جان لاکھوں سپاہیوں سے زیادہ قیمتی ہے اور آجتک کسی قوم نے قریب کے مارے جانے پر اپنے سپاہ سالار کو پھانسی نہیں دی۔ اسیطرح حضرت صدیق اکبر نے خالد کو چھوڑ دیا اور ذرا بھی اُسپر اعتراض نہیں کیا۔ اسمیں ہرگز کلام نہیں کہ حضرت صدیق کو خالد نے اپنی بیگناہی کا پورا ثبوت دیدیا تھا اور سب سے بڑی وجہ رہائی کی یہی معلوم ہوتی ہے۔

(فارس پر حملہ)

حضرت عمر کا سب سے پہلا کام عراق پر فوج کشی کرنے اور فتح ایران کو تکمیل پر پہنچانے کا تھا۔ حضرت صدیق اکبر کے خلافت کے پہلے ہی سال میں (لفٹنٹ) خالد بن ولید نے دریائے فرات کی طرف بڑھکر ایرانی سلطنت کے کئی شہر اسلامی حکومت میں ملا لئے تھے شہر حیرہ جو برباد بابل کے مغربی طرف تھا ایک ایرانی شاہ والئے ایران کی سرپرستی میں وہاں حکومت کرتا تھا جسکے خاندان کو حکومت کرتے ہوئے چھ سو برس ہوگئے۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ ایک سخت خونریز جنگ میں خالد (سیف اللہ) کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسکے تمام امرا نے خالد کی اطاعت قبول کی اسکا بیٹا مقید ہوکر مدینہ روانہ کردیا گیا۔ امرائے شہر نے خالد کی خدمت میں عرض کی کہ ہم ہی میں سے آپ ایک شخص کو نامزد کریں ہم باجگذار بننا قبول کرتے ہیں خالد نے انکی اس درخواست کو منظور کرلیا اور ان ہی میں سے انکی مرضی کے مطابق ایک حکمراں نامزد کرکے ستر ہزار اشرفیاں سالانہ خراج کی مقرر کرلیں۔

اہل میسن کہتا ہے۔ خالد کی لاثانی اور یکتا لڑائیاں لڑا اسکے فتحمندانہ بازو بلا کے قوی تھے
اس کے زور آور کلائیوں سے اسکی دو دھاری تلوار کے منہ پر ہزاروں عیسائیوں نے اپنے
گلے رکھ دئے اور جانیں اسکے قدموں پر نثار کر دیں ان خونریز جنگوں میں نہ صرف اسے دولت
کثرت سے ملی۔ بلکہ ان لونڈی غلاموں کی بھی کوئی تعداد نہیں کہی جا سکتی جو خالد کے ہاتھ آئے
اس کے بعد مسلمانوں کو دریائے فرات کے کنارہ پر ایک بہت بھاری شکست ہوئی۔ ابھی ابو عبیدہ
حیرہ نہ پہنچے تھے کہ سلطنت ایران میں عظیم الشان تغیر و تبدیل شروع ہو گئی تھی۔ تخت کے دعویدار
شہزادے اور شہزادیاں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور باہم خونریزی نے بہت طول پکڑا تھا۔
آخر ایک شہزادی نے خراسان سے رستم کو مدد کے لئے بلایا اور اُس نے شہزادی کی مدد کرکے
اسے تخت پر بٹھا دیا۔ تمام حدود مفتوحہ ایران میں مسلمانوں کے خلاف بغاوتیں شروع
ہو گئی تھیں اور تمام رعیت علاوہ شاہی فوج اسلام کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئی۔
اور اُنہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ مسلمانوں کو زیر و زبر کر ڈالیں مثنیٰ اسلام کی طرف سے حیرہ
میں حکومت کرتا تھا جب اسنے یہ جوش دیکھا ناچار مدینہ چلا آیا۔ رستم نے دو فوجیں حیرہ پر دو جانب
سے روانہ کیں ایک فوج جبان کی ماتحتی میں تھی جو دریائے فرات سے حیرہ میں داخل ہو گیا
تھا۔ اور دوسری مہم نرسا کی ماتحتی میں آرہی تھی جسنے حیرہ کے قریب کسکر پر قبضہ کر لیا تھا میں
ابھی لکھ چکا ہوں کہ مثنیٰ پر کچھ ایسا رعب جما کہ وہ بغیر جنگ کئے شہر کو دشمن کے حوالہ کرکے مدینہ
ہو لیا۔ راہ میں ابو عبیدہ سے اسکی ملاقات ہوئی ابو عبیدہ کو ابھی چند روز یہاں آرام کرنا تھا
وجہ یہ تھی کہ ابھی بدوؤں سے اِنکی خوب جنگ ہو چکی تھی۔ جب ابو عبیدہ نے بخوبی آرام لے لیا تو
اپنی مشتملہ فوجوں سے جبان پر حملہ کیا وہ پریشان ہو کر بھاگا پھر دریائے فرات کو عبور کرکے نرسا
پر جا پڑے۔ اِسکو بھاگتے بن آئی اسکا سارا سامان مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور

ایک بڑا گودام خالص کھجوروں کا ہاتھ آیا کہ جو شاہ ایران کے لئے بھیجی جانے کو تھیں۔ ان کھجوروں کو ابوعبیدہ نے بطور خوراک کے فوج میں تقسیم کردیا پانچواں حصہ حضرت عمر کی خدمت میں معہ ایک رقعہ کے روانہ کیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا ملاحظہ فرمائیے کیا خدا کی شان ہے کہ بڑے بڑے سلاطین فارس کی خوراک ہمیں کھانے کے لئے دیتا ہے آپ اسے ملاحظہ فرمائیں اور نوش کریں اور خدا کی حمد کریں کہ اسنے ہمیں یہ شاہانہ خوراک عطا فرمائی۔

جب ایرانی فوج یوں پریشان ہوگئی تو آس پاس کے جتنے رئیس تھے وہ خراج لے لیکر حاضر ہوئے اور اپنی خیرخواہی کا ثبوت دینے کے لئے انہوں نے ابوعبیدہ کی دعوت کرنی چاہی حضرت ابوعبیدہ نے انہیں کہلا بھیجا کہ جو میرے لئے ہو میرے ایک ادنے سپاہی کے لئے ہو اگر ذرا بھی فرق ہوگا تو میں اٹھ کھڑا ہوں گا اور تمہاری دعوت نہ کھاؤں گا۔ وہاں کیا کمی تھی انہوں نے بڑے تکلف سے سامان کیا اور بڑی دھوم سے دعوت کا خاتمہ ہوا۔

جب یہ خبر رستم کو ہوئی تو اُسے تعجب ہوا کہ مسلمان ایسے قوی اور خونخوار جنگ آور ہیں ناچار ایک جرار لشکر بہمن افسر کی ماتحتی میں مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ ایرانی سپاہ ہزبر کی کھال کے جھنڈے یا درفش کاویانی کے سایہ میں مسلمانوں پر بڑھی چلی آتی تھی۔ سامنے ابوعبیدہ کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ آتے ہی اس نے فرات کے جانب شرق اپنی فوجوں کو ڈال دیا۔

یہ میدان جنگ بابل سے بہت دور نہ تھا۔ ایک پل کشتیوں کا بندھا ہوا تھا۔ بہمن نے کچھ ایسی خاموشی اختیار کی کہ ابوعبیدہ کو ہمت ہوئی کہ یہاں سے پار ہوکر بہمن کی فوج پر حملہ کرو جب ابوعبیدہ نے دریا کے عبور کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے چند صلاح کاروں نے سمجھایا کہ ایسی فائدہ مند اور موقع کی جگہ کو چھوڑنا خلاف عقل ہے۔ اسپر ابوعبیدہ نے جواب دیا۔ ہم انکی طرح موت سے

خوف کرتے ہیں یہ کہکر اس نے یکایک حکم دیا کہ فوراً دریا کو عبور کر جاؤ۔ فوج نے حکم ہوتے
ہی دریا کو عبور کر لیا۔ یہاں انھوں نے دیکھا کہ ہزاروں فوج چاروں طرف گھیرا ڈالے
ہوئی کھڑی ہے صدہا ہاتھیوں کی قطاریں عربوں کو خوفزدہ کرنیکے لئے کافی تھیں جسوقت
ابو عبیدہ پل سے ادھر اُترا ہے اسکے زیر کمان دس ہزار فوج تھی ماتحتی میں شیر دل مثنیٰ کام
کر رہا تھا ابو عبیدہ نے چاہا کہ سامنے کی صفوں کو چیر کر قلب لشکر پر دھاوا اروں ابو عبیدہؓ کی
یہ تدبیر کارگر نہوئی۔ قلب لشکر میں پہنچکے جب اسنے چاہا کہ بہمن کی گردن اُتارلے اتنے میں ہاتھی
نے سمٹ کر ابو عبیدہ کو سونڈ میں لپیٹ کر گھوڑے پر سے کھینچ لیا اور سخت مجروح کر دیا۔
مسلمانوں کی فوج پسپا کرنے کے لئے جو جانبازی سے اپنے دلیر اور بیجگر افسر کے پیچھے قلب
میں بڑھی چلی جاتی تھی یہ افسوسناک سانحہ کافی تھا۔ جوں ہی فوج نے یہ کیفیت دیکھی اُسکے دل
چھوٹ گئے اُسنے پیچھے قدم ہٹا کے پھر بذریعہ پل دریائے فرات کو عبور کرنا چاہا لیکن بدقسمتی سے
پہلے ہی ایرانی فوج نے پل کو توڑ دیا تھا۔ جو افسر کہ اب تک زندہ تھے وہ باری باری سے شہید
ہوتے رہے مگر جب سپاہیوں پر خوف طاری ہوا وہ دریا میں کود پڑے یہ محض ناممکن تھا کہ اس
پریشانی اور گھبراہٹ میں وہ دریائے فرات سے ہاتھ پیر مار کر نکل جاتے جو گرتے جاتے تھے دریا
کی نذر ہوتے جاتے تھے۔ مثنیٰ جو جانب شمال سرگرمی سے کارزار کر رہا تھا اسنے اپنی فوج کا جب
یہ نظارہ دیکھا لڑتے لڑتے پل کے پاس آگیا اور اپنے جنگ جو رسالے کو حکم کیا کہ تم فوراً اس
پل کی مرمت کر دو اور بآواز بلند کہا اے مسلمانوں اپنے اوسان درست کرو دشمن کا کچھ خوف
نہیں ہے دریا میں گر کر اپنی جانیں برباد نہ کرو جب تک پل کی مرمت ہوتی رہی آپ مسلمانوں کا
پشت پناہ بنا ہوا ایرانیوں کی فتحمندانہ یورشوں کا عمدگی سے جواب دیتا رہا۔ اس نازک اور
جانبازی کے وقت میں ایک ایرانی نے بڑھکر مثنیٰ کو اپنے نیزہ سے سخت زخمی کیا مگر پھر بھی

وہ اپنی حالت پر قایم رہا اور ایرانیوں کو مار کے مسلمانوں کو عبور کراتا رہا۔ جب باقی ماندہ فوج چلی گئی تو آپ اسی زخمی حالت میں پل پر سے پار ہو کر کنارہ پر آیا۔ اسپر بھی چار ہزار آدمی تند و تیز موجوں کی نذر ہو چکے تھے پانچ ہزار آدمی صرف بچے تھے جنمیں سے دو ہزار تو مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور تین ہزار مثنیٰ کے ساتھ رہ گئے۔ یہ شکست مسلمانوں کو تیرہ ماہ شعبان ۱۳ھ میں ہوئی۔

اسی اثنا میں بہمن کو ایران میں بغاوت کی خبر پہنچی وہ پریشان اپنی کل فوج کو لیکر واپس چلا گیا مثنیٰ جس نے اپنے کو میدان جنگ میں لاثانی ثابت کر دیا تھا اپنی قوت بڑھانے کی طرف متوجہ ہوا اور جو سردار کہ پہلے اسکے ساتھ ہو گئے تھے اِن سے مدد چاہی۔ جبان جو بہمن کے واپس پھر جانے سے بیخبر تھا مثنیٰ کے ہاتھوں پڑ گیا اسکا سر معہ اسکے ساتھیوں کے اُڑا دیا گیا۔ اسمیں ہرگز شک نہیں تھا کہ ابو عبیدہ کی اس بے دھڑک دلیری سے ایک مسلمان بھی جانبر ہو کر نہ آتا لیکن مثنیٰ جیسے جنگ آور شخص کی عاقلانہ شجاعت نے شکستہ فوج کی بہت کچھ مدد کی اور وہ پانچہزار آدمیوں کو ایسے قیامت خیز موقع سے صحیح سالم نکال لایا حضرت عمر نے اس شکست کی خبر کو نہایت صبر سے سنا اور جو لوگ بھاگ کے مدینہ میں آئے تھے اور کسی قدر شرمندگی سے اپنے چہرے چھپاتے تھے انہیں جمع کرکے یہ فرمایا "یقیناً میں ہر مسلمان کی جو دشمن کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہوتا ہے پناہ ہوں اور اسوقت اسکی حفاظت کرتا ہوں جب اسپر کوئی مصیبت آکے پڑے خدا ابو عبیدہ پر اپنی رحمت نازل کرے کاش اگر وہ ادھر اُدھر چٹانوں میں آکر پناہ لیتا تو میں اسکی حفاظت کرنے کے لئے پہنچتا اسی قسم کی ہمت اور دلجمعی کی باتیں حضرت عمر نے اپنی بھاگی ہوئی فوج کو سنائیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دوبارہ اس شکست کا انتقام لینے کے لئے پہلے سے زیادہ سرگرم دکھائی

دیئے۔ حضرت عمرؓ نے فوج کی پھر تیاری شروع کر دی۔ مگر بہادر مثنیٰ کی دانشمندانہ حکمت عملی نے اسے ساکت نہ رہنے دیا۔ وہ اپنی شکستہ فوج کے دل بڑھاتا گیا اور نئے نئے گروہوں سے سازشیں کرنی شروع کر دیں اسی اثنا میں حضرت عمرؓ نے جریر بن عبداللہ کی سرکردگی میں ایک فوج مثنیٰ کی مدد کے لئے روانہ کی والئے ایران نے فوراً مہران بن بازان کی ماتحتی میں درفش کادیانی کے ساتھ ایک لاکھ فوج کو روانہ کیا۔ اسکی باربرداری کا سامان فوج سے بھی زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ جریر بن عبداللہ بویب پر مقیم تھا حضرت عمرؓ نے خوب تاکید کر دی تھی کہ جبتک کامل فتح نہ ہو جائے کبھی پل پر سے عبور کرنے کا قصد نہ کرنا۔ جوں ہی مثنیٰ نے سنا کہ مہران ایک لاکھ فوج سے آرہا ہے اسنے کئی سانڈنی سوار جریر کے پاس دوڑائے کہ فوراً میری مدد کے لئے آمادہ ہو جاوہ بویب کی طرف مثنیٰ کا پیغام پہنچتے ہی بڑھا یہ مقام دریائے فرات کے مغربی شاخ پر واقع ہے یہاں ایک پل بنا ہوا تھا جس سے دشمن کے اسطرف آنیکی امید کی جاتی تھی۔ ایرانی اپنی فوج کے تین حصے کر کے بڑھے ہر حصہ کے آگے ایک ہاتھی جاتا تھا۔ جسپر ایک آدمی بیٹھا ہوا غل و شور مچا رہا تھا۔ یہ خاص رمضان المبارک کا مہینہ تھا لیکن جنگ کے لیئے روزے نہ رکھنے کی رخصت دیدی گئی تھی۔

مثنیٰ کی اس جنگ میں جان لڑی ہوئی تھی وہ خوب جانتا تھا کہ یہی جنگ اسلام اور زرتشتی مذہب کی فیصلہ کرنے والی ہے اوّل تو وہ خود ہی فنون جنگ سے خوب واقف تھا دوسرے اسے گذشتہ جنگ میں تجربہ بھی بہت ہو چکا تھا۔

اس نے اپنی فوج کو دانشمندی سے ترتیب دیا اور یہ کہا تمہاری بہادری آج کے دن ضرب المثل ہو جائے گی۔ موت کی طرح خاموش ہو رہو۔ اور جو تم ایک دوسرے سے کچھ کہنا چاہو تو کان میں منہ لگا کر کہو۔ ہم میں سے ایک شخص بھی آجکے دن رستہ نہ دیگا میں جلال

اور توصیف اپنے لئے نہیں چاہتا بلکہ تمہارے لئے چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے اِن ہی لفظوں میں اِن کا جواب دیا کہ جو کچھ آپنے فرمایا اِسکی تعمیل ہم پر فرض ہے ہم باہم گچ کی طرح جم گئے ہیں یہیں مرجائینگے اور یہاں سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹائیں گے۔

جب ایرانی فوج قریب آگئی تو مسلمانوں نے "تین بار اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے خوب گھمسان کی جنگ ہوئی اخیر مسلمانوں کو فتح ہوئی یہ فتح مسلمانوں کو ۱۳ھ ہجری مطابق ماہ نومبر ۶۳۴ء میں ہوئی۔ میور صاحب لکھتے ہیں اِس کثرت سے آدمی مارے گئے کہ اُنکی ہڈیاں مقام بویب میں مدت تک دیکھنے میں آئی ہیں۔ میور صاحب فخریہ تحریر فرماتے ہیں کہ عیسائیوں نے بھی اس جنگ میں مسلمانوں کی مدد کی۔ بدو سوداگروں کا گروہ بیچنے کے لئے گھوڑے ساتھ لیکر اِدھر آنکلا اور ایرانیوں سے اِس نے بڑی دہشتناک بہادری سے مقابلہ کیا اِن میں کا ایک نوجوان لڑکا قلب لشکر میں گھسکر سردار فوج کا سر اُتار لایا اور فخراً اِس نے آوازہ دیکر یہ کہا کہ میں بنی تغلب میں سے ہوں وہ میں ہوں کہ جس نے سردار کو قتل کیا ہے۔

گو یہ عظیم الشان فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی لیکن مسلمانوں کا بھی اس میں بہت نقصان ہوا مثنیٰ اپنے جانباز بھائی کے شہید ہونے پر خون کے آنسو بہاتا تھا۔ وہ بہادر جسنے سخت کاری زخم لگنے کے بعد دم واپسین سے کچھ دم پہلے مرتے ہوئے آوازہ میں گرج کر عین کارزار کے موقع پر یہ کہا تھا "وہ بہادر سپاہیوں اپنا جھنڈا بلند رکھنا خدا اِسکے صلہ میں تمہیں بلندی دیگا میری شہادت سے تم پراگندہ خاطر نہ ہونا" یہ آوازہ ایک زخمی شیر کی دنیا سے رخصت ہوتے وقت جنگ کے میدان میں سپاہیوں کے دلوں پر کیساز بردست اثر کرنے والی تھی مثنیٰ کو دو دو غم تھے ایک اپنے پیارے بھائی کی شہادت کا اور دوسرے

اپنے مددگار مسیحی افسر کا جو مسلمانوں کی جانب داری میں لڑا تھا۔ مثنیٰ نے ہر شہید کی نہایت عزت کے ساتھ تجہیز و تکفین کی اور پھر یہ کہا گو ان شہدا کی صورتیں دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو رونے کو جی چاہتا ہے لیکن مجھے یہ بات اطمینان دیتی ہے کہ انہوں نے قدم پیچھے نہ ہٹایا اور پہاڑ کی طرح دشمنوں کے مقابلہ میں قدم جما کر جان دی اور شہدائے بویب ہو گئے۔

لوٹ کی تعداد بہت تھی۔ لاکھوں من غلہ و مویشی مسلمانوں کے ہاتھ لگے جو بدو کہ مسلمانوں کے معاون ہوئے تھے حصہ رسد مال غنیمت میں سے ان کو بھی دیا گیا اور وہ بخوشی اپنے مسکنوں کو واپس چلے گئے۔ مثنیٰ کی بہادری نے اس بدنما دھبہ کو جو گزشتہ جنگ میں مسلمانوں کے دامن پر لگا تھا بالکل دھو دیا۔ اپنے بلند حوصلہ کی وجہ سے اسی اس فتح پر کچھ ناز نہ تھا بلکہ وہ شکر اس بات کا کرتا تھا کہ خدا نے دوبارہ عزت رکھ لی۔ جو زخم گزشتہ جنگ میں اسے لگا تھا اس سے روز بروز مضمحل ہوتا چلا گیا اور آخر چند روز کے بعد اپنے دوست شہداسے عالم ارواح میں جا ملا۔

فتوحات شام میں سب سے پہلی فوج خالد بن سعید کی ماتحتی میں بھیجی گئی تھی گو پہلے پہل تو اسے کئی فتوحات حاصل ہوئیں لیکن پھر وہ مخالفین کی زیادہ یورش سے گھبرا گیا۔ آخر اس کی مدد کے لئے عکرمہ اور ذوالکلاع حمیری کی ماتحتی میں کچھ فوج روانہ کی شامیوں کو پے در پے سخت بیعزتی کے ساتھ شکست پر شکست ملی۔ جب یہاں کی نوبت یہ ہوئی تو ہرقل جو ایران سے بڑی بازی جیت کر خواب خرگوش میں پڑا خراٹے لے رہا تھا بیدار ہوا اور مسلمانوں کی فتوحات کی لین دوڑ ہی بڑھتی ہوئی دیکھ کر وہ اپنے پرشوکت محلات سے روانہ ہوا اور حمص میں آکر اس نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا بڑے حصہ کو اپنے بھائی تھیوڈرک کی ماتحتی میں روانہ کیا جس میں ایک لاکھ سے کچھ اوپر سپاہ تھی۔ مسلمانوں نے بھی اپنی

فوجوں کو ایک جگہ جمع کر لیا اور سب پلٹنیں یرموک کے میدان میں جمع ہو گئیں۔ تھوڑے دن تک یوں ہی دور سے حملے ہوتے رہے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ایک خوف دو طرف تھا ادھر تو تھیوڈرک کی فوج مسلمانوں کی تیز و تند اور لاثانی بہادری کی خبریں سُن سُن کر کانپی جاتی تھی اور اسے خوف تھا اگر ہم نے عام جنگ کر دی تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا ادھر مسلمانوں کو خیال تھا اگر ہم نے پہلے حملہ کیا اور ان پر جا پڑے تو وہ ہم سے کہیں تعداد میں زیادہ ہیں ایسا نہ ہو چشم زخم اُٹھانا پڑے۔ ڈھائی تین مہینے اسی کشمکش و پنج میں گزر گئے نہ وہ اپنی جگہ سے ہلتے ہیں نہ یہ روزانہ جنگ کی خبریں حضرت ابو بکر کو پہنچ رہی تھیں آخر مشورہ یہ قرار پایا کہ خالد بن ولید کو عراق سے وہاں بھیجا جاوے خالد کے پاس جوں ہی حکم پہنچا وہ اپنی فوج کو لیکر سیدھا یرموک کی طرف بڑھا۔ اس نے آتے ہی میدان کو دھواں دھار کر دیا بجلی کی طرح دشمن کی بے تعداد فوج پر آناً فاناً میں گر پڑا۔ ان کو اتنا بھی ہوش نہ آنے دیا کہ وہ سنبھلتے اتنی بے تعداد فوج اور مقابل میں مٹھی بھر آدمی کیا کمال کر گئے ایک ایک دلیر سو سو آدمیوں کا مقابلہ کر رہا تھا اور اسے کچھ ہراس نہ ہوتا تھا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں یونانی بھی اپنی جانیں کھپا رہے تھے سب کی متشملہ فوجیں یرموک کے میدان میں جو قدرت نے خصوصاً اسی لئے موضوع کیا تھا کوسوں اور فرسنگوں پٹی پڑی تھیں یہ لڑائی بھی ایک عظیم الشان مقابلہ تھا شامی بھی جان کھپا کھپا کے جنگ کر رہے تھے۔ اس خونخواری سے جنگ ہوئی جسکا نظیر پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ خالد کل فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا تھا ایک خونریز اور انقطاعی میدان کے بعد اخیر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

یرموک کا دمشق اور بصرہ کے درمیان واقع ہونا بھی سیاسی معاملات کے لحاظ سے

مسلمانوں کے لئے نہایت فائدہ مند ثابت ہوا۔ اس شکست پر بھی سلطنت مشرقی کا غرور نہ گیا تھا لاکھوں فوجیں اس کے ہاں ابھی بھری پڑی تھیں بحری قوت کا وہ ناز اور فخر جو ان کو مدت سے ہوتا چلا آیا تھا ذرا بھی کم نہ ہوا تھا۔ گو اس شکست سے ایک دیمک سی سلطنت کے ستونوں میں لگنی شروع ہوگئی تھی لیکن وہ اندرونی رخنہ اندازی تھی جسکا بظاہر ستون پر کوئی اثر نہ معلوم ہوتا تھا جس وقت خالد کی تلوار میدان یرموک میں چمک رہی تھی ایک ایرانی نوجوان نے آگے بڑھکر اپنی فوج کو مخاطب بناکر یہ کہا تھا "کیا آج ہم ہمیشہ کے لئے دنیا کی فتح کے اس تاج کو اُتار دینگے جو سکندر اعظم نے ہمیں پہنایا تھا" یہ کہکر اس نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھاکر دیکھا اور سکندر اعظم کی ظفریاب روح سے مدد چاہی اور ایک پرحسرت آواز میں یہ کہا "کیا تو نہیں دیکھتا ہماری قوتیں کیسی پسپا ہوتی چلی جاتی ہیں اور ہماری کیا حالت ہے اپنی نصرت نصیب قسمت کا ایک حصہ فیاضی سے اسوقت بخشدے"

فتح دمشق | ایک مضبوط دستہ فوج کا یرموک میں اس غرض سے چھوڑکر کہ خط کتابت کا سلسلہ بند نہو مسلمانوں نے شمال کی جانب اپنا رخ کیا رستہ میں انہیں خبر لگی کہ دمشق کو مدد پہنچ رہی ہے اور کثرت سے فوجیں شہر کی حفاظت کرنے کے لئے جمع ہو رہی ہیں اِدھر بیت المقدس میں شکستہ اور پراگندہ آدمی جمع ہو رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کے عقب میں چھاپہ مارکر انہیں تہ و بالا کر ڈالیں یہ معاملہ سخت اہم تھا ابو عبیدہ نے حضرت عمر کو ساری کیفیت لکھی کہ اب ہم کیا کریں آپ نے حکم بھیجا کہ شہر دمشق پر ایک انقطاعی حملہ کرو پھر شام کا قبضہ میں آجانا کوئی بات نہیں ہے کیونکہ در اصل اسکو شام کی شہرپناہ سمجھنا چاہیئے۔

یہ حکم دیکھتے ہی ایک دستہ فوج کا جردان روانہ کیا گیا اور ایک قوی لشکر سیدھا دمشق کی طرف بڑھے۔

شہر دمشق کی فصیل بیس فیٹ بلند اور ۱۵ فیٹ چوڑی تھی ہنوز وہاں ایسے جگہ جگہ ادری پتھر دیکھنے میں آتے ہیں جو سنہ مسیح سے کتنے ہی پہلے کے ہیں۔ اس شہر کو اپنی قدامت اور اسکے ساتھ بزرگی پر جتنا فخر ہو وہ تھوڑا ہے دروازوں پر اور ادھر ادھر دشمن کی مدافعت کے لئے ابتک برج بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جو قدیمی سنگ تراشی کے کمال کی شہادت دیتے ہیں سینٹ جان کے بڑے گرجہ کی چھت ہنوز موجود ہے گو یہ پلیٹس مذہب کا گرجہ بالکل تباہ ہوگیا۔ اس کے کھنڈر اب بھی کسی قدر صحیح و سالم ہیں اور عیسائیوں کی عام شوکت کا نقشہ افسردگی کے ساتھ کھینچتے ہیں اِس بڑے گرجہ کے علاوہ پندرہ اور گرجے دمشق میں بنے ہوئے تھے جب مسلمانوں نے خالد کی ماتحتی میں ہوکر اسپر حملہ کیا تھا۔ ایرانیوں کی شکست نے گو صلیب کے جھنڈے کو سینٹ جان کے سب سے بڑے منارے پر سے جھکا دیا تھا پھر بھی اس کے قائم رکھنے کا دمشقیوں میں دم خم بنا ہوا تھا۔

یہ کیفیت شام کے دار الخلافہ کی بیان ہوئی جو شہروں کی شہزادی کہلاتا تھا۔ اِسکے ارد گرد بلند بلند پہاڑ جو آجکل برف سے سفید ہو رہے تھے مسلمانوں کی سرگرمانہ کوششوں کے فرو کرنے کے لئے سخت مخالف کا کام دے رہے تھے پہاڑوں پر سے برف برابر گر رہی تھی اور ایسا چلہ کا جاڑا پڑ رہا تھا کہ دانت بجنے لگے تھے۔ پھر بھی یہ قدرتی مخالف مسلمانوں کی شجاعانہ خون کی حرارت کو سرد نہ کرسکی گو یہ گرم ملک کے باشندے ایسی سردی کے عادی نہ تھے پھر بھی اِن کی صعب گزار روح اور بھڑکتے ہوئے پرجوش ارادوں نے اس سردی کو نہ گردانا اور باگیں اُٹھائے ہوئے بڑھتے چلے آئے۔ ابو عبیدہ نے اپنا لشکر گاہ مغرب کی جانب قائم کیا اور خالد نے مشرقی دروازہ کی جانب جسکا دروازہ کہنہ عبادت گاہ کے کھنڈروں سے دشوار گزار بن رہا تھا اپنا ڈیرا ڈنڈا ڈالا۔

اسی طور سے دوسرے دروازوں کی بھی حفاظت کی گئی تھی۔ مسلمانوں کا پہلے اُس یونانی فوج سے مقابلہ ہوا جو شہر کی حفاظت کے لئے پڑی ہوئی تھی دو تین خونریز میدانوں کے بعد وہ بالکل پسپا کر کے فصیل شہر میں محصور کر دی گئی اِس فصیل کو دمشقی اپنے زعم میں بڑا مضبوط جانتے تھے اور انہیں یہ معلوم تھا کہ مسلمان کبھی ہم پر فتح نہیں پا سکتے ادھر قیصر حمص میں آ کر مسلمانوں کی قوت توڑنے کے لئے چاروں طرف سے فوج جمع کر کے یہاں روانہ کر رہا تھا لیکن مسلمانوں نے یہ بڑی عقلمندی کی تھی کہ تمام رستے فوج آنے کے روک دئے تھے ہرچند قیصر کی فوج نے چاہا کہ ہم دمشقیوں کی مدد کو پہنچیں لیکن اِن کی یہ کوشش محض بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ مسلمانوں نے کوئی ناکا بھی خالی نہ چھوڑا تھا کہ وہ ادھر سے آ سکتے چیل کی طرح اوپر ہی اوپر منڈلاتے رہ گئے۔ پھر بھی محصورین کو کچھ ہراس نہ تھا وہ یہ جانتے تھے کہ موسم کی سرد مہری اور ہماری فصیلوں کی استواری کبھی مسلمانوں کا قدم آگے نہ بڑھنے دے گی مسلمانوں نے ٹھان لی تھی کہ جب تک دمشق کو فتح نہ کر لیں گے کبھی قدم پیچھے نہ ہٹائیں گے گو موسم کی سختی کا وہ بہادری سے مقابلہ تو کر رہے تھے لیکن پھر بھی انہیں اپنی پوری جسارت سے کام لینے میں تامل کرنا پڑتا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے سردی کا موسم رخصت ہوا اور گرمی آ گئی اِس گرمی نے مسلمانوں کی چستی کو اور بڑھا دیا اور اب انہیں اپنی خوفناک بیجگری کو کام میں لانے کا موقع ہاتھ آیا۔ ادھر مسلمانوں نے اپنی پوری سرگرمی اور قوت سے کام کرنے کا ارادہ کیا اور اِدھر دمشقیوں پر مایوسی چھا گئی اور اِس یاس نے اِن کے دلوں کو توڑ دیا۔

ایک دن گورنر دمشق نے اپنے افسروں کی دعوت کی وہ اس قدر شراب پی گئے کہ انہیں اپنے جان و تن کا ہوش نہیں رہا۔ خالد کو یہ کیفیت کھل گئی وہ ساری رات نہ خود

سونپا نہ اوروں کو سونپنے دیا ایک دستہ اس بہادر فوج کا جو عراق میں اس کی ماتحتی میں کام کر چکا تھا منتخب کر کے تیار کیا چشم زدن میں کمندیں تیار ہو گئیں صبح ہونے سے کچھ دیر پہلے خالد نے خاموشی سے بغلوں میں خالی پھولی ہوئی مشکیں دبا کر معہ اپنے جان نثار شیر دل سپاہیوں کے پانی میں اپنے کو پھینکا اور نہایت تیزی سے فصیل تک پہنچ گئے اور بے تامل کمندیں ڈالکر اُن پر چڑھ گئے ابھی تک شہر میں کسی کو خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے جو لوگ کہ دمدموں اور برجیوں پر پہرہ پر تھے وہ قتل کر دئے گئے کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی اس کے بعد دروازے کھولدئے گئے دائیں بائیں جتنے سنتری تھے وہ سب قتل ہو چکے تھے نعرۂ اللہ اکبر بلند ہوا قلعہ والوں کے ہوش و حواس پراگندہ ہو گئے۔ وہ پراگندہ ہو کر دروازوں کی راہ سے بھاگے مگر یہاں شیر دل خالد کی سپاہ کھڑی ہوئی تھی جس نے انکو نیزوں کی نوکوں پر رکھ لیا اور پھر اُبھرنے نہ دیا۔ گورنر دمشق نے جب دیکھا کہ اب کوئی تدبیر نجات کی نہیں ہے اور شہر ہرگز نہیں بچ سکتا وہ دوڑا ہوا مغربی جانب ابو عبیدہ کے پاس آیا اور صلح کی بمنت درخواست کی۔ ابو عبیدہ کی نرم دلی اور رحیم طبیعت نے اُسے صلح کرنے پر مجبور کیا اسی جگہ پر اسیوقت معاہدہ ہوا اور اسپر دستخط کئے گئے دروازے کھولدیئے گئے اور مسلمانی فوج بلا مزاحمت مغربی جانب سے قلعہ میں داخل ہوئی۔

جب ابو عبیدہ فوج لئے ہوئے آگے بڑھا تو اسکے کانوں میں آدمیونکی واویلا و بکا کی صدائیں آنے لگیں اور ابو عبیدہ کو معلوم ہوا کہ خالد مشرقی سمت حملہ آور ہوا ہے اس نے فوراً حکم بھیجدیا کہ اپنی تلوار کو میان میں کر لو گورنر نے ہمیں اپنے حوالہ کر دیا ہے۔ خالد یہ سنکر کچھ مایوس سا ہو گیا اور اس نے ناچار یہ عذر پیش کیا کہ شہر کی فتح میں باقی ہی کیا رہا جو آپ صلح کرنے پر راضی ہوئے ایک ہی تاخت میں ابھی سب کا فیصلہ تھا۔

بیک تاختن تا کجا تاختم چہ گردن کشا نرا سر انداختم

مگر خالد کا یہ تمام عذر بیفائدہ تھا ابو عبیدہ معاہدہ کرچکا تھا اور وہ اپنے معاہدہ پر پختہ تھا اسکا
انصاف اسکا رحم اور اس کی ایمانداری معاہدہ سے ایک انچ بھی اسے پیچھے نہ ہٹنے دیتی
تھی اس نے خالد سے کہلا بھیجا کہ جو شرطیں کی گئی ہیں وہ ضرور پوری ہونگی۔ چنانچہ دمشقیوں
کو امان دی گئی اور تمام شام میں اپنے کو غنیم کے سپرد کرنا گویا مغلوب ہوجانے کی
علامت سمجھی گئی۔ نصف حصہ عامہ و خاص مال میں سے فاتحوں کو دیا گیا۔ ذرا سی چیز
کی بھی نصف تقسیم ہوگئی جو کچھ موجود تھا خواہ کسی نوعیت کا ہو اسمیں سے نصف فاتحان اسلام
کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ علاوہ اس خراج کے جو یہاں سے سلطنت مشرقی کو دیا جاتا
تھا یہ طے پایا کہ جو شخص اسلام قبول نہ کرے بشرطیکہ بالغ ہو ایک اشرفی سالانہ خراج کی
مسلمانوں کو ادا کرے اور ہر کھیت میں سے اسیطرح غلہ کا بھی کچھ پیمانہ مقرر ہوگیا جو مسلمانوں
کو دیا جاتا تھا مسلمانوں کے ہاتھ نہ صرف اتنی بھاری غنیمت اور یہ خراج ہی لگا بلکہ دمشق
کے بہت سے مکانات پر بھی اپنے مسکن کے لئے انہوں نے قبضہ کرلیا جو انکے آرام اور
کاموں کے لئے کافی تھے اور اسطرح یہ خوبصورت شہر چشم مشرق ہرقل کے ہاتھ سے نکلکر خلیفہ
کے مبارک قبضہ میں آکر اسلام کا عدن ہوگیا۔ یہ فتح ۱۴ہجری موسم گرما میں وقوع میں آئی
شہر کے گرجوں کی بھی اسی طرح تقسیم کیگئی کچھ مسلمانوں کے حصہ میں آئے اور کچھ عیسائیوں کو
دیدئے گئے بڑے گرجے سینٹ جان کے بھی دو حصے کردئے گئے نصف حصہ میں عیسائی
آزادی سے انجیل سناتے تھے اور ان کی گھنٹیاں بجتی تھیں نصف دوسرے حصہ میں
پانچوں وقت مؤذن اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتا تھا اور خوب زور شور سے قرآن پڑھا جاتا
تھا اور دینی وعظ ہوتے تھے ایک طرف حضرت عیسیٰ کے دین کی تلقین ہونا اور دوسری

جانب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک دین کا وعظ ہونا مسلمانوں کی انتہا درجہ بے تعصبی اور رحم ظاہر کرتا تھا۔

زمانہ محاصرہ میں ابوالعور بڑی بہادری سے یونانیوں کے جنوب جانب حملہ کو روکے رہا ہر چند یونانی کثیر التعداد لشکر نے جنوب کی طرف حملہ کرنا چاہا مگر ابوالعور کی شائستہ او جاں نثار فوج کے مقابلہ میں انکی ہمتیں پست ہوگئیں اور وہ پیچ پچکر رہ گئے مخل میں یونانی لشکر پٹا پڑا تھا۔ اور جبردان میں جو اسی کے قریب ہے ابوالعور اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ قائم تھا۔ مخل جہاں یونانی سپاہ مقیم تھی پہاڑی کے مشرقی نشیب میں واقع ہے اسکی بلندی سطح آب سے چھ سو فیٹ پیمایش ہوئی ہے۔ اِسی مقام میں سلطنت مشرقی کی شکستہ فوج نے پناہ لی تھی اور یہیں انھوں نے تازہ دم فوج کی مدد سے اپنے کو خوفناک لشکر کی صورت میں بدل لیا تھا۔ پہاڑوں میں سے جو پانی بہتا تھا اسکے سبب سے دلدل بہت ہوگئی تھی اسلئے ابوالعور کو موسم گرما کا رستہ دیکھنا پڑا تاکہ دلدل خشک ہوجائے۔ اسّی ہزار فوج یونانیوں کی خیمہ زن تھی۔ روزمرہ ان کے سامنے انجیل پڑھی جاتی تھی اور مسلمانوں کے خلاف جوش دلایا جاتا تھا۔ صلیب کا جھنڈا قلب لشکر میں بڑی شوکت سے اڑایا گیا تھا اور پادری سپاہیوں کو جوش دلانے اور اِنکے دم خم بنانے کے لئے زیادہ سرگرمی کر رہے تھے۔

اب گرمی خوب پڑنے لگی تھی اور دمشق سے مسلمانوں کی فوج روانہ ہوچکی تھی۔ ابو عبیدہ نے چاہا کہ بڑھکر ہرقل پر حملہ کریں مگر حضرت عمر نے منع کر دیا کہ جبتک یونانی عقب میں ہیں براہ راست ہرقل پر حملہ کرنا مناسب نہیں ہے جوں ہی حضرت عمر کا یہ فرمان پہنچا ابو عبیدہ یزید بن ابی سفیان کو گورنر دمشق کر کے آپ سیدھا مخل کی طرف بڑھا

فوج ہراول کی خالد کمان کر رہا تھا اور ایک طرف ابوعبیدہ بذات خود ایک پلٹن کو لئے ہوئے

جما ہوا تھا ۔ عمرو بن العاص دوسرے دستہ کا اعلےٰ افسر نامزد ہوا اور مشہور جنگ آور ضرار رسالہ کی کمان پر مقرر تھا ۔ اِس لشکر نے یرموک کو عبور کیا اور فحل پر جہاں اسّی ہزار سپاہ یونانیوں کی پڑی تھی مقیم ہوا ۔ یونانی فوج نے چاہا کہ بھلاوا دیکر دھوکے سے عربوں پر چھاپہ ماریں لیکن وہ یہ نہ جانتے تھے کہ شرحبیل شب و روز اپنی فوج کو لئے ہوئے جنگ پر مستعد رہتا ہے یونانیوں نے اپنے خیال میں مغالطہ دیکر یکایک مسلمان لشکر پر حملہ کیا یہ پہلے ہی سے جنگ کے لئے مستعد تھے اِس خوفناک اور خونریزی و تندی سے دونوں لشکر جان توڑ کر لڑے کہ پہلے کبھی ایسی سخت جنگ نہ ہوئی تھی ۔ شام تک یونانی اپنی جگہ سے نہ سرکے مگر شب کو خالد اور ضرار کی جانبازیوں اور خوفناک مقابلوں نے اِنہیں جگہ چھوڑنے اور فرار ہونے پر مجبور کیا ۔

سلطنت مشرقی کا بہادر کپتان جنگجو ضرار کی تلوار کی نذر ہوا ۔ فوج بالکل پراگندہ ہو کر بھاگی اکثر تو دلدل میں پھنسکر گرفتار ہوئے اور اکثر بچکر نکل گئے ۔ اِس جنگ نے گویا صدیوں تک شام کی قسمت کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں دیدیا ۔ اس خونریز جنگ میں مسلمانوں کا اتنا نقصان نہیں ہوا لیکن مال غنیمت اُنہیں اسقدر ہاتھ لگا جسنے اور زیادہ فتوحات کا اِنہیں شوق دلایا اب کوئی دشمن اِدھر اُدھر نہ رہا اسلیئے شیردل خالد کی فوج کی ملک شام میں زیادہ ضرورت نہ خیال کر کے حضرت عمرؓ نے اس فوج کے عراق جانے کا حکم دیا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی زندگی میں فوج کو خصوصاً عراق روانہ کیا تھا اس خواہش کی ضرورت نکل جانے کے بعد اب حضرت عمرؓ نے تکمیل فرمائی ۔

اور اب اِس فوج کا سرکردہ بجائے خالد کے ہاشم بن عتبہ مقرر ہوا ۔ یہ چستی سے صحرائے لق و دق کو طے کر کے جنگ قادسیہ میں حصہ لینے کے لئے بڑھا ۔ ابوعبیدہ خالد کے ساتھ حمص پر بڑھنے کی نظر سے دمشق واپس چلے گئے ۔ عمرو بن العاص اور شرحبیل کو جردان کے صوبہ

کے لئے چھوڑا گیا کہ وہ بالکلیہ اسپر اپنا قبضہ کرلیں۔

شام کی حب الوطنی کی آگ پھر کبھی روشن نہ ہوئی اسلیئے کہ وہ سلطنت مشرقی کی بے خبر کم ہمتی سے بجھ چکی تھی۔ بدوؤں کی قوم جو رومیوں کے ظلم وستم سے تنگ آگئی تھی۔ عربوں کی حکومت میں آنا انہیں نامبارک نہ معلوم ہوا۔ یہودی بھی خوشی خوشی اسلامی حکومت کو قبول کرتے جاتے تھے اور عیسائی تو سب سے زیادہ مسلمانوں کی حکومت کے شایق تھے وجہ یہ تھی کہ رومیوں کے مظالم نے انہیں جان اور مال سے تباہ کردیا تھا سالانہ انکے خوبصورت بچے پکڑے جاتے تھے اور وہ وہ سلوک کئے جاتے تھے جو انتہائے ظلم قرار دئے جا سکتے ہیں۔

غرض شہر پر شہر فتح ہوتا چلا گیا اور آخر مسلمانوں کی سلطنت تیروان سے صحرا کی مشرقی جانب پھیل گئی اور عمدگی سے اسکی حفاظت کردی گئی دمشق سے یزید نے اپنی حکومت تدمور تک پھیلادی اسکے بھائی معاویہ نے سیدن اور بیروت کو یوں ہی سی مخالفت کے بعد فتح کرکے اپنی فتوحات کی لین ڈوری کو طرابلس تک بڑھا دیا

شام کا ملک دریائے فرات سے ساحل سمندر تک فتح ہوگیا تھا۔ اور تمام رعایا خوشی خوشی مسلمانوں کو خراج دینے لگی تھی۔

ہرقل کی حالت کا نقشہ مسلمان مورخوں نے افسوس سے کھینچا ہے۔ وہ حمص میں اسلئے آیا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کو شکست دے اور جو فوجیں ادھر اُدھر روانہ کرے وہ اپنے شاہ کی پشت پناہی میں جان توڑ کر کام کریں مگر افسوس ہے اسکی یہ مراد بر نہ آئی اور حمص کو جہاں اسنے اپنا لشکرگاہ بنایا تھا ابوعبیدہ اور خالد کو سونپنا پڑا۔ ناچار بیچارہ یہاں سے بھاگ کر انطاکیہ میں مقیم ہوا مگر وہاں بھی خالد تلوار لئے ہوئے قضا کی طرح اسکے پیچھے پہنچا۔ اسکے بھائی تھیوڈرک نے بہتیرا جان توڑ کر مقابلہ کیا لیکن خالد کی تلوار کے آگے اسکی تمام جانبازی نقش برآب ہوگئی اور

آخر ہرقل انطاکیہ چھوڑ کر دوسرے شہر میں گیا وہاں بھی بلائے بے درماں کی طرح خالد نے اسکا پیچھا نہ چھوڑا پھر وہ تیسرے شہر میں جاکر پناہ گزین ہوا یہانتک کہ قسطنطنیہ میں جاکر اس نے پناہ لی۔ اب ہم ابوعبیدہ اور خالد کو شمال کی طرف انکے لشکروں کو تازہ دم کرنے کے لئے چھوڑتے ہیں اور پھر کچھ بیان عراق عرب کا کرتے ہیں۔

جنگ قادسیہ | ہم نے مثنیٰ کو عظیم الشان جنگ بویب کے بعد کالدیا کے کناروں پر چھوڑ دیا تھا کہ اگر کسی قسم کا خطرہ پایا جائے تو اسکا تدارک کرے۔ لیکن اس بدقسمت زمین کی تقدیر میں اور ایک بڑی خونریز جنگ لکھی تھی۔ مدائن میں انتظامی صورت تغیر و تبدیل ہوگئی تھی۔ امرائے مدائن رستم کی کمزوری اور ملکہ کی کم طاقتی سے درہم ہوگئے تھے اور اُنھوں نے شور مچانا شروع کر دیا تھا کہ سلطنت تباہ ہوئی جاتی ہے جبتک کہ کوئی حوصلہ مند شاہ تخت نشین نہو گا سلطنت کبھی نہ سنبھلے گی۔ اب یہ تحریک عام میں پھیل گئی اور ہر شخص اس بات کا خواہشمند معلوم ہوا کہ کوئی عالی ہمم شہزادہ تخت نشین کیا جائے۔ اخیر یزدجرد ملا جو خسرو کی ظالمانہ قتل سے کہیں چھپ چھپا کر بچ رہا تھا اس کی عمر پوری ۲۱ برس کی تھی بظاہر دل چلا اور اولوالعزم معلوم ہوتا تھا۔ سب کی صلاح سے یہی تخت پر بٹھایا گیا۔ نوجوان شاہ کے گرد بڑے خیرخواہانہ جوش سے امرائے سلطنت جمع ہوئے اور کسی قدر حب الوطنی کی آگ اِنکے دلوں میں پھر بھڑک اُٹھی تھی۔ فوجیں جمع ہونے لگیں عراق عرب پر دوبارہ قبضہ کیا گیا اور حیرہ تک کل شہر عمدگی اور مضبوطی سے محفوظ ہوگئے۔

تمام ارکان سلطنت معہ نوجوان شاہ کے اپنی دیرینہ حشمت و دولت کی آگ دوبارہ روشن کرنا چاہتے تھے اور اپنے بزرگوں کی غفلت اور عیاشی کی مکافات اپنی سرگرمی سے ہوجانی تصور کرتے تھے۔ جب ایرانیوں نے اپنے ہاتھ پیر اس سختی سے کشادہ

کئے تو لوگوں نے مثنیٰ کی اطاعت سے سبکدوشی حاصل کرنی چاہی اور وہ اپنے ارادوں
میں کامیاب ہوکر سلطنت مدائن کے سایۂ عاطفت میں آگئے۔ مثنیٰ نے جب دیکھا کہ معاملہ
بگڑ چلا مجبوراً اسے پھر پسپا ہوکر فرات کے پیچھے قیام کرنا پڑا۔ ایرانی فوج روز بروز تعداد میں زیادہ
ہوتی گئی اور جو لوگ مسلمانوں کی حکومت سے سبکدوش ہوئے تھے ایرانیوں کا ساتھ
دینے میں اور بھی سرگرم دکھائی دیتے تھے یزدجرد کی تخت نشینی گو بظاہر سلطنت مدائن کے
لئے نیک شگون معلوم ہوتی تھی مگر اصل ساسانی سلطنت حکومت اور زرتشتی مذہب کا خاتمہ
کرنے والی تھی مثنیٰ نے فوراً ایک نامہ حضرت عمر کی خدمت میں روانہ کیا جسمیں ایرانیوں
کے مظالم کا بھی ذکر تھا اُس خط کو دیکھ کے حضرت عمر بہت خفا ہوئے۔

آپنے اپنے اسی جوش میں یہ مستقل ارادہ کرلیا کہ میں بذات خود اس جنگ میں شریک
ہونگا آپکے اس ارادہ کا غلغلہ تمام مدینہ اور نئی فوجوں میں ہوگیا ہر شخص اس ارادہ پر
سرگوشی کرتا دکھائی دیتا تھا کہ خلیفہ بذات خود جنگ پر روانہ ہوتا ہے حضرت علی اور بہت
سے صحابہ رسول اللہ آپکو سخت مانع آئے اور کہا آپ کا تشریف لیجانا کسی طرح قرین قیاس نہیں
معلوم ہوتا حضرت عمر نے بہتیرا چاہا کہ صحابہ اجازت دیدیں لیکن ایک بھی راضی نہ ہوا اور سب
نے متفق اللفظ یہ کہا "تیرے جانے سے اے عمر ہم ہلاک ہوجائینگے" سب سے زیادہ حضرت علی
اصرار کررہے تھے کہ آپ ہرگز نہ جائیں اور اس ارادہ کو قطعًا موقوف کردیجئے مجبوراً حضرت عمر نے
اپنے ارادہ کو ملتوی کیا۔ پھر بھی اتنے سے قصد کرنیکا نئی فوج پر یہ اثر ہوا کہ ان میں اپنے خلیفہ
کی اس سرگرمی سے اور بھی جوش پیدا ہوگیا۔

چار ہزار فوج یکلخت جمع ہوگئی اب بحث یہ ہوئی کہ اس فوج کی کمان کسے سپرد کیجائے
یہ گفتگو ہی ہورہی تھی کہ سعد بن ابی وقاص کا نامہ لیکر قاصد آیا اس میں یہ مذکور تھا کہ میں نے

اپنی قوم ہوازن میں سے ایک ہزار نیزہ والے آدمی جمع کرلئے ہیں۔ اس کا نام سنتے ہی جماعت نے پکارا بس یہی ایک شخص ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا "کون" انھوں نے جواب دیا صحرائی شیر سعد کو شیر کہا کرتے تھے۔ یہ امر طے پاگیا کہ سعد افسر فوج بنایا جائے حضرت عمر نے فوراً سعد کو طلب کیا یہ شخص بچپن میں مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور وہیں اسنے پرورش پائی تھی نبی اکرم کی جنگوں میں اس نے تیراندازی میں بڑا نام پایا تھا۔ پستہ قد اور سیاہ فام تھا اسکی بہادری اور شجاعت کی دھاک تمام عرب میں مچ رہی تھی لیکن کسی قدر سخت گیری میں بھی مشہور تھا۔ حضرت عمر نے اسے اس امر کی اطلاع دی کہ تو سپاہ سالار افواج اسلامیہ کا بنا یا گیا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی فرمایا "خدا جوہروں اور نیک کاموں کو دیکھتا ہے اسکی نظر کسی کی پیدایش پر نہیں ہوتی کیونکہ اسکی نظر میں سب برابر ہیں"۔

فرمان دیکھتے ہی چار ہزار آدمیوں کو لیکر عراق روانہ ہوا۔ عربوں کے بال بچے بھی انکے قاعدہ سفر جنگ کے مطابق ساتھ تھے۔

جوں جوں فوج آتی گئی حضرت عمر سعد کے ساتھ شریک ہونے کے لئے روانہ فرماتے گئے حضرت عمر نے جہاں تک آپ سے ممکن ہوا فوج جمع کرنے میں جان لڑادی جتنے قبائل عرب تھے انکے پاس خط دوڑادئے نہ کوئی شاعر بچا اور نہ کوئی سردار نہ شیخ قبیلہ نہ فصیح غرض جس کے پاس ہتیار اور گھوڑا ہوا اسکو طلب کرلیا۔ ہوتے ہوتے بیس ہزار فوج جمع ہوگئی جسکی کمان سعد کر رہا تھا وہ فوج جو شام سے آرہی تھی جب سعد کی فوجوں سے عراق میں ملی تو ان کی مشتملہ تعداد بیس سے تیس ہزار ہوگئی۔ سعد یہ فوج لیکر مثنیٰ کی طرف بڑھا۔ اس سے بیسیوں درجہ زیادہ فوج کالدیا کے میدان میں ایرانیوں کی جمع تھی جو اپنے پرجوش دشمن کا انتظار کر رہی تھی۔

جب سعد حیرا سے پندرہ یا بیس میل جنوب جانب رہگیا تو اس نے مثنیٰ کے انتقال کی
خبر کو نہایت حسرت سے سنا۔ جو اس مرحوم کا بھائی معہ ایک وصیت نامہ کے لایا تھا۔ سعد
آنکھوں میں آنسو بھر لایا اسکے بھائی کی تشفی کی اور اس وصیت نامہ کو پڑھا جسمیں یہ قیمتی فقرہ
لکھا تھا جو اسکے دم واپسیں کے ساتھ اسکی زبان سے نکلا تھا" عربوں کو حدود صحرا پر جنگ کرنا
مناسب ہوگا وہاں سے وہ دشمن کو بھگا دینگے اور پھر فتحمند ہونگے اگر شکست بھی کھائی تو ویران
صحرا انکی پناہ کے لئے بہت موزوں ہے وہاں ایرانی کبھی نہیں جا سکتے اور پھر عرب تازہ دم ہو
وہیں سے حملہ کر سکتے ہیں جوں ہی سعد نے یہ وصیت نامہ پڑھا جنرل اعظم مثنیٰ کی اس یادگاری
پر رحمت بھیجی۔ اس کے بے وارث خاندان کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور عربوں کے قاعدہ کے
مطابق اس کے بیوہ سلمہ نامی سے آپ نکاح کر لیا نئی طرح سے سعد نے فوج کو ترتیب دیا۔
ہر کمپنی دس آدمیوں کی مقرر کی اور اس پر ایک افسر نامزد کیا جو لوگ کہ بڑے جنگجو تھے انکو
جھنڈا دیکر آگے کیا الگ الگ قوموں کے جدا جدا دستے بنا لئے اور اسی ترتیب سے انہیں
میدان جنگ میں لایا۔ چند محکمے اسلئے بھی مقرر کئے کہ اگر عین جنگ میں فوج کو کسی قسم کی
ضرورت پڑے تو ان محکموں کے ذریعہ سے وہ ضرورت رفع ہو جائے خاص خاص کمانیں
ان آزمودہ کار سپاہیوں کو دی گئی تھیں کہ جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور مقدس
جھنڈے کے نیچے مشرکین عرب سے سینہ سپر ہو چکے تھے ان مبارک انفاس میں ۹۹ خاص
وہ بزرگ تھے جو جنگ بدر میں شامل تھے اور ۴۰۱ وہ صحابہ تھے جنہوں نے نبی اکرم کا مختلف
جنگوں میں ساتھ دیا تھا۔ سعد نے مثنیٰ کی قیمتی وصیت پر عمل کیا۔ اور آہستہ آہستہ اس دشت
خونخوار کے کناروں کی طرف بڑھا۔ وہاں کچھ عورتوں اور بچوں کو چھوڑا اور انکی نگہبانی کے
لئے ایک رسالہ مقرر کر دیا اور قادسیہ کی طرف باگیں اٹھائیں یہ وہ میدان ہے جس کی

تقدیر میں زرتشتی اور محمدی مذہب کا عظیم الشان فیصلہ کرنا لکھا تھا جو فارس کی قسمت کی ڈانواڈول کشتی کو اسلامی مصفا سمندر کے کنارہ لگانے والا تھا کچھ فوج تو دریائے فرات کے مغربی کنارہ پر ڈالدی اور ایک مضبوط لشکر قادسیہ کے میدان میں لاجمایا۔ یہاں سعد نہایت صبر سے حریف کی فوجوں کی شوکت اور جنبش کو دیکھتا رہا۔ اس نے حضرت عمرؓ کی ہدایت کے بموجب یہ مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ پہلے آگے بڑھکر حملہ آور نہ ہونگا اور جبتک حریف خود نہ بڑھے گا جنگ نہ کرونگا۔

رستم جو یزدگرد کی طرف سے سپاہ سالار ہوکر آیا تھا اسی ترتیب سے اسنے بھی چال چلنی چاہی اسی اثنا میں عربوں نے براہ دریا عراق عرب پر چھاپہ مارا اور امرا کے ایک محل پر حملہ کر کے اسکی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ایک برات کو حیرا کے پاس گرفتار کرلیا۔ دلہن جو عامل یا صوبہ دار کی لڑکی تھی معہ براتی جاہ وحشم کے اسلامی لشکرگاہ میں پہنچادی گئی موسم بہار گزر گیا اور خوب گرمی پڑنے لگی۔ تمام مویشی چراگاہوں سے ہکادئے گئے اور اکثر بار مسلمانوں کی خوراک مہیا کرنے اور اپنے حریفوں کو سزا دینے کے لئے تاخت کی گئی۔ اِدھر اُدھر کے گاؤں کو لوٹ لیا اور اپنے لشکر کے لئے خوب سامان رسد مہیا کرلیا۔

سعد کی اس تاخت وتاراج سے دو حکمتیں تھیں پہلی حکمت تو یہ تھی کہ اپنی فوج کیلئے بخوبی رسد کا سامان جمع ہوجائے گا دوسری حکمت یہ تھی کہ جب یہ زمیندار تنگ ہوکر شاہ ایران سے فریادی ہوں گے تو مجبوراً رستم کو ہمپر حملہ کرنے کا جوش پیدا ہوگا۔

چنانچہ یہی ہوا کہ زمینداروں نے واویلہ وشور مچایا اور یزدجرد کے پاس جاکر کہا اگر آپ ہماری پشتی نہیں لیتے تو ہم مسلمانوں کی حفاظت میں چلے جاتے ہیں۔ جب یہ شور مچا تو یزدجُرد کی بیچین طبیعت اور بھی پریشان ہوئی اور اِس نے باصرار رستم کو آگے بڑہنے کا حکم کیا۔

اسی عرصہ میں حضرت عمر اور سعد کی خط و کتابت ہوتی رہی حضرت عمر نے سعد سے قادسیہ کی جغرافیائی کیفیت دریافت کی اس نے لکھدیا کہ قادسیہ ایک خندق سیر شاہی اور دریا کے مابین واقع ہو اسکے سامنے ایک گہری آبجو ہی جو بائیں جانب چکر کھاتی ہوئی ایک شاداب اور سرسبز وادی میں ہوکر شہر حیرا کے نیچے تک چلی گئی ہی۔ ایک نہر اسی راستہ سے جسمیں تحیف میں چلی جاتی ہو اسکے کناروں پر ایک محل خواورنامی بنا ہوا ہی۔ اسکی داہنی جانب غیر قابل گزر دلدل سے محفوظ ہی اور اسکی پشت پر صحرا واقع ہوا ہی جب یہ رپورٹ حضرت عمر کو پہنچی آپ مطمئن ہوئے لیکن آپکی یہ رائے ہوئی کہ پہلے یزدجرد کو دعوت اسلام کی جائے۔ بیں جنگجو بہادر آدمیوں کو اس پیغام پیجانے کے لئے منتخب کیا جن میں سے نعمان بن مقرالمزنی وبشر ابن ابی حازم حرملہ بن صفوان۔ حنظلہ بن الربیع۔ عدی بن سہل۔ مغیرۃ بن سقیۃ۔ عطارد بن حاجب سعبت الکہدی۔ معن بن الحارث الشیبانی بڑے مشہور لڑاکو اور دلیر تھے اور انہیں کئی کئی زبانیں بھی آتی تھیں۔ یہ دلیر سفیر صحرائے لق و دق کو طے کرکے مدائن میں پہنچے۔ شان وشوکت ملاحظہ کی۔ ایک قوی ہیکل گارڈ سے قلعہ کو محفوظ پایا۔ انکے بل شل گھوڑے سب ایک ہی رنگ کے تھے زنار کی صورت میں سونیکی موٹی موٹی زنجیریں ان کی کمر میں پڑی ہوئی تھیں۔ زرہ بکتر اور خود فولادی نے انکی صورتوں کو خواہ مخواہ پرخوف بنا دیا تھا مگر ان صحرائی اسلامی بہادروں نے انکی اس پرشان ہیبت کو بھی نہ جانچا اور حقارت کی نظروں سے اُنھیں دیکھتے رہی۔ یزدجرد کو اس سفارت کی اطلاع کردی گئی تھی۔ کچھ دیر باہر کے درجہ میں اُسکا انتظار کرنا پڑا پھر یزدجرد نے اُنھیں اپنے سامنے بلایا۔ محل کی دولتمندانہ اور شاہانہ صورت دیکھکر عرب دنگ رہگئے لاکھوں روپیہ کے جواہر جڑے ہوئے اور ہزاروں من سونیکا کام تمام در و دیوار پر جگمگ کر رہا تھا یزدجرد نے اپنے وزیر کے ذریعہ سے انکے آنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے دعوت اسلام

کی اور آزادانہ یہ تقریر کی "ہم ظلمت کفر میں صدیوں سے گرفتار تھے نیکی اور بدی کی شناخت
نہ رہی تھی تمام انسانی اخلاق اور روحانی برکتیں زایل ہوگئی تھیں جب ہماری نوبت حد سے
زیادہ بری ہوئی تو خدا نے ہم ہی میں سے برگزیدہ نبی مبعوث کیا اس نے تمام روحانی برکتوں
اور انسانی فضایل سے ہمیں حصہ دیا کفر کی ظلمت سے نکال ایمان کے روشن میدان میں لے
آیا۔ اب اسکی وفات ہوگئی ہے اسکی جگہ اسوقت عمر خلیفہ ہیں جو اسکے احکام کی تعمیل کرتے ہیں
ہم میں سے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے نبی کی ہدایت کے بموجب سب کی دعوت اسلام کرے
اگر اس نے اسلام قبول کرلیا تو وہ ہمارا بھائی ہو اور نہیں اسے اختیار ہے تو مسلمان ہوجا تو پھر ہم
میں سے تو بھی شمار کیا جائے گا اور اگر تو مسلمان نہیں ہونا چاہتا تو جزیہ دینا قبول کرتا کہ ہم
تجھے اپنی حفاظت میں لیلیں اگر اس سے بھی تو نے انکار کیا تو سمجھ لیجو تیری سلطنت کے دن
قریب آن لگے ہیں" بیس آدمیوں نے یکے بعد دیگرے اسی مضمون کو بڑی دلیری اور بیباکی سے
ادا کیا۔ نوجوان شاہ نے اس سیدھی سادی مودب گفتگو کا جواب نہایت بے ادبی اور گستاخی سے
دیا۔ وہ جواب یہ تھا "تم محض ناچیز ہو۔ ایک غیر مزروعہ زمین کے خانہ بدوش ہو تمام عمر تمہاری
صحرا در صحرا پھرتے ہوئے گزر گئی اس حالت میں تم تاج کیانی کی آرزو کرتے ہو تمہیں اب
معلوم ہو جائیگا کہ یہ خبط تمہیں کسدرجہ تباہ و برباد کرتا ہے" یہ سنکر انہوں نے جواب دیا "اے شاہ!
تو سچ کہتا ہے ہم بیشک غریب اور بھوکے ہیں خدا ہمیں دولتمند اور مطمئن بنادے گا۔ بہتر ہے
اگر تو نے تلوار کو پسند کیا ہے یہی ہمارا تیرا فیصلہ عمدگی سے کردیگی" یہ سنتے ہی نوجوان شاہ کے
تن بدن میں آگ مرچیں لگ گئیں۔ اور وہ یہ کہنے لگا "تم اگر ایلچی نہ ہوتے تو سبکو قتل کر ڈالتا تم میں سے
ایک بھی زندہ بچکر نہ جاتا۔ پھر اپنے ارکان دولت کی طرف مخاطب ہوکر کہا انہیں ایک ڈھیلا
مٹی کا دو اور شہر کے دروازہ کے باہر نکال دو۔ چنانچہ فوراً ایک ڈھیلا منگایا گیا اور کہا اسکو

اُٹھا کر لے جاؤ یہی تمہارے قابل ہے۔ عاصم نے اس ڈھیلے کو اُٹھا لیا اور شہر کے باہر معہ اپنے ساتھیوں کے چلا۔ اتنے میں رستم دربار میں حاضر ہوا بادشاہ نے اس سے یہ کیفیت بیان کی کہ میں نے اسے ذلیل کرنے کے لئے یہ کارروائی کی۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر جواب دیا تو نے انہیں ذلیل نہیں کیا تو خود ذلیل ہو گیا" پھر اس نے سوار دوڑائے کہ عربوں سے جا کر اس ڈھیلے کو چھین لائیں۔ عرب بھی کے اپنے منزل مقصود پر پہنچ چکے تھے عاصم نے اس ڈھیلے کو سعد کے آگے رکھکر کہا "اے سعد خوش ہو کہ خدا نے تجھے زمین ایران بخشی"۔ پھر بڑی سخت جنگ کے بعد ایران فتح ہو گیا اور قریب قریب تمام ایرانی زمین پر قابض ہو گئے۔

عظیم فتوحات کے بعد ۱۴ھ مطابق ۶۳۵ء میں بصرہ کی بنیاد پڑی اور پھر حضرت عمر نے حکم دے دیا کہ کوفہ آباد کیا جائے اور آپ نے یہ بھی حکم بھیجا کہ یا تو کوئی مدائن میں رہے یا کوفہ میں آ کر قیام پذیر ہو۔ کوفہ کا موسم عربوں کو پسندیدہ معلوم ہوا وہ غول کے غول وہاں جا کر آباد ہونے لگے پہلے یہاں مکانات سرو ستہ سرکنڈوں کے بنائے گئے جیسے بصرہ میں بنے تھے مگر شب و روز کی آتشزنی نے شہروں کو بولا دیا پھر حضرت عمر نے حکم دیا کہ بصرہ اور کوفہ دونوں میں اینٹوں کے پختہ مکانات بنائے جائیں حکم ہوتے ہی بڑے بڑے مکان تیار ہو گئے۔ لاکھوں روپیہ کے تجارتی سامان سے شہروں کو رونق ہو گئی اور کوفہ ایک بارونق اور دلچسپ جگہ رہنے کی ہو گئی۔ مرکز شہر میں ایک مسجد بنائی گئی جس کے ستون سنگ مرمر کے تھے جو حیرا سے لائے گئے تھے سعد نے بھی اپنے لئے ایک بہت بڑا محل تیار کرایا اور اسکا ایک وسیع احاطہ گھیر کر ایک بہت بڑا دروازہ بنایا تاکہ کوئی بازار میں پھرتا ہوا انجان آدمی بغیر پوچھے گچھے مکان میں نہ چلا آئے جب حضرت عمر نے اس دروازہ کی کیفیت سنی تو آپ کو سخت رنج ہوا آپ نے فوراً سعد سے کہلا بھیجا کہ اس دروازہ کو گرا دے اور بھائیوں کو اپنے پاس آنے سے منع نہ کر حضرت عمر نے یہ لکھ بھیجا

اِس امر کی مجھے اطلاع گزری ہی کہ تو نے اپنے لئے ایک محل بنوا کر تیار کرایا ہی اور لوگ اسے حصار سعد کہتے ہیں اور تو نے اسکا بہت بڑا دروازہ بنایا ہی۔ یہ تیرا حصار نہیں ہی غالباً یہ حصار تباہی و بربادی کا ہی خزانہ کے لئے اِسکی کیا ضرورت ہی جبکہ تو خود اسکی حفاظت کر سکتا ہی اور اسے مقفل کر سکتا ہی لیکن یہ دروازہ جسنے آدمیوں کو تیرے پاس آنے اور اپنی عرض معروض کرنے سے بند کر دیا ہی تو ضرور اسکو گرا دے " یہ نامہ خلیفہ کا دیکھتے ہی سعد نے تعمیل حکم کی مگر اس نے از روئے ایمان یہ تحریر کیا جس غرض سے میں نے دروازہ بنایا تھا اسکے خلاف حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا میری ہرگز یہ رائے نہ تھی کہ لوگ میرے پاس التجا لیکر نہ آئیں حضرت نے اسکے عذر کو قبول فرمالیا۔

اِس قطع کا انتظام کرنا یہ دوسرا مقصد تھا اس بار آور صحرا کو عرب انعام جنگ کہتے ہیں حضرت عمر نے اِن کاشتکاروں کو جو ہنگامہ عراق میں پریشان اپنی زمینیں چھوڑ چھوڑ کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے تھے یہ اعلان دیا کہ وہ بدستور یہاں آکر آباد ہوں اپنے اپنے ملکو پر قبضہ کرلیں اور ہلکا سا خراج زمین اپنے محافظین کو ادا کرتے رہیں مگر اِن شہزادوں اور امرا کی ملکیں جنہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی تھی اور اِن کے تمام آتشکدے یا وہ ملکیں جو شاہی تھیں سب حضرت عمر کے حکم سے ضبط کر لی گئیں۔ تمام ضرورتیں جن سے عامہ خلائق کی بہبودی اور آسایش منصور ہو سکتی تھی خلیفہ کے حکم سے پوری کی گئیں۔ مثلاً جابجا سڑکوں کا بننا۔ نہروں کا دریاؤں سے کاٹ کر لانا اور کھیتوں میں چھوڑنا۔ ڈاکخانہ کا انتظام۔ لنگرخانوں کا جاری ہونا یہ ساری باتیں بطرز احسن عمل میں آئیں۔ پھر حضرت عمر نے یہ حکم دیدیا کہ عرب مستقل طور پر سوائے میدان جنگ کے کہیں جم کر نہ رہیں اور نہ کاشتکاری یا زراعت کریں کیونکہ اس سے انکی جنگی قوت میں فرق آجائے گا جتنی کہ زمینیں سپاہیوں کے حصہ میں آئی تھیں انہیں چھوڑنی پڑیں اور اِن پردیسی کاشتکاروں

کا قبضہ ہوگیا۔ جو لوگ ان زمینوں کے مالک تھے انکو وہ زمینیں سونپ دی گئیں ادھر محصول کی کثرت اور ادھر آبادی کی بہتایت اور پھر عربوں کی جنگی قوت کی سلامتی نے شام کی حدود سے ایران کی پہاڑی سلسلوں تک تمام باشندوں کو مالا مال بنا دیا۔ تمام ملک مفتوحہ اسی کے کاشتکاروں کو بالکلیہ سونپ دیا گیا اور انکو محفوظ رعیت قرار دیدیا گیا انکا نام ذمی مشہور ہوا جس کے لئے یہ حکم ہے کہ ذمی کا خون مومن کے برابر ہے۔

وہ ضبطی کی زمینیں جو تاج کی مقبوضہ سمجھنی چاہییں ان کے انتظام کے لئے تاج کی طرف سے ایجنٹ مقرر ہوئے مگر یہ ایجنٹ بھی زیادہ تر وہی اصلی کاشتکار ہوتے تھے جو قدیم سے اس ملک کے رہنے والے تھے اور جو کچھ محصول آتا تھا وہ عامۂ خلایق کے منافع میں خرچ کردیا جاتا تھا۔ کوفہ کی مملکت کا حاصل بصرہ سے کہیں زیادہ تھا۔ کوفہ کے بنیاد پڑنے کے چند روز کے بعد بصریوں نے اپنے وکلا حضرت امیر المومنین کی خدمت میں روانہ کئے اور التجا کی کہ ہمارے اوقات بڑھادئے جائیں اور آمدنیاں ہماری ذمہ واریوں سے زیادہ مناسب کی جائیں۔ ان وکلا میں سے ایک شخص نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین کوفہ ایک تروتازہ باغ ہی کہ جو موسم میں کھجوروں کی فصل بہتات سے دیتا ہی اسکے مقابل میں ہماری زمین شور ہی یہ ایک طرف سے تو صحرا کے کنارے پر ہے جس وقت کوئی طوفان آتا ہے تو دریا کا شور پانی اسکی شور زمین کو اور رہا سہا تباہ اور برباد کردیتا ہی اب آپ کوفہ سے مقابلہ فرمائیں ہمارے ہاں غریب کثرت سے ہیں اور امیر بہت کم ہیں۔ اپنی جود و کرم سے ہمیں حصہ بخشاوے۔

آن چشم دارم از نظر بندہ پرورت کز عین التفات بریں بصرہ بنگری

حضرت عمر نے جب انکی عرضداشت پر غور فرمایا تو نہایت فیاضی سے تاج کی زمینوں میں سے ان کے اوقات ان کی مرضی کے موافق زیادہ کردیئے بعد ازاں جو کچھ بصرہ کو ترقی

ہوئی وہ کوفہ سے کم درجہ پر تھی۔ اگر ہم بصرہ اور کوفہ کی بے نظیر قسمتوں پر ایک نظر ڈالیں گے تو ہمیں بخوبی کھلجائے گا کہ یہ دونوں شہر بہت جلدی کیسے آباد ہوئے۔ تمام اطراف سے لوگ آ آکر آباد ہوگئے تھے تجارت کی گرم بازاری جابجا مدارس کا جاری ہونا اور علم کا چرچہ۔ فوجوں کی آمدورفت نے کچھ زمانہ تک خصوصًا کوفہ کو بڑا خوشنما شہر بنائے رکھا حضرت علی نے اپنا دارالخلافہ علاوہ اور سیاسی اسباب کے کوفہ کو اسلئے بھی بنایا تھا کہ اسکی تروتازگی اور سرسبزی روح کو تازہ رکھتی ہے یہاں کی آب وہوا صحت بخش تھی شہر بش عرعرو حجر بش مرمر کا حکم رکھتے تھے مگر اسکی بہبودی اور تروتازگی کو حضرت عمر جیسے قوی اور مضبوط بازو سہارا دئے ہوئے تھے مگر جب آپکی وفات ہوگئی اور یہ کمزور ہاتھوں میں پڑا بس پھر جو کچھ اسکی تقدیر ہوئی تھی وہ آنکھوں کے آگے آگئی۔

شمالی شام کی مہم شامی جنگی سلسلہ تازہ کرنے کے لئے ہمیں ذرا پیچھے ۱۵ھ سنہ ۶۳۶ع جردان کے کناروں کی عظیم الشان فتح کی طرف ہٹنا چاہیئے ۱۴ھ کے اختتام پر ابوعبیدہ نے عمرو بن العاص کو حکم دیا کہ وہ بیت المقدس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے سلسلہ جنبانی کرے یزید بن ابی سفیان کو زیر دمشق اپنی باقیماندہ فوج لیکر حمص کی شمالی جانب بڑھا۔ جہاں شہنشاہ بیٹھا ہوا اپنے حریف کی حرکت کو دیکھ رہا تھا۔ راہ میں یزید کی فوج کا ہتھیوڈرک برادر ہرقل سدراہ ہوا اور اس نے چاہا کہ دمشق پر حملہ کرکے اسکو چھین لے مگر خالد کی فوج نے اسکی بڑھتی ہوئی سپاہ کو شکست دیکے بھگا دیا اس سے فارغ ہوکر عربوں نے بعلبک کا رخ کیا تھا۔

ابوعبیدہ سیدھا حمص کی طرف بڑھا چلا گیا تھا۔ ہرقل ہتھیوڈرک کی شکست پر اڈیسا بھاگ کر چلدیا تھا جہاں اس نے بدؤں کو مسلمانوں سے بھڑکا کر آمادہ جنگ کردیا۔ مگر ان بدؤں کی کچھ دال نہ گلی اور سعد نے انکو تباہ کردیا پھر ابوعبیدہ نے حمص کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن ایسی دقت ہوئی کہ حمص کے فتح ہونیکی امید جاتی رہی اور عربوں نے ارادہ کرلیا کہ یہاں سے پھر کر چلے جاویں اس لئے

کہ حارث کی سختی ناقابل برداشت تھی - یکایک اسی اثنا میں اسی طرح خطرناک دلیری سے حملہ کیا گیا جیسا دمشق پر کیا گیا تھا اور آخر حمصیوں نے نصف نصف ملک پر صلح ہوگئی - حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ کو حکم دیدیا تھا کہ تو برابر اپنی فوج کی رفتار کو جاری رکھیو اور آگے بڑھتا چلا جائیو تاکہ تو کناروں کی قوی قوموں کو حاصل کرکے اپنے لشکر کو قوی بنا سکے -

حمص میں کچھ فوج چھوڑ کر ابو عبیدہ شمال کی جانب روانہ ہوگیا تھا چھوٹے چھوٹے شہر برابر مطیع ہوتے چلے جاتے تھے - ہاں لیوڈیسیا نے بڑی سختی سے مقابلہ کیا اور عربوں کو ناک چنے چبوا دئے مگر عربوں کے جوش نے دھاوا کرکے اسکو بھی فتح کرلیا اور اسکی تمام بہادر فوجوں کو کاٹ ڈالا - ہنوز شمال کی طرف بڑہتے چلے جاتے تھے - خالد نے قنسرین کے پاس یونانیوں کی ایک بڑی جمعیت کو شکست دی اور آگے بڑھکر الیپو کو بڑی خونریز جنگ کے بعد فتح کرلیا جب یہاں سے فراغت پائی تو ابو عبیدہ انطاکیہ میں پھرا - یہاں شکستہ سلطنت کی فوجیں جمع ہونے لگی تھیں اور انہوں نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ مسلمانوں کو حکومت شام کی سرداری سے بالکل سبکدوش کردینا چاہئے - ہرقل نے یہاں فوج جمع کرنے میں جان لڑادی اور اسکو خوفناک مضبوطی سے آراستہ کیا - لیکن ہرقل کی ساری کوششیں محض بیکار گئیں - انطاکیہ کی دیواروں کے نیچے ایک عظیم الشان اور خونریز جنگ کے بعد ہرقل کی فوج کو پسپا ہونا پڑا اور مسلمان فتحمندانہ جھنڈا اڑاتے ہوئے قلعہ میں داخل ہوئے یہ مختصر بیان ہے جسمیں نہ صرف شمالی شام کی قسمت کی کیفیت درج ہے بلکہ دمشق سے ایشیائے کوچک کے پہاڑی سلسلہ کا حال بھی بیان ہوا ہے -

مشرقی طرف یونانیوں نے آخری مگر کمزور کوشش دوبارہ اپنا ملک حاصل کرنیکے لئے کی وہ دوبارہ سخت بیغرضی اور مایوسی کی حالت میں پسپا کردئے گئے - اِن کا رہنما قتل ہوگیا اور انکی بڑی تعداد قیدی بنائی گئی - سلطنت کے لشکر کے جسم میں رعشہ پیدا ہوگیا تھا اور شام سے نہایت عمرات

سمندر کے کنارے تک مسلمانوں کا سکہ رہ گیا تھا۔ ان حدود کی تمام قومیں مطیع کر لی گئی تھیں اور ان کو اس کام پر مقرر کر دیا تھا کہ مفتوحین کی تیاری یا حرکت کی کل خبریں مسلمانوں کو پہنچاتی رہیں اب بدو بھی مسلمان ہونے شروع ہو گئے تھے۔

ہر قلعہ اور ہر گھاٹی میں محصور ہو کر ہرقل نے جان توڑ توڑ کر جنگ کی اور قدم قدم پر اپنی فوج کو نثار کیا مگر سب کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں بہتر ہوتا گیا جب وہ مجبور ہو کر قسطنطنیہ جانے لگا ہی تو جاتے وقت اس نے بیت المقدس کو مخاطب بنا کر یہ کلمے کہے "اے پاک زمین اور اے مقدس معبد میں تجھ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتا ہوں۔ کیا پھر بھی میں تیری مبارک چوکھٹ میں کھڑا ہو کر تیری طرف سجدہ کروں گا؟"

فتح فلسطین ۱۵ھ ۶۳۶ء عرب جغرافیہ دانوں کے مطابق فلسطین وہ قطعہ ہے جو بحر لوط کے مغرب میں واقع ہے۔ اسکی شمالی حدود ایک خط ہے جو سمندر سے کارمیل پہاڑی تک کھینچا جاتا ہے۔ اس کے شمال میں پھر جس ملک کو دریا سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اسکو ملک اردن کہتے ہیں۔ پہلے عربوں نے حاران کی طرف یورش کی تھی جو شام کے شمال اور جردان کے مشرق میں واقع ہے۔ عرب نکل کر ان کا شمالی رستہ شاہراہ دمشق تھی جہاں سے موجودہ زمانہ میں حاجی آتے جاتے ہیں جو بحر لوط کے مشرق کی طرف واقع ہے۔ شام میں مسلمانوں نے جابیہ پر ہو کر جنگ کی۔ جابیہ سے بڑے بڑے زبردست لشکر دمشق کے شمال۔ مغرب کی طرف جردان اور فلسطین پر روانہ ہو سکتے تھے۔ محاصرہ دمشق اور جنگ فحل کے بعد فوراً جردان کا ایک بہت بڑا صوبہ عمرو بن العاص کی فوج کا شکار ہو گیا۔ قیصر کی حکومت فلسطین ہی میں متزلزل نہ ہو گئی تھی بلکہ مصر میں بھی اسکی بنیادیں ہل گئی تھیں فلسطین اور اسکے پاس کے دو مقام اس عظیم الشان لشکروں سے مضبوط ہو رہے تھے۔ بظاہر یہ امید نہ کی جاتی تھی کہ مسلمان اسے بہت جلد فتح کر لینگے۔ عیسائی سمجھتے تھے کہ مسیحی دین کی عزت

اور بقا صرف فلسطین کے قائم رہنے پر منحصر ہی اسلئے عیسائیوں کی کل قوتیں فلسطین میں جمع ہوئیں
بطریق ارطفون فلسطین کی کمان کرتا تھا جس نے خاص ایک حصہ لشکر سے بیت المقدس کی
سختی سے محافظت کی اور باقیماندہ فوج سے اجنادین پر مقیم ہوا تاکہ مسلمان حملہ آور ہوں تو انکو روکے۔
اس چالاک شخص نے یہ چال چلی کہ عمرو بن العاص کو تنہا کچھ گفتگو کرنیکے لئے بلایا اور کمینگاہ میں
چند آدمی چھپا دئے جو راستہ ہی میں اسکا فیصلہ کر دیں مگر یہ تدبیر کچھ کارگر نہ ہوئی اور اجنادین کے
میدان میں ایک خونخوار جنگ ہوئی جسنے فی الحال فلسطین کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ سخت خونریزی
کے بعد ارطفون واپس بیت المقدس بھاگا پہلے عمرو بن العاص نے چھوٹے چھوٹے شہر فتح کر
لئے اور اب صرف رملہ اور بیت المقدس رہ گیا۔ بیت المقدس کی طرف آخر عمرو بن العاص نے
قدم بڑھایا ارطفون میں اتنا بھی دم نہ رہا تھا کہ وہ وہاں مقابلہ کرتا بیت المقدس کو چھوڑ کر مصر
چلا گیا۔ بطریق نے صلح کی درخواست کی لیکن قید یہ لگائی کہ خود امیر المومنین حضرت عمر تشریف
لائیں تو انکے ساتھ معاہدہ ہو۔ حضرت عمر کو اسکی بابت لکھا گیا گو آپکے مشیروں کی رائے نہ تھی
لیکن پھر بھی مدینہ سے جابیہ کی طرف روانہ ہوئے یہ ایک یادگار دن ہی کیونکہ یہ پہلا ہی وقت تھا
کہ خلیفہ نے حدود عرب سے قدم باہر نکالا۔ ابو عبید۔ خالد بن ولید۔ یزید بن ابی سفیان مشرق سے حضرت
عمر کے استقبال کیلئے دوڑے سواروں کا ایک پرا وردیوں سے سجکر اعلیٰ درجہ کے گھوڑوں پر
سوار ہوکر حدود عرب تک شام سے اپنے امیر کی پیشوائی کیلئے روانہ ہوا انکے زریں تاج اور
جواہر نگار [illegible] سونے اور چاندی کی موٹی موٹی زنجیریں انکے گلوں میں پڑی ہوئیں ریشم
کے جواہرات سے انکی وردیاں جھم جھم کر رہی تھیں جوں ہی حضرت عمر نے انکی طرف نگاہ اٹھا
دیکھا تو آپکو [illegible] زریں لباس پہننے لگا آپ نے جھنجلا کر فرمایا۔
[illegible] پاس سے تمہے دو ہی برس میں اپنی پوشاک بدل لی ایسی لباس کے کسرا اور قیصر کو

برباد کردیا اگر دو سو برس میں تمہارے لباس میں اتنا تغیر آجاتا جب بھی ایک بات تھی اُنہوں نے اپنے زرین جواہر نگار کوٹوں کے بٹن کھولکر دکھائے اور عرض کیا اے امیر المومنین ہنوز وہ ہی ہمارے قدیمی ہتھیار ہمارے زیب تن ہیں۔ یہ دیکھکر حضرت عمر کو کسی قدر اطمینان تو ہو گیا تاہم آپ ناخوش رہے اور اِن کے یہ زریں لباس پسند نہ کئے حضرت جابیہ میں مقیم ہوئے کہ تنے میں ایک سفارت بطریق کے پاس سے آئی جو شروط کہ بطریق نے کی تھیں منظور کرلی گئیں شہادتیں ہوگئیں اور حضرت عمر کی مُہر ثبت کی گئی۔ سفارت کو وہ عہدنامہ دیدیا گیا وہ اپنے مالک کے پاس لیکر چلی گئی۔ بعدازاں بیت المقدس اور رملہ کا دروازہ حملہ آوروں کے لئے کھلگیا عمرو بن العاص اپنی فوج لیکر جابیہ میں جہاں حضرت عمر مقیم تھے حاضر ہوا حضرت عمر کو دیکھتے ہی وہ دُور سے اُتر آئے اور اُنھوں نے امیر المومنین کی رکاب کو بوسہ دیا۔ حضرت عمر بھی گھوڑے پر سے اُترے اور عمرو بن العاص کو بہت محبّت سے گلے لگایا اور جنرلوں کو اِن کی کمان کی جگہ پر رخصت کر کے حضرت عمر عمرو بن العاص کو ہمراہ لیکر بیت المقدس کیطرف بڑھے عمرو بن العاص نے حضرت عمر کی خدمت میں ایک یابو سواری کے لئے حاضر کیا اِسکے گلے میں گھنگرؤں کی ہیکل پڑی ہوئی تھی اور جسوقت وہ چلتا تھا تو وہ چھن چھن کرنے لگتی تھی۔ یہ شام کے طریقہ پر مٹکتا اور ناچ کر چلتا تھا (جیسا آجکل مہاجنوں کے گھوڑے گتیں بھرتے چلتے ہیں) حضرت عمر چند قدم تک اسپر سوار گئے لیکن بعدازاں اُتر آئے اور عمرو بن العاص سے دریافت فرمایا کہ اس قسم کی چال گھوڑے کو کیوں سکھائی جاتی ہے۔ عمرو بن العاص نے عرض کیا اے امیر المومنین مجھے اسکی خبر نہیں کہ گھوڑوں کو شام میں ایسی چال کیوں سکھائی جاتی ہے آپ اِس یابو پر سے اُتر آئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

جب حضرت عمر بیت المقدس میں تو آپ نے بطریق اور باشندگان شہر پر نہایت مہربانی فرمائی

آپ نے انہیں اجازت دیدی کہ وہ خفیف سا محصول ادا کریں اور انکی تمام عبادتگاہیں اور گرجے آزاد چھوڑ دیئے گئے سب پر ان ہی کا قبضہ رہا اور انہیں اسبات کی آزادی دیدیگئی کہ جس طرح پہلے اپنی عبادت اور تلقین دین کرتے تھے اسیطرح اب بھی کریں۔ ملکی اور مذہبی حقوق انکے اسیطرح برقرار رکھے گئے بیت المقدس صرف یہودیوں اور عیسائیونکا معبد نتھا بلکہ مسلمانونکا بھی اسیطرح معبد تھا۔ پہلے مسلمانونکا یہی قبلہ تھا اور اسیکی طرف سب سجدہ کیا کرتے تھے۔ پاک پہاڑی کی چوٹی پر ایک نشان ہنوز بنا ہوا ہی جسکو حضرت یعقوب علیہ السلام کا بالین کہتے ہیں۔ اسی مقام پر حضرت عمر نے مسجد کی بنیاد ڈالی جو آجتک موجود ہے۔

مسلمان مورخوں نے اور زیادہ حضرت عمر کے بیت المقدس تشریف لیجانیکی بابت تحریر نہیں کیا مگر جو کچھ مسیحی مورخوں نے لکھا ہی وہ درج کیا جاتا ہی۔ مسیحی مورخ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے بطریق کے ساتھ تمام زیارتگاہوں کو جاجا کر ملاحظہ فرمایا اور ہر ایک عمارت کی نہایت متانت سے تاریخ دریافت فرماتے رہے۔ نماز کی مقررہ ساعت میں بطریق نے حضرت عمر سے عرض کیا کہ آپ اس گرجہ میں (جسمیں انکے عقیدہ کے موافق قیامت کے دن خداوند تعالی لوگوں کے اعمال کا فیصلہ سناویگا) نماز پڑھ لیں حضرت عمر نے باہر گرجہ کی سیڑھیوں پر جانماز بچھا کر نماز پڑھ لی اور کہا "میں نے اسلیئے اندر جاکر نماز نہیں پڑھی مبادا مسلمان عیسائیوں کے گرجوں میں نماز پڑھنا شروع کردیں اور پھر مسیحیونکو تکلیف پہنچے"

مسٹر امیر علی نے اس واقعہ کو بعینہ اسیطرح اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام میں لکھا ہی لیکن میور صاحب یوں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے اسلیئے انکار کیا تھا کہ مسلمان اس معبد میں کہیں قبضہ نہ کرلیں اور پھر آپنے قسطنطین کے گرجہ میں جانماز بچھا کر نماز پڑھی۔ اور اس خیال سے کہ قسطنطین کے گرجہ میں مسلمان قبضہ نہ کرلیں ایک مسجد اسی کے پہلو میں تعمیر کرادی۔ جو ہنوز موجود ہے۔

حضرت عمر نے زیادہ یہاں قیام نہیں فرمایا جس لیئے آپ تشریف لائے تھے وہ کام ہو چکا تھا

صرف آپ نے اتنا اور کیا کہ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حصہ میں تو بیت المقدس اور دوسرے حصہ میں رملہ نامزد کیا گیا۔ پھر آپ جس راستہ سے تشریف لائے تھے اسی راہ سے مدینہ منوّرہ واپس تشریف لیگئے اسطرح شام شمال سے حدود مصر تک تین سال کے عرصہ میں عیسائیوں کے ہاتھ سے نکلکر مسلمانوں کا ہوگیا۔ ہر شخص تعجب کریگا کہ مسلمانوں کی یہ شاہانہ فتوحات کیا ایک معجزہ تھیں جو آناً فاناً میں اِدھر سے اُدھر پہنچ گئیں۔

فاتحانِ شام نے کیلدیا کی طرح اپنے ہاتھ پیر شام میں نہیں کشادہ کئے۔ انہوں نے اپنے لشکرگاہ اور عربوں کے رہنے کی معقول جگہ بصرہ اور کوفہ سے بہتر نہیں دیکھی۔ ملک اور موسم بھی موافقت میں کمی کرتا تھا۔ عرب شام میں فتح کرنے والونکی صورت میں آئے اور انہوں نے زیادہ تر اپنا زور دمشق، حمص اور دوسرے حصوں پر انتظام کے لئے قایم رکھا کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ یہی شہر شام کے دروازے ہیں اِن پر قبضہ ہوجانا کل شام کے ملک کا فتح کرلینا ہی گو مسلمانوں نے اتنی عظیم الشان فتوحات کیں اور بڑے زور شور سے حکومت کی لیکن عیسائیوں یا یہودیوں یا مجوسیوں کو اُنکے دین چھوڑنے کیلئے مجبور نہ کیا گیا یہی کیفیت عیسائیوں کی ہوئی جو صدیوں سے اپنے اسی آبائی مسیحی مذہب پر چلے آتے ہیں کیا اس سے بھی زیادہ کوئی قوم انصاف پسند اور آزادی بخش ہوسکتی ہے۔

قسطنطنیہ کے مسیحی مصنفوں نے شام کی کیفیت اِس سے زیادہ کہ دو سطریں بھی پوری ہوں نہیں لکھی انہوں نے صرف اسی قدر لکھنے پر اکتفا کیا ہے "عیسائیوں کی قلم بزدلی اور شرم کی بھری ہوئی حکایت لکھنے سے انکار کرتی ہے"! یہ لکھکر وہ سہل چھوٹ گئے۔ میں ہرگز اسکا قائل نہیں ہوں کہ شامیوں نے بزدلی سے کام کیا۔ کیونکہ حمص۔ دمشق اور یرموک کی خونخوار لڑائیاں شامیوں کی بزدلی ثابت نہیں کرتیں بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حق و باطل کی جنگ میں حق ہی غالب آیا

اور اسی کو فروغ ہوا اور الہامی کتاب کی وہ پیشین گوئی پوری ہوئی "غیر مختون خدا کے پاک گھر میں آئندہ سے نہ جائیں۔

شمالی شام میں بغاوت ۱۸ھ ۶۳۹ء

حضرت عمرؓ کی خلافت کے چھٹے سال یونانیوں کے دل میں یکایک یہ خیال پیدا ہوا جس طرح ہو سکے شمالی شام سے مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے یہ جوش ان کی طبیعت میں بُرے طور سے اُٹھا اور اب وہ پریشان شیر کی طرح مسلمانوں پر جست کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

یونانیوں نے بلندی عراق عرب کی قوموں سے فریاد کی اور شہنشاہ ہرقل سے التجا کی کہ یہی وقت یاری کا ہے اگر حضور نے دستگیری کی تو شمالی شام میں ایک مسلمان کا بچہ بھی نہ دکھائی دیگا گو سعد نے عراق عرب کو استواری سے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا اور اسکی فتح کے ہاتھ بہت دور دور تک کشادہ ہو گئے تھے پھر بھی بلندی صوبہ کی وہ بدوی قومیں جو عیسائی تھیں ایرانی اور قسطنطنیہ کی سلطنت کا ساتھ دینے کے لئے انہیں کچھ انکار نہ تھا۔ یونانیوں کی اپیل سُنکر وہ خوش ہو گئیں اور انہوں نے مسلمانوں کو شمالی شام سے نکال دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

شہنشاہ قسطنطنیہ کو گو بڑی شکستیں مل چکی تھیں لیکن ابھی بحری لشکروں کا دم خم باقی تھا اور اسے اپنی بحری فوجی قوت پر بہت بڑا ناز تھا اِسنے یونانیوں اور بلندی عراق عرب کی بدوی اقوام کو دلاسا دیکر کہا کہ میں تمہیں بحری مدد دوں گا فوراً ایک مہم اسکندریہ سے انطاکیہ روانہ ہوئی اور بدوی بے تعداد حمص کے ارد گرد جمع ہونے لگے اس پر جوش طریقہ پر کثرت سے فوجیں جمع ہونے سے ابو عبیدہ کو بہت اندیشہ ہوا اس لئے اپنی ادھر اُدھر کی فوجوں کو ایک جگہ جمع کیا پھر بھی حریف کی قوت اپنے سے کئی گنی دکھائی دی ناچار نہایت جلد حضرت عمرؓ سے مدد کی درخواست کی اسپر حضرت عمرؓ نے سعد کو لکھا کہ فوراً ایک لشکر قعقاع کی سرکردگی میں کوفہ سے حمص کی

حفاظت کے لئے روانہ کر اسی عرصہ میں یونانی اپنے جہازوں سے اُتر آئے انطاکیہ جو مسلمانوں کی حفاظت میں آچکا تھا اور جس پر مسلمانوں نے سب سے زیادہ مہربانی کی تھی وہ بھی باغی ہو گیا اور اس نے یونانیوں کے لئے اپنے دروازے کھولدئے۔ قنسرین اور الیپو اور شمال کے کل شہروں میں مسلمانوں کے خلاف آتش بغاوت بھڑک اُٹھی۔ کوئی جگہ مسلمانوں کی پناہ کی نہ تھی چھوٹے چھوٹے گاؤں بھی مسلمانوں سے شمشیر آزمائی کرنے کو تیار ہو گئے تھے۔ ابو عبیدہ نے ایک مجلس کی اور مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے سب کی یہی مرضی تھی کہ جبتک کوفہ سے قعقاع فوج لیکر نہ آئے ہرگز جنگ شروع نہ کی جائے مگر خالد نے ہرگز اسے گوارا نہ کیا اور وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ انکی جمعیت کا ذرہ برابر بھی خیال نہ کرنا چاہیئے اور فوراً شمشیر بدست ہونا لازم ہے۔ ہرچند خالد نے ابو عبیدہ کو یقین دلایا کہ آپ ہراساں نہ ہوں میں دو خونریز میدانوں میں اس کثیر جمعیت کو پراگندہ کر دونگا مگر ابو عبیدہ نے فی الحال خالد کی درخواست کو قبول نہیں کیا اور قعقاع کے آجانیکا منتظر رہا۔ جب حضرت عمرؓ نے مدینہ میں یونانیوں۔ شامیوں۔ رومیوں اور مسیحی بدؤں کی جمعیت کا خوفناک حال سنا۔ آپ سیدھے جابیہ روانہ ہوئے۔ ابھی آپ سفر ہی میں تھے کہ اس خوفناک منظر میں ایک تغیر پیدا ہو گیا۔ ایک قوی مغالطہ نے بدؤں کو شہنشاہ بحر و بر ہرقل کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور کیا وہ عراق عرب اپنے صحرائی گھروں کی حفاظت کے لئے بھاگے انہیں خیال ہوا کہ ہم یہاں جنگ کریں اور وہاں ہمارے گھروں پر دوسروں کا قبضہ ہو جائے اور پھر یہاں بھی شکست ملے تو پھر سوائے جانیں ضایع ہونیکے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ ابو عبیدہ ہنوز قلعہ میں محصور تھا جب اس نے دیکھا کہ فوج کا ایک بازو ٹوٹ گیا ہے وہ فوراً قلعہ کے باہر نکل آیا قلعہ کے دروازے کھولدئے اور اب دست بدست تلواروں کی جنگ شروع ہو گئی۔ یونانی شامی رومی ایک جگہ جمع تھے اور ابو عبیدہ ایکطرف تھا

ابو عبیدہ نے اِن تینوں مشتملہ فوجوں کی کمروں کو توڑ ڈالا اور صفوں کی صفوں کے دھوئیں اُڑا دئے اتنے میں قعقاع بھی آگیا اب کیا تھا بھیڑوں کی طرح سے ان تینوں مشتملہ قوموں کو سخت شکست دی۔ جب یہ فتح ہوگئی تو حضرت عمر مدینہ واپس تشریف لیگئے اور آپ نے قعقاع کو دعا دی "اے قعقاع خدا تجھے اِسکا صلہ عنایت کرے گا تو نے اِس پھرتی اور تیزی سے اپنے بھائی کی حمص پر آکر مدد کی"! سلطنت قسطنطنیہ کی یہ آخری کوشش مسلمانوں کو شمالی شام سے نکال دینے کی تھی اور جب اسمیں بھی ناکامی ہوئی تو اب اِس نے ہمیشہ کیلئے شام کی طرف نظر اُٹھانے کی بھی قسم کھالی۔

سعد نے بعد ازاں عراق عرب کی انتہائے حدود تک اپنی فتوحات بڑھانی شروع کیں وہ تجربہ کار جنگ آزمودہ خوب جانتا تھا کہ جبتک یہ بدوی مسیحی قومیں جنہوں نے ہرقل اور یونانیوں کی مدد کے لئے یہ شور وشغب مچایا تھا بالکلیہ مطیع نہ کرلی جائیں گی اِن سے ہمیشہ خوف ہی رہے گا چنانچہ اِس نے اس ملک کو اِس کونہ سے اُس کونہ تک فتح کرلیا ہزاروں بدوی فرقوں نے جو عیسائی تھے اِسلام قبول کرلیا۔ ایشیائے کوچک کے مشہور مقامات فتح کرلئے گئے اور نصیبین اور رہا وغیرہ قلعے جو اپنی مضبوطی میں مشہور انام تھے مسلمانوں کے دست تصرف میں آگئے۔ جن بدوی قوموں نے مسلمانوں کے خلاف یہ شورش مچائی تھی اِن کو مسلمانوں نے ذرا بھی تکلیف نہ دی اور آزاد اِنکے مسکنوں میں رہنے دیا ان ہی فتوحات کی رَو میں آرمینیا کا بہت سا حصہ بھی قبضہ اسلام میں کرلیا گیا تھا۔

شام میں آخری مقام ایک قیساریہ رہ گیا تھا کہ جو حضرت عمر کی خلافت کے پانچویں سال مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا۔ عمرو بن العاص مدت سے یہاں مقیم تھا۔ عمرو بن العاص اور معاویہ برادر یزید نے اپنی زبردست اور خطرناک دلیریوں سے اِس شہر کو دو تین دھاووں میں فتح کرلیا پانچہزار قیدی

مدینہ روانہ کئے گئے اور مال غنیمت کی حسب معمول تقسیم عمل میں آئی افسوس ہے حضرت عمرؓ کی خلافت کے آٹھویں سال خالد کا انتقال حمص میں درد گردہ سے ہو گیا۔ گبن صاحب لکھتے ہیں کہ حوالی حمص میں ہنوز سیف اللہ یعنی خالد بن ولید کی قبر موجود ہے پھر گبن خالد کی بابت یہ تحریر کرتا ہے "اسکی بے دھڑک دلیری اور بے تحاشا شجاعت جس نے عرب اور شام کی سلطنتوں کو اسلام میں شریک کر دیا صرف آئندہ زندگی کے صلہ پر موقوف تھی۔ وہ اپنی بیش بہا کوششوں کا کسی پر احسان رکھنا نہ چاہتا تھا بلکہ اس نے جو کچھ عرقریزی اور جانفشانی کی وہ صرف خدا کے لئے تھی اور اسکی کوئی مراد نہ تھی جب وہ میدان جنگ میں جھپٹ کر جاتا تھا تو اسکے سر پر وہ ٹوپی ہوتی تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اُسے عطا فرمائی تھی ٹوپی پہنکر وہ اپنی عزت کے آگے کسریٰ و قیصر کو حقیر جانتا تھا"

دیوان اور ملکی انتظام ۱۵ھ الی ۲۰ھ ۶۳۶ء

سب سے پہلے حضرت عمر نے ان عربی قبایل نصاریٰ اور یہود کو سرزمین عرب سے خارج کر دیا جو بار بار بغاوت کر چکے تھے اور جنکا عرب میں رہنا ہمیشہ امن کے لئے بُرا تھا اس کے بعد اپنے فوجی عربوں کے لئے قوانین مرتب کئے۔

یعنی آپنے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا تھا کہ کوئی عرب نہ تو مفتوحہ ممالک کو اپنا وطن بنا کر رہے اور نہ کسی زمین کا مالک ہو نہ تجارت کرے نہ کوئی محنت کرے جتنے ملازم انکے لشکر گاہ میں کام کاج کرتے رہتے تھے انمیں دیسی آدمیوں کے سوا اور کوئی نہ ہوتا تھا۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جاتے تھے جنمیں چار تو وہیں فوج کو تقسیم ہو جاتے اور پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں تو یہی رسم جاری رہی لیکن حضرت عمر کی خلافت میں شام اور ایران کی غنیمت جو بے تعداد چلی آتی تھی خزانہ مدینہ میں داخل ہوتے ہی سب میں تقسیم ہو جاتی تھی مگر حضرت عمر کو اسکی بابت خیال پیدا ہوا کیونکہ پہلے آسائی صرف مال کی کمی کی وجہ سے تھی اور

اِس قدر خرچ کی ضرورت بھی نہ رہتی تھی مگراب دونوں باتیں جاتی رہیں آخر دوسرے سال یا تیسرے سال فوج کو ایک خاص اور مقررہ مقدار کی آمدنی سابق کے طور پر تقسیم کیجاتی تھی مگر اسمیں اتنا فرق کیا گیا کہ مدارج کی تقسیم بھی ہوگئی اِس کارروائی کے لئے تین باتیں سوچی گئی تھیں (۱) تقدیم قبول مذہب اسلام (۲) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری (۳) جنگی ملازمت یا خدمت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواج مطہرات کی دس ہزار روپیہ مہینہ تنخواہ مقرر کیگئی اور آپ کے تمام رشتہ داروں کو ایک ہی سلسلہ میں انکے رشتہ کے مدارج کے مطابق وظیفے ملنے لگے۔ نبی اکرم کے تین سو صحابہ جنہوں نے جنگ بدر میں بڑا نام پایا تھا ان میں سے ہر صحابی کا پانچ پانچ ہزار روپیہ مہینا مقرر کیا گیا۔ اور جو صحابہ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں موجود تھے ان میں سے ہر ایک کے چار چار ہزار قرار دیئے۔

بغاوت اور مفسدہ کے فرو کرنے میں جو شریک ہوئے تھے انکو تین تین ہزار۔ جو لوگ شام اور کالدیا کے بڑے بڑے خونریز میدان لڑ چکے تھے اور اِن صحابہ کے بچے جو ایک جھنڈے کے نیچے نبی کے پہلو بہ پہلو جنگ کر چکے تھے ہر ایک کے دو دو ہزار قرار پائے اور جنہوں نے یرموک اور قادسیہ کی جنگوں میں شرکت کی تھی اُنکے ایک ایک ہزار مقرر ہوئے اور جنہوں نے اپنی بہادری کے امتیازیہ نمونے اِن مذکورہ جنگوں میں دکھائے تھے انہیں علیحدہ اِنکی تنخواہوں سے پانچ پانچسو اور بطور انعام کے مقرر کئے گئے۔ عورتوں کو مرد کا دسواں حصہ دیا جاتا تھا۔ سپاہیوں کی بیویوں اور بیواؤں کی الگ تنخواہ مقرر کی گئی اور آپنے یہ قاعدہ بھی مقرر فرمایا کہ بچہ پیدا ہوتے ہی دس روپیہ ماہواری کر دئے جاتے تھے جبتک وہ بالغ نہ ہوجاتا اسے دس روپے برابر ملے جاتے عربوں کے غلاموں کی تنخواہیں بھی مقرر ہوگئیں۔

اس طرح گویا ہر درجہ کے شخص کی ایک خاص قیمت مقرر ہوگئی تھی لیکن حقوق خصوصاً عربوں ہی

کے لئے محدود تھے۔ ایرانی سرداروں کے لئے چند باتیں مستثنیٰ کر دی گئی تھیں جنگجو عربوں انکے بچوں انکی عورتوں کے حقوق وسیع تھے۔

وہ قریش مکہ جو مکہ کی فتح کے بعد اسلام میں داخل ہوئے تھے کم تنخواہوں پر جو تقدیم و تاخیر کے مطابق دی گئی تھیں ناراض ہوئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے یہ کہا کہ ہم اشراف قوم قریش میں اپنے کم درجہ کے آدمیوں سے کم تنخواہ ہرگز نہ لینگے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا "یہ صحیح ہے کہ تم اشراف قوم میں سے ہو لیکن جن لوگوں کو تم سے زیادہ تنخواہ ملی ہے وہ تم سے پہلے دائرہ اسلام میں آئے اسمیں شرافت اور غیر شرافت کی بحث نہیں ہے" یہ سنکر انکا اطمینان ہوا اور جو کچھ انہیں دیا جاتا تھا اسپر وہ راضی ہو گئے۔

اِس عظیم کام کی بطریق احسن انجام دہی کے لئے ایک علیحدہ دفتر مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی اور فوراً اسکا ظہور ہوا اس دفتر کا نام دیوان رکھا گیا۔ تمام آمدنی کا حساب مستقل طریقہ پر کیا گیا مال غنیمت کی جدا فہرست طیار کی گئی۔ اور جزیہ کا الگ گوشوارہ بنایا گیا غرض آمد و خرچ کو اِس سہل طریقہ سے حساب میں لے آئے کہ اسکے سمجھنے پر کسی قسم کی دقت نکرنی پڑے پہلا کام جسکی طرف خصوصیت سے توجہ کی گئی وہ محاصل اور ملکی انتظام تھا۔

دوسرا جنگی مقصود تھا۔ جو بہت جلد ایک دائمی اور مستقل صورت میں نہایت عمدگی کے ساتھ بنکر تیار ہو گیا۔ بڑا مقصود فوج کی بہبودی کا تھا ہزاروں عرب آرہے تھے اور انکا خوشی سے خیر مقدم ہو رہا تھا اور درحقیقت ایسی حالت میں لشکر کی زیادتی ایک لازمی امر تھا تمام مسیحی بڑی بڑی سلطنتیں منہ کھولے ہوئے بیٹھی تھیں اور ہر کروٹ پر چاہتی تھی کہ مسلمانوں کا تان توڑا اور نذر کردیں اس نازک وقت میں بھی بہت بڑی مصلحت تھی کہ فوج کی جہاں تک ہو سکتا ترقی ہوتی۔ تمام سلطنتوں کے محاصل کے آنے کی دیر تھی اور خرچ ہونے کی دیر نہ تھی۔ لشکر اتنا بڑھ گیا تھا

کہ لاکھوں روپیہ چٹکیوں میں اُڑجاتا تھا۔

مختلف صوبوں کا حساب کتاب دیسیوں کے ہاتھ میں تھا شام میں یونانی ریونیو کمشنر اور مہتمم خزانہ تھے اور کالدیا میں ایرانی ان معزز عہدوں پر مقرر تھے۔ حجاج تک یہی کیفیت رہی لیکن بعد ازاں تعلیم پاکر عرب ان تمام کاموں پر مقرر ہونے لگے

تنخواہیں ماہ بماہ بٹ جایا کرتی تھیں اگر مدینہ میں کوئی بیمار ہوا اور نہ آسکا اسے حضرت عمر خود جاکر دے آتے تھے۔ جہانتک مسلمانوں کی عملداری تھی سب جگہ ایک ہی تاریخ تنخواہ بٹ جاتی جو بیوائیں کہ مدینہ میں رہتی تھیں ان کو تو حضرت عمر آپ جاکر ان کی پنشن دے آتے تھے اور جو کسی اور شہر میں رہتی تھیں آپ کا حکم تھا اس صوبہ کا گورنر اُن کو جاکر تنخواہ دے اور اُس سے رسید لیکر دیوان میں بھیجدے۔

بچّوں کی تنخواہ کی بابت جو آپ نے مقرر کی تھی جس کی نسبت ہم ابھی اوپر اشارہ کر آئے ہیں اس میں مورخوں کا اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ پانچ روپیہ ماہوار بچہ ہوتے ہی ہو جاتے تھے کوئی لکھتا ہے دس روپیہ ماہوار جیسا میں نے اوپر لکھا کوئی تیس روپیہ ماہوار بتاتا ہے میرے خیال میں اس میں ایک بڑی غلط فہمی پڑ گئی ہے اور اسی لئے کل مورخوں میں اختلاف ہو گیا ورنہ معاملہ بہت صاف ہے ہر درجہ اور ہر قبیلہ کے بچّے کے پیدا ہوتے ہی جیسا کہ قاعدہ تھا ایک ہی تنخواہ ہونی خارج از فہم ہے۔ ضرور ہے کہ عربوں کے مدارج کے لحاظ سے انکے بچّوں کی بھی تنخواہ ہوتی ہوگی مثلاً جو صحابہ جنگ بدر اور احد میں لڑ چکے تھے اور جو جنگ قادسیہ اور قادسیا کے میدانوں میں لڑائی مار چکے تھے کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ دونوں کے بچّوں کا ایک ہی وظیفہ مقرر ہوگا؟ ادنے درجہ بچّہ کی تنخواہ پانچ روپیہ تھے دوسرا درجہ دس پہلا بیس اور خاص تیس روپیہ۔

قحط - وبا ۱۸ھ ۶۳۹ء حضرت عمرؓ کی خلافت کا پانچواں سال وبا اور قحط سے یاد رہے گا اس سال کو سال رمادہ کہتے ہیں - نہریں خشک ہوگئی تھیں اور ہرے بھرے بار آور باغ سوکھ کر ٹھنٹھ ہوگئے تھے - جزیرہ نمائے عرب کا نصف شمالی حصہ تو بہت ہی مصیبت میں تھا مینہ ہی کچھ ایسا امساک باراں ہوا تھا جس کی نظیر پہلے کبھی بیان نہیں کی گئی - وحشی اور صحرائی ڈرپوک جانور جو انسان کی پرچھائیں سے بھاگتے تھے صرف خشک سالی کی مصیبت سے ایسے انس پذیر ہوگئے کہ آدمیوں کے ہاتھ سے آ آ کر کھانے لگے تھے - مویشی اور بھیڑ بکریوں کے گلے بھوک کے مارے چلی جاتے تھے - یا انسان انہیں مجبوری اپنے بچانے کے لئے اپنی خوراک بنا لیتا تھا - بازار خالی ہوگئے تھے - غول کے غول بدوؤں کے مدینہ کی طرف چلے جاتے تھے حضرت عمرؓ سے جہانتک ہوسکتا تھا انکی مدد کرتے تھے اور ہر ایک شخص کو حتی الوسع بھوکا نہ سونے دیتے تھے آپ نے قسم کھائی تھی کہ مجھے مکھن گوشت دودھ روٹی حرام ہے جبتک کہ میں کل مسلمانوں کو اپنی آنکھوں کے آگے سیر نہ دیکھ لوں آپنے سونا اٹھنا بیٹھنا سب ترک کر دیا تھا اور تمام مدینہ میں لوگوں کے کھانے کا انتظام کرتے پھرتے تھے ایک دن آپ کا غلام ایک شکیجا دودھ سے بھرا ہوا اور ایک برتن مکھن سے بھرا ہوا لایا اور عرض کیا یا امیر المومنین آپنے کئی دن سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا ہے اس کو تناول فرمائیں آپنے اُس سے یہ کہا "تم یہ دونوں چیزیں لیجا کر محتاجین کو دے آؤ میں انہیں نہیں کھانے کا اگر میں اپنی تن پروری کی فکر میں رہونگا اور یہ چیزیں کھاؤں گا تو مجھے میرے عام مسلمان بھائیوں کی مصیبت کی تکلیف کا کیونکر اندازہ ہوسکے گا - سوائے زیتون کے تیل اور کچے پکے برے کھانے کے آپ اور کچھ نہ کھاتے تھے اور وہ بھی نصف پیٹ آپ کا چہرہ اس فکر اور سختی سے زرد پڑ گیا تھا گو آپ کی طاقت روز بروز زائل ہوتی چلی جاتی تھی لیکن ہمت اور عملی ہمدردی میں زیادہ جوش بڑھتا جاتا تھا -

حضرت عمرؓ شاید دو یا تین گھنٹہ بمشکل رات کو سوتے ہوں گے اور نہیں صبح و شام پیر گوچکر بتا

تھا جتنی تدبیریں ممکن ہوئیں اِس مصیبت کے رفع کرنے کے لیے عمل میں لائی گئیں دارالخلافہ کے بیت المال اور یہودی خانہ ہی سے مدد نہ یجاتی تھی بلکہ مفتوحہ ممالک سے بھی برابر غلہ آنا شروع ہوگیا۔ ابوعبیدہ شام سے چار ہزار خچر غلہ کے لدے ہوئے لایا جو اس نے آپ قحط زدہ اشخاص میں تقسیم کردئے۔ عمرو بن العاص نے فلسطین سے بذریعہ اونٹوں کے غلہ روانہ کیا اور بحری راستہ سے بھی ایک معقول تعداد غلہ کی بوریوں کی روانہ کی۔ اسی طرح کالدیا سے بھی لاکھوں من غلہ آنا شروع ہوگیا۔ جن جانوروں پر غلہ آتا تھا وہ بیس روز کے حساب سے ذبح کئے جاتے اور اُن کا گوشت بھوکوں کو تقسیم ہوجاتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حالت عجیب بیان ہوئی ہے آپ کے کندھے پر روٹیوں کا تھیلا خام روغن زیتون کا مشکیجا لئے ہوئے ہے اور سب کو دیتے پھرتے ہیں۔ ایک دن سرِشام بعد نماز مغرب چمڑے کا تھیلا کندھے پر ڈالے ہوئے روٹیاں بانٹ رہے تھے اتنے میں چند بچوں اور ان کے ساتھ ایک ماں کے کراہنے کی آواز آئی آگے جاکر پوچھا کہ تو کچھ بھوکی ہے اُس نے کہا ہاں حضرت عمر نے کچھ روٹیاں اور روغن زیتون اُسے دیا اُس نے کہا کہ میں اور میرے بچے زیتون کا روغن کھاتے کھاتے بیمار پڑ گئے اگر دودھ اور مکھن کہیں سے دستیاب ہو تو وہ لاؤ۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے تلاش کرکے اُسے دودھ پلایا اور یہ آئندہ کے لئے التزام کرلیا کہ روزمرّہ دودھ اور مکھن جہاں کہیں سے ممکن ہو اُس کے لئے خود پہنچا دیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک عورت نے کہا مجھے بچے چین نہیں لینے دیتے میں روٹی کیونکر پکاؤں۔ میرا خاوند جانتا نہیں آٹا اور کل سامان یوں ہی رکھا ہوا ہے۔ عمر کوئی تدبیر اسکے پک جانیکی بتاؤ۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے اِسکی روٹی پکا دی اور جبتک اس نے اور اس کے خاوند اور بچوں نے نہ کھالی وہاں سے نہ ہٹے آئندہ سے حکم دیدیا کہ اسے پکا کر روٹیاں دی جائیں۔ ابوہریرہ روایت کرتے

ہیں کہ شاید کم سے کم حضرت عمر دو سو تین سو تھیلے غلہ اور روٹیوں کے بھرے ہوئے اپنے
کندھے پر رکھکر دن اور رات میں تقسیم کرتے تھے اور جب کوئی بھوک کی شکایت نہ کرتا تو اللہ
تعالٰے کا شکریہ ادا کرتے اِس وقت کوئی سوکھا گرا گرایا ٹکڑا کسی قدر سہارے کے لئے کھا لیا
کھا لیا۔ یا نہ کھایا نہ کھایا۔ مدینہ کا خزانہ اور مودی خانہ مطلق خالی ہوگیا تھا یہانتک کہ حضرت عمرؓ
نے اپنی گرہ کا بھی سب خیرات کردیا تھا۔

قحط کم ہونے نہ پایا تھا کہ وبا نے اپنا منہ نکالا۔ اور وہ آناً فاناً میں دیکھتے دیکھتے حجاز کے
بازاروں اور شام میں تاخت و تاراج کرنے لگی اور براہ سمندر مصر پہنچی ہنوز قحط بھی موجود تھا جو
اِس کے ہمراہ ہمراہ چل رہا تھا۔ ہاں اتنا بیشک ہوتا تھا کہ اگر حمص میں وبا موجود ہے تو فلسطین میں
قحط ہے اور اگر قاہرہ میں کال ہے تو اسکندریہ میں وبا ہے لوگ کال سے ابھی چھٹے بھی نہ تھے کہ
کمبخت وبا نے انہیں آ کر دبا لیا اور ہزاروں کا لقمۂ خام کرنے لگی وبا نے جھنجھلا کر حملہ کیا اور حمص
دمشق وغیرہ میں عربوں کو تباہ کرتی ہوئی صحرا کو پھلانگ بصرہ میں پھیل گئی۔ اِس وبا نے قحط
سے بھی زیادہ پریشانی سب میں ڈالدی تمام مہلک حالات کی خبریں حضرت عمر کو برابر پہنچ رہی
تھیں۔ آپ نے ابو عبیدہ کو بلایا کہ تم وبا کے ہونے تک مدینہ چلے آؤ مبادا وبا تمہیں اپنا شکار
بنائے ابو عبیدہ نے ایسی حالت میں مدینہ آنا تسلیم نہ کیا مگر حضرت عمر نے مصلحت وقت کے
لحاظ سے یہ لکھکر بھیجا کہ تم سے ایک ضروری کام ہے تم فوراً مدینہ چلے جاؤ۔ ابو عبیدہ نے اسکا
جواب دیا۔ ایسی نازک حالت میں یہ شایاں نہیں ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو اِس خوفناک مری
میں چھوڑکر چلا آؤں۔ جب یہ خط حضرت عمر کے پاس پہنچا تو آپ رونے لگے لوگوں نے عرض کیا
کیا ابو عبیدہ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمر نے فرمایا نہیں۔ خدا اسے سلامت رکھے مجھے تو ان
کے مسلمانوں کی مصیبت پر رونا آتا ہے۔

آخر جوش ہمدردی نے قرار سے مدینہ نہ رہنے دیا فوراً حضرت عمرؓ اپنے بھائیوں کی مصیبت کا حصہ بٹانے کے لئے شام روانہ ہوئے۔ ابوعبیدہ اور بہت سے جنگی افسر سرحد شام تک اپنے ہمدرد امیر کا استقبال کرنے کے لئے حاضر ہوئے کئی دن حضرت عمرؓ نے وہاں قیام فرمایا اور بڑی صلاح مشورہ سے یہ امر طے پایا کہ فی الحال فوج صحرا کی اس حصہ میں مقیم ہو کہ جہاں وبا کا منحوس قدم نہ گیا ہو صرف اسی لئے آپ تشریف لائے تھے اپنا کام کر کے پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

ابوعبیدہ نے خلیفہ کے حکم کے مطابق [illegible] جس میں مع اپنی فوج کے کوچ کیا ابوعبیدہ لشکر [illegible] وبا میں وفات ہوگئی اسلامی لشکر کو ابوعبیدہ جیسے حکیم الطبع بہادر سپاہ سالار [illegible] بھی ایسی حالت میں سخت درد دینے والی تھی۔ جابیہ میں لشکر پہنچا تو ... باقی رہی۔ اس وبا میں جتنی جانیں ضائع ہوئیں وہ اختلاف سے بیان کی جاتی ہیں۔

زمانہ کی اُلٹ پھیر اور تاریخی گردش نے ہمیں بتا دیا ہے کہ جو کچھ دین کی بابت حضرت عمرؓ کی پولیسی تھی وہ ایسی صحیح اور بے داغ تھی کہ جس پر ہر مسلمان کو عمل کرنا چاہئے۔ اگر ہم بغور حضرت عمرؓ کی سوانح عمری پڑھینگے تو ہمیں بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ آپ نے دنیوی معاملات کو دین سے بالکل علیحدہ کر لیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان روحانی تعلیمات اور ربانی ہدایات کو دنیاداری کا ناموزوں جامہ نہ پہنایا تھا اور آپ کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی تھی کہ دین اور دنیا کو کہیں غت ربود نہ کر دیں۔ ایسے موقع پر کہ شام میں وبا پھیل رہی تھی آپ نے حضرت ابوعبیدہ کو اسی لئے جگہ چھوڑ دینے کو لکھا تھا مبادا انہیں کوئی چشم زخم پہنچے ان باتوں کو دینی تعلیم سے کیا علاقہ نہ مذہب اس کے لئے کوئی کافی و وافی حکم پیش کر سکتا ہے۔ اگر ایک چھت گرنے کو ہو اور وہاں چند

آدمی بیٹھے ہوئے ہوں اور ایک شخص ان آدمیوں کو یہ حکم دے کہ اس چھت سے
باہر نکل آؤ تمہارے سب [illegible] تو ہم اس پر یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ اس نے
خلاف خدا اور رسول بات کی [illegible] تو ہمیں اسی پر عمل کرنا چاہئے
خدا نے جو قانون قدرت مقرر فرما دئے ہیں ان سے کسی حالت میں تجاوز نہیں کرنا چاہئے
ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے لیکن پھر بھی اپنی بات پر قائم رہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
سوانح عمری پر غور کرو اور سمجھو کہ آپ نے کس قدر قوانین قدرت کی اتباع کی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ہر فعل ہمارے لئے ایک ناصح مشفق ہے اور ہمیں حکمت کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دیتا ہے
جب ابو عبیدہ کا معہ صاحبزادہ انتقال ہو گیا تو سارے لشکر میں ایک تہلکہ پڑ گیا اور یہ تہلکہ
ہونا ہی ضرور تھا حضرت ابو عبیدہ ایک بہت بڑے صحابی نبی اکرم کے تھے اور آپ خاص ان
صحابہ میں سے جنہیں نبی اکرم نے بہشتی ہونے یا آخرت میں نجات پانے کی بشارت دی
تھی اور آپ ایسے جلیل القدر صحابی تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد آپ ہی کو خلیفہ نامزد کرنے کے لئے رائے دی تھی اس پر بھی ابو عبیدہ نے منظور نہ کیا
تھا اور پھر جو کچھ کارنمایاں ان سے ملک شام میں ہوئے ان کی قدر حضرت عمر جیسا خلیفہ ہی بخوبی کر
سکتا تھا خراب موسم کی پریشانی اور وبا کی اس مہلک آفت سے تو ایک تہلکہ مچا ہی رکھا تھا دوسرا
غضب مسلمانوں پر ابو عبیدہ کے وفات پانے سے ٹوٹ پڑا تمام مسلمان اپنے سپاہ سالار سے بہت
محبت رکھتے تھے دوست تو دوست دشمن بھی اس بہادر کی حمیدہ خصائل اور برگزیدہ فضائل کے
ثنا خواں تھے ایسے شخص کا یکایک مسلمان فوج کے سروں پر سے اُٹھ جانا کتنا غضبناک تھا
ملک کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص اپنی جان کے خوف سے ادھر اُدھر پریشان پھرتا تھا
اور فوج کے افسر کے اچانک انتقال نے یہ خوف دلایا کہ کہیں رومی حملہ نہ کریں حضرت

ابو عبیدہ کی وفات کے بعد یہ گفتگو شروع ہو گئی کہ سپاہ سالار کون بنایا جائے۔ اس کشمکش کے علاوہ اور بھی بہت پیچیدگیاں اور غلط فہمیاں معاملات سیاسیہ میں پڑ گئی تھیں۔ انکے لئے یہ ضرور تھا کہ حضرت عمر تشریف لاکر فیصلہ کریں۔

دم دم کی خبریں مدینہ چلی آرہی تھیں پیچیدگی طول پکڑتی جاتی تھی اس لئے [illegible] نے ارادہ کیا کہ میں خود جاکر تمام غلط فہمیوں کو مٹادوں حضرت عمر کا ارادہ تھا پہلے [illegible] عراق عرب جاؤں اور وہاں سے ماوراء النہر ہوتا ہوا شمال سے شام میں داخل ہوں لیکن اِس سفر میں دن زیادہ لگتے تھے اور آپکو شام میں جلد پہنچنا تھا۔ آخر یہی طے پائی کہ اپنے قدیمی راستہ سے سیدھا شام کی جانب روانہ ہوں۔ راہ میں کئی بستیاں عیسائیوں کی پڑتی تھیں۔

جب آپ اِن بستیوں میں پہنچے ہیں تو عیسائیوں نے بڑے جوش سے خلیفہ ثانی کا استقبال کیا۔ جو جو مہربانیاں حضرت عمر نے ان پر کی ہیں، وہ تیمور کی قلم سے بھی رک نہیں سکیں اور آخر اسے ظاہر کرنا پڑا کہ حضرت عمر نے اپنی سیحی رعایا پر زیادہ نوازشیں کیں جو کچھ انہوں نے عرض کیا وہ فوراً قبول کر لیا گیا۔ انکے حقوق وسیع کردیئے گئے اور انکی آسائش کی صورتیں زیادہ مہیا ہوجانے کا حکم دیدیا۔ اکثر عیسائیوں کی تنخواہیں کردیں اور بہت سے نادار عیسائیوں سے ٹیکس لینا بند کردیا۔ حضرت عمر کا رحیمانہ قلب اور کریم فطرت نے عیسائیوں کو اپنا فریفتہ بنالیا جب عیسائیوں کا شہر قریب رہگیا تو صرف اس خیال سے کہ کوئی مجھے نہ پہچانے حضرت عمر نے اپنے غلام کو اونٹ کے آگے بٹھادیا اور خود اسکے پیچھے بیٹھ گئے ہزاروں آدمی منتظر تھے کہ خلیفہ ثانی سے ملاقات کرینگے انہوں نے آکر نہایت وفادارانہ جوش سے گھیر لیا اور کہا کہ عمر کہاں ہے۔ حضرت عمر نے ذومعنی جواب دیا تمہارے آگے آتے ہیں۔ نہ اونٹ کیساتھ کچھ جلو کا سامان تھا نہ جاہ وحشم تھی۔ نہ خلیفہ کے کپڑے زریں اور قیمتی تھے نہ نقیب بچو بچو کرتے

ہوئے آگے دوڑ رہے تھے نہ اردلی کے سوار باگین اٹھائے ہوئے پیچھے آرہے تھے
جب کسی قسم کا کوئی سامان نہ تھا وہ لوگ کیونکر پہچانتے وہ یہ سمجھے کہ شاید خلیفہ بنی اللہ
پیچھے آتے ہونگے اونٹ کو انھون نے جانے دیا اور آپ رستہ مین سے ہٹ گئے حضرت
عمر سیدھے بڑے پادری کے مکان پر قیام پذیر ہوئے حضرت عمر کا کوٹ رستہ مین پھٹ گیا
تھا آپ نے بطریق کو دیا کہ پھرے اس کوٹ کو سلوا دو اسنے ایک نفیس کوٹ موسم کے موافق نیا
سلوا کر پیش کیا حضرت عمر نے پھر بھی اپنا ہی پیوند لگا ہوا کوٹ زیب تن کیا۔

یہان سے حضرت عمر شام کیجانب روانہ ہوئے جو جو مقامات بیچ مین پڑتے گئے انکے
گورنرون کو ملکی معاملات مین ہدایتین کرتے گئے انکے کل جھگڑون کو چکا دیا۔ چونکہ ابو عبیدہ
اور یزید دونون وبا کے شکار ہو چکے تھے اسلئے حضرت عمر نے معاویہ کو سپاہ سالار افواج
اسلامیہ شام کا مقرر کیا یہان سے گویا خاندان امیہ کی بنیاد پڑ گئی ولیم میور لکھتے ہین کہ
معاویہ لا محدود حوصلہ کا شخص تھا اور بہت بڑا قابل اور لایق تھا اس نے اپنے عہدہ کے
فرایض کی انجام دہی اس خوش اسلوبی سے کی جیسا ایک قابل سپاہ سالار کو شایان ہو سکے اسکے
بعد حضرت عمر مدینہ تشریف لاکر حج بیت اللہ شریف کو روانہ ہوئے حدود عرب سے نکلنے کا بس
آخری سفر تھا حضرت عمر ہر سال حج بیت اللہ کو ضرور تشریف لاتے تھے جتنے فرائض کہ خلعت خلافت
زیب تن کرکے لازم ہوگئے تھے جس عمدگی اور تندہی سے انہین حضرت عمر نے انجام دیا زمانہ
کی پیشانی پر ہنوز لکھے ہوئے ہین۔

فتح مصر ۱۹ ہجری ۶۴۰ء | اس سال اسلام کو نسبتاً زیادہ آرام ملا تھا۔ چارون طرف امن کی سلطنت
پھیل گئی تھی کسی قسم کا مرض اور امساک باران مطلق نہ تھا۔ رعیت خوشحال تھی مسلمان اپنی حدود
مفتوحہ فارس پر مقیم تھے مگر ایرانی برابر فوجین جمع کر رہے تھے اور مسلمانون سے

اِن کی چھیڑ چھاڑ چلی جاتی تہی اِسلیئے مسلمانون نے بہی یہہ مصمم ارادہ کرلیا کہ ایران کو اس کونے سے اُس کونہ تک فتح کرلیا جائے تاکہ مخلوق اسد شاہان ایران کے ظلم وستم سے نجات پائے۔ اپنی حفاظت کیلیئے پھر اُنہون نے آگے سرحد ایران کی طرف باگین اُٹہائی ہین۔ پہلے اسکے کہ ہم ایران کی بابت کچہہ لکھین مصر کی طرف رجوع ہوتے ہین اور اسکے فتح کی کیفیت لکہتے ہین۔ مصر پر چڑھائی کے حالات شروع کرنے سے پہلے اسکے اندرونی انتظام کا مختصر حال لکھہ دیا جاتا ہے تاکہ بخوبی اندازہ ہوجائے کہ آیا وہان کا انتظام اِس قابل تہا کہ مسلمان وہان حملہ آور ہون یا مسلمانون کی فتح ایک ظالمانہ فتح تہی۔

قسطنطنیہ جسکو مصر پرورش کرتا تہا پادریون کے ہاتہ سے سخت ناگفتہ بہ حالت مین تہا پادریون کے حقوق وسیع کردیئے گئے تھے اور روز بروز وسیع ہوتے جاتے تھے کوئی انہین محدود کرنیوالا نہ تہا۔ اِنکے حقوق یہانتک وسیع تھے کہ پادری کے ہاتہ سے کسی شخص کا مارا جانا مبارک سمجھا جاتا تہا۔ گرجون کی پاک زمین انسانی خون سے رنگی جارہی تہی عیسائیونکے تمام معبد چکلے بن رہے تھے۔ امیرونکے گھرون دیوے لوٹے جارہے تھے مصر کی بہی خاص یہی کیفیت تھی اِس سرسبز ملک کی زمین بھی پادریونکی روندون سے نہ بچی تہی ممکن نہ تہا کہ پادریونکے خلاف کوئی کچہہ کہسکتا غلاسون سے گرجے پٹے پڑے تھے اور وہ بہیڑ بکریون کی طرح ہنکا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بند کردیئے جاتے تھے۔ قمار بازی کی گلی گلی دہوم تھی مئے خواری کی کوئی انتہا ہی نہ تہی ہر سال کئی حسین حسین لڑکیان دریائے نیل کی بھینٹ چڑھائی جاتی تہین۔ نہ پولیس کا انتظام درست تہا نہ رعیت کا کوئی سرپرست نہ تہا۔ فریاد سننے کے دروازے بند ہوگئے تھے پردیسی تاجرون کا مال دن دیوے لوٹ لیا جاتا تہا۔ سکندریہ جیسین وسیع آباد تھی پھر بھی ملک کے ہر حصہ کے لوگ اِسمین بستے تھے۔ یہان تجارت علم وہنر کا بہت چرچا تہا۔ مگر جب حضرات پادری

صاجبان کا دور دورہ ہوا ہی ظلم وستم یہان بہی ہونے لگا۔ لوگونکا جرم کفر مین بیگناہ پادریون کے ہاتھ سے مارا جانا اور شریف خواتین پر دست درازی کرنے کا عام طریقہ پادریونمین رائج تہا اس شہر مین رومی عیسائی۔ یونانی۔ عرب۔ یہودی بت پرست غرض کل قومین آباد تہین اس وسیع شہر اور اسکی کثیر التعداد آبادی مین تماشہ گاہین۔ حمام اور دل لگی کی چیزین بہی موجو تہین یہان چھ لاکھ کی آبادی تہی۔ اسکے بندرگاہ مین ہر وقت جہازون کا بیڑا حفاظت کے لئے کھڑا رہتا تہا اور تجارتی اشیا کی آمد و رفت براہ تری برابر جاری تہی پہر بھی عیسائی پادریونکے ظلم وستم سے لوگ تنگ آگئے تھے اور یہان ہر وقت ایک عظیم ہنگامہ کھڑا ہونے کا خوف تہا قسطنطنیہ کی سلطنت کے بازو کچھ ایسے کمزور ہوگئے تھے کہ وہ اسکے انتظام کو سنبھال نہ سکتے تھے باین ہمہ مصر کی حالت نہ خود مختاری کی اور نہ پابندی کی تہی ایک عجیب ڈہنگی صورت مین ملک کا انتظام تہا جسکی لاٹھی اسکی بھینس ہو رہی تہی کوئی پوچھنے والا نہ تہا کہ آخر یہ ظلم وستم کیون ہوتا ہے اور اسکا روکنے والا کوئی ہی یا نہین جب مصر سے ان مظالم کی خبرین گزرنے لگین تو عمرو بن عاص حضرت عمر کا حکم لیکر فلسطین سے مصر کیطرف بڑہا عمرو بن العاص جسکی فوج مین زیادہ تر بدو تھے کل چار ہزار تعداد مین تہی حضرت عمر کو خیال ہوا کہ صرف چار ہزار فوج مصر کیلئے کافی ہوگی چونکہ عمرو بن العاص روانہ ہوچکا تہا۔ اسلیئے آپ مصلحتاً اسکے پیچھے زبیر کو ایک قوی لشکر کی سرکردگی مین روانہ مصر کیا۔ اب ابن العاص کی فوج کی تعداد پندرہ ہزار ہوگئی جس مین اکثر بڑے بڑے نام آور جنگجو بہی تھے۔

عمرو بن العاص اریش سے داخل مصر ہوا اور پہر بائین جانب پھر کر صحرا مین ہوتا ہوا دریائے نیل کے دہانہ پر پہنچگیا یہان سے اس نے بابندی مصر کا رُخ کیا جہان کا حکمران مقوقس قبطی تہا راہ مین بڑی بڑی فوجین عمرو بن العاص کی سد راہ ہوئین لیکن آگے بڑہنے مین مزاحمت نہ کر سکین

لیکن آگے بڑھنے میں مزاحمت نکرسکین۔ اسی اثنا میں ارطفول جو فلسطین سے بھاگ کر یہان پناہ گزین ہوا تھا ایک قوی لشکر کے ساتھ مقابلہ میں آیا ایک دن کی خونریز جنگ میں ارطفول مارا گیا۔ عمرو بن العاص وادی نیل میں ہوتا ہوا ہیلیو پولس میں پہنچگیا۔ یہان کا حاکم مقوقس قبطی تھا۔ اس نے چار دن کی مہلت مانگی۔ فوراً مشورہ کرنے اور جنگ کی تیاری کیلئے اسے چار دن کی مہلت دی گئی۔ پانچوین دن سخت جنگ شروع ہوگئی قبطی ایسے جان توڑ کر لڑے کہ مسلمانون کے چھکے چھوٹ گئے۔

عمرو اپنی فوج سے آگے تھا اور دشمن کو برابر دباتا ہوا چلا جاتا تھا قبطیون نے اپنی بہادری کی بانگی عرب جنگ آورون کو پوری پوری دکھا دی جب عرب بڑھتے چلے گئے تو قبطی پسپا ہوگئے اور ان کے افسرون نے یہ کہا جو لوگ کسریٰ و قیصر کو شکست دے چکے ہین ان سے ہم کبھی مقابلہ نہین کرسکتے۔ پسپا ہوتے ہوتے وہ قلعہ مین محصور کر دیے گئے محاصرہ کو کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ زبیر کی شجاعت نے نہت جلد محصورین کی قسمت کا فیصلہ کر دیا زبیر کمند مین اٹکر قلعہ کی دیوارون پر چڑھنا چاہتا تھا کہ مقوقس کے پاس سے ایک سفارت صلح کی درخواست لیکر آئی فوراً ان کو امان دیگئی۔ یہ طے پاگیا کہ جو شخص مسلمان نہین ہی بشرطیکہ وہ بالغ ہو دو دینار جزیہ کے ادا کرے اور باقی ماندہ شرطین وہی تھین جو شامیون سے لیگئی تھین بہت سے قیدی مسلمانون کے قبضہ مین تھے۔ قاعدہ کے موافق غنیمت کا پانچوان حصہ مدینہ شریف بھجوا دیا گیا یہی کیفیت بابلیون اور اس کے نواح میں آئی اور انہین شروط پر انہین بھی امان دیگئی۔ یونانی مفتوحہ اقوام کیساتھ رہنا پسند نکرتے تھے اسلئے وہ ساحل سمندر کیطرف چلے گئے۔ گبن اس واقعہ کی بابت یون تحریر کیا ہی جسکو ہم بلفظ ترجمہ ذیل کرتے مین مقوقس ایک شریف النجیب مصری جنگ ایران کے بعد آزاد ہوگیا تھا اور چاہتا تھا کہ مقوقس کا انتقام لیکر اور خود کو قیصر کے ظلم و ستم سے نجات دے اور کہا اثنا مین

مسلمانون سے اسکا مقابلہ ہوگیا جب وہ محصور رہکر تنگ آگیا اور اپنا قلعہ فتح ہوتا دیکھا تو اس نے چاہا کہ
مین اپنے کو مسلمانون کے سپرد کردون اسی ہی مکالمہ مین ابن عمرو بن العاص کی زبانی بخندہ
پیشانی بلا غضب وغصہ یہ دو لفظ سنے جزیہ یا تلوار۔ یہ سنکر مقوقس نے جواب دیا کہ یونانیون نے
مصمم ارادہ کرلیا ہو کہ تلوار کو مسلمانون کے مقابلہ مین نہ اٹھائینگے لیکن میری یونانیون سے نہ
اور کچھ میل جول نہین ہو نہ اس دنیا مین مین ان سے تعلق رکھنا چاہتا ہون نہ آئندہ زمانہ مین
قسطنطنیہ کے ظالم شاہون۔ ان کی کیلدی انجمن اور ملجانٹ ثلاہ والون سے ہمیشہ کیلئے قطع تعلق
کرتا ہون کیونکہ مین اور میرے بھائی حضرت عیسیٰ کے دین در موجودہ انجیل اور [illegible]
زندہ رہنا اور اسی مین مرجانا چاہتے ہین ہمارے لیے یہ ناممکن ہے کہ ہم آپکے [illegible]
صلح کے خواہشمند ہین ہم آپکو ہر سال جزیہ بھیجتے رہینگے اور آپکے خلفا [illegible]
عمرو بن العاص نے انہین انکے مذہب پر رہنے کی آزادی دیدی اور [illegible] معاہدہ ہوگیا عمرو بن العاص کی
پرشوق طبیعت اسے ایک جگہ چین نہ لینے دیتی تھی اس فیصلہ کے بعد چند روز بھی یہان آرام نہین لیا تو
سیدھا سکندریہ کی طرف روانہ ہوگیا جو آجکل مصر کا دارالخلافہ تھا عمرو ابن العاص کے پاس گو اسقدر فوج
نہ تھی پھر بھی وہ ارادہ کا پورا آگین اٹھائے ہوئے اور اپنے بازو کے بھروسہ پر سکندریہ کی طرف بڑھا
چلا جاتا تھا مقوقس سے اسکندریہ تک سفر مین عمرو بن العاص نے اپنی حفاظت مصریون کی خیرخواہانہ جوش
پر منحصر رکھی پل اور سڑکون کی مرمت مصریون نے درست کردی اور ہر منزل پر مسلمانون کیلئے اس کثرت سے رسد کا
سامان مہیا کر دیتے تھے کہ پھر انہین کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی تھی یونانی لشکر کی تعداد مسلمانون سے دس حصہ
تھی اور [illegible] سے مغلوب ہو گئے بجز شکست یونانی اپنی عادتون کا خمیازہ بھگت گئے اور یونانی
شکست پر شکست کھا کر بھاگ کر بیٹھے تھے [illegible] انہین وہان بھی اپنی پیچھا [illegible]
گھر گئے اگر انہین سمندر رستہ نہ دیتا تو ایک بھی یونانی بچکے مسلمانون کے ہاتھ سے بچکر نہ نکلتا

مسلمانونکے حملے سے پہلے مصری یونانیون سے تنگ آگئے تھے گبن لکھتا ہو کہ جب مصری
مسلمانون کی حفاظت مین آئے ہین تو اسی دن سے یونانی پادریون اور رومی قسیسونکے مظالم
سے اُنہون نے رہائی پائی مصریون نے سینٹ سرل کا گرجہ توڑ ڈالا اور پادریون کی پاک
عمارتونکی اینٹ سے اینٹ بجادی یہ موقع انتقام کا مسلمانونکی سرپرستی مین انہین بہت اچھا ملگیا
کہ اُنہون نے اپنے جانی دشمنونسے مدت کے بعد انتقام لیا۔

ممفس مین جب قبطیونکے بڑے مقتدی نے جو یونانیون اور رومیونکے ظلم سے صحرا نشین
ہو گیا تھا عمرو بن العاص کی فتح کی خبر سنی وہ دوڑا ہوا عمرو بن العاص کے پاس آیا اور آتے ہی
اسنے یہ فقرہ کہا "ہم تمہارے ممنون ہین کہ تم نے ہمین دو بھیڑیونکے پنجون سے نجات دی"
پھر باہم بڑی دیر تک باتین ہوتی رہین عمرو بن العاص کہتا ہو مین نے ایسا خلیق اور شایستہ
پادری اپنی عمر مین نہین دیکھا۔ اسکا نام بنجمن تھا۔

بلندی مصر کے صوبون سے یونانیونکی مفروری نے جزیرہ ڈلٹا مین ایک تھوڑی لشکر جمع کر نیکا
موقع دیا۔ نیل کے فطری اور صنوعی نالیون اور دیوارون نے مدافعت کیلیے مضبوط مقامات
کا سلسلہ قایم کر رکھا تھا اسکندریہ کا رستہ بائیس دن مین مسلمانون نے تلوارون سے صاف کر دیا
جو دستہ یا دشمن کی پلٹن مقابلہ مین آئی وہی تہ تیغ کی گئی اسکندریہ کا دہاوا اور اسکا محاصرہ
مسلمانونکی تاریخ مین مشہور واقعہ ہی۔ دنیا کا پہلا تجارتی شہر طرحطرحکی فصیلون اور بڑی بڑی گہری
کھائیونسے محفوظ تھا۔ بظاہر اسکی صورت غیر قابل فتح معلوم ہوتی تھی۔ سکندر نے جب اس
شہر کی بنیاد ڈالی تھی اس کی حفاظت اس استواری سے کی تھی کہ کوئی دشمن یکایک اس پر
قبضہ نہ کر سکے۔ وہ بیشمار باشندے جنکے حقوق کو اسکندریہ مین بڑی فراخی کے ساتھ وسعت
دی گئی تھی انہین سے ہر متنفس شمشیر بدست تھا اور مسلمانونکے خلاف جنگ کر نیکو تیار تھے سمندر کا رستہ ہمیشہ

کھلا ہوا تھا۔ اتنے مین ہرقل دوبارہ بیدار ہوا اور اپنی سلطنت کے دوسرے دار الخلافہ کی بچانے کے لیے اس نے کئی جہاز لشکر جرار سے بھرے ہوئے اسکندریہ کی حفاظت کیلئے روانہ کئے۔ یہ وہ بحری فوج تھی جسپر تمام سلطنت قسطنطنیہ کو ناز تھا۔ دس میل چوکور زمین مین یونانیونکی فوجین پٹی پڑی تہین۔

مگر اس اوریہ قابیہ بنانیوالے ربع کی مستطیل دوطرفین سمندر اور جبل میریوٹس سے ڈہکی ہوئی تہین اور اسکی ہر تنگ نہتا کے آگے دس فرسنگ سے زیادہ زمین بچھوئی تہی۔ عربون کی لاثانی کوشش اور جانبازیان صرف دین خدا کی اشاعت اور مظلومین کا انتقام لینے پر منحصر تہین اُنکو اس کا یقین تہا کہ خدا نے ہمین مظلومین کی سرپرستی کیلئے پیدا کیا ہی اور انکی حمایت کرنی ہمارے فرائض مین داخل ہی۔ حضرت عمر کی آنکھین مدائن سے شہر اور لشکرگاہ کی طرف برابر لڑ رہی تہین گو بظاہر آپکے آگے اسقدر عرصہ حائل تہا پھر بھی شب و روز کی خبرون نے اِن تمام حائل چیزون کو صاف اُڑا دیا تہا اور اب مدینہ سے بخوبی شہر اسکندریہ اور اسکے لشکرگاہ کو دیکھ سکتے تھے اسکندریہ کی مظلومین کی آہ و زاری کی دردناک صداؤن نے حضرت عمر کے رحم کو جنبش دی اور یہ اشارہ ہوتے ہی فلسطین سے عمرو بن العاص روانہ ہوا۔ اِس پاک جنگ کا مفہوم بے نواؤن اور مصیبت زدون کی حمایت تہا۔

مسلمان اسکندریہ کی دیوارون کے نیچے آپڑے تھے روزمرہ جنگ ہوتی تہی اور کوئی نتیجہ طرفین کو حاصل نہوتا تہا اسکندریہ والے مسلمانون کی جانبازی دیکھ رہے تھے کہ کیسی ثابت قدم وہام سے لڑ رہے ہین اور انہین ایسے زبردست قلعہ کے فتح کر لینے کی کتنی اُمیدین ہین جتنے مورچے اسکندریہ والون نے قلعہ کے باہر بنائے تھے وہ سب مسلمانونکے قبضہ مین آگئے اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے خاص قلعہ مین جا کر محصور ہو گئے عمرو بن العاص کی بے محابا دلیری

فتح مین اتنی دیر ہونے سے بیچین تہی اخیر ایک دن اس نے کہائیون کو پہلانگ کر چاہا کہ
قلعہ مین چلا جاؤن - یہان عمرو بن العاص کو اس کی بے دہڑک دلیری نے دہوکا دیا وہ
گرفتار شدہ صحرائی شیر کی طرح کئی دن سے بیچین ہو رہا تہا اخیر ایکدن اسنے مصمم ارادہ
کر لیا کہ آج شب کو قلعہ مین داخل ہونا چاہیئے اپنے چیدہ چیدہ سپاہیون کو لیکر کہائی مین
کود پڑا اور سیدہا قلعہ کی دیوار کے بندہن کو پکڑکر کہڑا ہو گیا اور بعد ازان خطرناک دلیری سے
معہ سپاہیونکے قلعہ مین اتر گیا عمرو بن العاص کی خطرناک شجاعت نے اسے بہی دہوکا
دیا تہا کہ وہ آدمی زیادہ نہ لیگا - وہان ایک لاکہ سے زیادہ بہرے پڑے تہے ان حملہ آورون
کی جنکا شمار صرف انگلیون پر تہا دال نہ گلی وہ وہان سے پسپا کر دیئے گئے صرف عمرو بن العاص
اور ان کا ایک غلام اور ایک ساتہی گرفتار ہو گئے - عمرو بن العاص کو یہ خیال نہ رہا
کہ مین کہڑا کہان ہون اور میری کیا حالت ہی آپنے اسی سردارانہ جوش مین یونانی سپاہ سالار
کی ہوا مین کڑک کر بولا اور کچہ توہین آمیز الفاظ منہ سے نکالے - یہ سنتے ہی ایک یونانی
نے گردن اڑانے کیلئے تبر اٹہایا ہی تہا کہ عمرو بن العاص کے غلام نے چالاکی سے
ایک مکا اپنے آقا کے گلے پر مارا اور کہا تو بہی بڑا بے ادب ہی اس آتش زبانی سے تجہے کیا
سروکار تو معمولی ایلچی ہی - رموز مملکت خاص خسروان دانند جو تجہے کہنا ہو اپنے آقا کے
آگے عرض کر اور پہر بہت جلد یہان سے چل کیونکہ ہمارا آقا رستہ دیکہ رہا ہو گا یہ سنتے ہی
عمرو بن العاص نے خطرہ کے وزن کو پہچانا اور اب اسنے ایلچیون کی سی معمولی گفتگو کی بیوقوف
یونانی دہوکے مین آ گئے اور فورا معمولی باتونکے بعد ان کو جانے کی اجازت دیدی جب عمرو بن العاص اپنے
لشکر مین پہنچ گیا تو مسلمانون نے اپنے سپاہ سالار کے بچکر آنے سے بہت خوشی کے نعرے مارے اور یونانیونکی نادانی
پر قہقہے اڑائے - چہ مہینے کے محاصرہ کے بعد مسلمان غالب ہو گئے یونانی بہی بقدر جان توڑکر لڑے

لڑے کہ جس کی تنہا نہین اُنہون نے مسلمانون کو اپنی بہادری کے پورے نمونے دکھا دیئے
مگر ان کی قابل توصیف بہادری مسلمانون کی تلوار کے آگے کچھہ نہ چلی اور وہ کٹ کٹ کر
وہین ڈھیر ہو گئے۔ اسلامی پھریرا مصر کے دار الخلافہ کے جگر مین لہلہانے لگا فتح اسکندر کے بعد
عمرو بن العاص نے جو نامہ حضرت عمر کو لکھا حسب ذیل ہو۔

مین نے مغرب کا بہت بڑا شہر فتح کیا۔ مین اس شہر کی خوبصورتی
اور دولتمندی کی تعریف نہین کرسکتا مین یہ دیکھکر خوش ہوا کہ
اس مین چار ہزار محل چار ہزار حمام۔ چار ہزار تھیٹر اور دل لگی کے مقامات
ہین۔ بارہ ہزار دُکانین غلہ ترکاری اور میوہ جات کے فروخت کرنے
کی ہین علاوہ اور قومون کے چالیس ہزار یہودی آباد ہین صرف
تلوارون کے منہ پر اس شہر کو فتح کیا ہے اور دست بدست جنگ کرنے
کے بعد ہم اس خوبصورت مقام پر قابض ہوئے ہین مسلمان فتح کا پھل
حاصل کرنیکے لئے تڑپ رہے ہین "

اس نامہ کا حضرت عمر نے فوراً یہ جواب دیا کہ ہرگز لشکر کو واپس ہونیکی اجازت نہ دینا جسقدر
مال ہو وہ سب محفوظ کر لیا جائے کیونکہ علاوہ خلائق کے فائدہ کے کامون مین وہ صرف کیا جائیگا
ہرگز کسی باشندے کو مت ستانا اور محاصل ملک کی جمع بندی ہمارے مقرر شدہ قواعد کے موافق
کی جائے۔ اسکندر کی موجودہ سرسبزی اور بہبودی مین کچھہ فرق نہ آئے۔" جون ہی یہ خط
عمرو بن العاص کو پہنچا اس نے فوراً خلیفہ کے خط کی تعمیل کی اور کل ہدایتون کیموافق بندوبست
کر دیا۔ ہرقل نے اسکندر کے مسلمانون کے قبضہ مین چلے جانے کی خبر سنی اور کلیجہ پر ہاتھ
رکھکر بیٹھ گیا تمام جہان اسکی آنکھون کے آگے اندھیرا ہو گیا زمین پیرون کے نیچے سے

نکل گئی اور اسکا دل کچھ اس شکست سے کچھ ایسا سوسا گیا کہ پھر وہ پلنگ سے نہ اُٹھا اور اسکندریہ کی فتح کے سات ہفتے بعد مرض استسقا مین انتقال کر گیا۔

ہرقل کے پوتے کی ماتحتی مین جب لوگ خوراک سے عاجز ہوگئے چونکہ کل پرورش صرف مصر سے ہوتی تھی تو انھون نے جمع ہو کر اسے مجبور کیا کہ یون بھوکے مرنے سے تلوار منہ پر مرنا بہتر ہے فوراً دارالخلافہ مصر مسلمانون سے واپس لینے کیلئے آمادہ ہو چاہی چار برس کے عرصہ مین ایک لشکر جرار مسلمانون کو مصر سے نکالدینے کیلئے پھر پرا اڑاتا ہوا پہلے سمندر مین دکھائی دیا سمندر جہازون سے پٹا ہوا تھا گویا پانی مین کوئی بڑا ٹاپو نکل آیا ہے اور ایک شہر بستا ہے عمرو بن العاص اسوقت طرابلس و سنابیہ کی خونخوار جنگون مین مشغول تھا وہ خبر پاتے ہی جھپٹا اور اس نے قسطنطنیہ والونکا سارا جوش تلوار کے پانی سے بجھا دیا کل جہازونکو گرفتار کر لیا۔

اسکندریہ کا کتبخانہ — اگر چہ مین اسکندریہ کے کتبخانہ کی قسمت پر منہ مین گھنگنیان دیلون کا تو گویا مین نے میری کتاب کے پڑھنے والے کو دھوکا دیا فاضل ابوالفرس نے اسپر اچھی رائے دی ہے عمرو بن العاص کی طبیعت اپنے اور ساتھیون کے مقابل مین ایک عجیب اور آزاد فطرت کی تھی وہ اپنے فرصت کی ساعتون مین جان سے جو بہت بڑا فلاسفر اور عالم صرف و نحو تھا باتین کیا کرتا جب اسنے سپہ سالار کا رجحان اپنی طرف دیکھا اور اسکی خلق آمیز گفتگو سے مطمئن ہوا تو یہ التماس کیا کہ یہ شاہی کتبخانہ جسپر حضور کا بھی تصرف نہین ہوا ہے مجھے بخشدیا جائے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہمارے آگے یہ کتبخانہ فضول ہے مسلمانونکے آگے اسکی ساری کتابین فضول ہین ضرور میری استدعا قبول ہو گی اور پھر اس کتبخانہ پر کچھ آنچ نہ آئیگی۔

عمرو بن العاص چاہتا تھا کہ اسکی استدعا قبول کر کے کتبخانہ اسے واپس دیدیا جائے لیکن اسکی یہ مجال نہ تھی کہ حضرت عمر کے حکم بغیر ذرا سی بھی کوئی بات کرنے پاتا اس نے فوراً حضرت

لہ اسکندریہ کے کتبخانہ کی بابت کئی رسالے اور مضمون شایع ہو چکے ہین اسلئے مین اسے زیادہ طول دینا نہین چاہتا صرف مورخ اعظم گبن کا قول نقل کر دیا گیا ہے جو بڑی تحقیق کے بعد لکھا گیا ہے ۱۲

عمر کی خدمت مین اسکی بابت تحریر کیا وہان سے یہ جواب آیا۔ اگر یونانیون کی یہ کتابین قرآنی مطالب سے مطابقت کہاتی ہین تو وہ فضول ہین ان محفوظ رکھنا بالکل غیر ضروری ہو اگر یہ ربانی احکام سے خلاف ہین تو سخت مضر ہین ان کو فوراً برباد کر دینا چاہیئے" اس حکم کی اندہی نافرمانی سے تعمیل کیگئی۔ چار ہزار حمامون ہین وہ کمائے ہوئے چمڑے جنپر لکھا ہوا تہا معہ تحریری کاغذی کتابون کے تقسیم کر دیے گئے۔ اتنی کثرت سے کتابین تہین کہ چہے مہینے تک حمامونمین ان کا ایندھن کافی ہوا جبتک ابوالفرس کے خاندان مین لاطینی زبان رہی یہ کہانی پے در پے نقل ہوتی چلی گئی اور پھر ایک طالبعلم خدا پرستی کے طیش مین علوم و فنون کی اس توہین بیقدری اور لوٹ کو برداشت کرتا رہا لیکن مجھے اس سے بالکل انکار ہے اور مین دعوی سے کہتا ہون کہ مسلمانون نے یہ کتبخانہ نہین جلایا۔ اسکی وجہ بہی بہت بڑی عجیب ہے پڑہو اور تعجب کرو خود مورخ کہتا ہے اور تہنا رپورٹ ایک پردیسی کی جس نے چہہ صدی کے اختتام پر صدود سیدیا پر لکھا جو مصریون اور عیسائیون کی خاموشی کے باعث سے زیادہ وزن رکھتا ہو ان مین سب سے زیادہ قدیم بطریق ایوتی چیئس ہے جس نے اسکندریہ کی فتح کی کیفیت پوری پوری لکھی ہو اسکے علاوہ حضرت عمر کا نا ملایم حکم مسلمانون کے مذہبی احکام سے متناقض پڑتا ہو وہ کھلم کھلا اسبات کا دعوے کرتے ہین کہ یہود ونکی مذہبی احکام کی کتابین اگر غنیمت مین آجاین تو کبھی نہین ضایع نکرنا چاہیے مورخون شاعرون طبیبون فلسفیون کی کتابین بخوبی مسلمانون کے استعمال مین آسکتی ہین شاید مسلمانون کو کفار کی ہر چیز برباد کرنے کا جوش آیا ہوگا اسلیئے بنی عربی نے یہ حکم صادر فرمایا مین نہ تو سکندریہ کے کتبخانہ کی تباہی کا حال بیان کرونگا اور نہ اس شعلہ کی نسبت کچھ کہونگا کہ جو قیصر نے اپنی مدافعت کے لئے روشن کیا تہا۔ نہ مین عیسائیونکے ضرر رسان تعصب کو دوہراؤنگا جنہون نے بت پرستی کی ایک بہت بڑی یادگار کو جڑ سے اکہیڑ کر پھینکدیا

لیکن اگر ہم رفتہ رفتہ زمانہ ٹپی ٹولمس سے تھیوڈوسس پر لحاظ کرین تو ہم معصر شہادتون
کے ایک سلسلہ سے یہ پائینگے کہ شاہی محل اور سریپس کا عظیم الشان مندر جسمین چھ سات لاکھ
سے کم کتابین نہ تھین جو ٹولیمون کی اولوالعزمانہ کوششون کی وجہ سے کیگئی تھین شاید
گرجے اور بطریقون کی جگہ اس خزانہ کتب سے دولتمند بنجاتی لیکن آرین اور مونوفی زائٹ
کے بڑے بڑے علمی ڈھیر حامیون کو سونپ دیئے گئے تھے ایک فلسفی اس صورت مین مسکراکر
یہ کہسکتا ہی کہ یہ کتابین آخرالامر تو انسان کے فائدہ ہی کیلئے قربان کردی گئین مین ایماندری
سے ان قیمتی کتبخانون کے برباد ہوجانے کا افسوس کرتا ہون جو رومتہ الکبریٰ کی سلطنت
کے ساتھ تباہ ہوگئے۔

ایکدن جان عمرو بن العاص کو اسکندریہ کے عجائبات دکھارہا تھا کہ ابن العاص کی
نظر جلے ہوئے کھنڈرون پر پڑی جو بربادی کیحالت مین بھی اپنے بانیونکی شوکت ظاہر کررہے تھے
عمرو بن العاص نے دریافت کیا کہ یہ عمارت کونسی تھی کس نے بنائی اور کس نے تباہ کی" جان
نے آنکھون مین آنسو بھر کر جواب دیا "اے امیرالمومنین یہ بہت بڑا کتبخانہ تھا جسکی بنیاد ٹولیمی
جنرل افواج اسکندر نے (جو گجرات پر سکندر کیساتھ پورس سے لڑا تھا اور جو بہت بڑا حکیم تھا)
ڈالی تھی۔ مدت تک اسکی نسل اس کتبخانہ کو نئی نئی کتابون سے رونق دیتی رہی مین کمبخت
بھی اسی کی مین ہونیکا فخر کرسکتا ہی۔ مگر چارسو برس ہونے کو آئے کہ ٹولیمی ڈیلفی گس نے
باہمی ضد اور مذہبی تعصب سے اسے جلادیا۔ یہ سنکر عمرو بن العاص کو بہت رنج ہوا اور وہ
ٹھنڈا سانس بھر کر خاموش ہو رہا۔ ان تمام مین شہادتون سے جو ہم تک پہنچی ہین یہ
بخوبی ثابت ہوگیا کہ مسلمانون نے اس کتبخانہ کو نہین جلایا۔

غرض جب بالکلیہ مصر پر عمرو بن العاص نے قبضہ کرلیا تو اسکے انتظام کی تدبیرین عمل مین

آئین عمر سے اسکی انتظامی قابلیت اعلےٰ درجہ پر پڑہی ہوئی تھی نہایت انصاف اور روشن دماغی
سے اس نے مصر کا انتظام حضرت عمر کے مشورہ سے انجام دیا۔ فتح جدید کے ہنگامہ اور اس سے
نجات ملنے کے عرصہ میں عربون کی تلوار اور قبطیون کی تعداد بہبود دیئے سو بہ کیلیے نہایت نامساعد
تھی اسی لیئے اس نے یہ اعلان دیدیا جو حضرت عمر رضی اللہ کی قلم مبارک کا لکہا ہوا تہا کہ اگر
کسی عرب نے اپنے کو فاتح سمجھکر کسی مصری کو ستایا اور اسے دکھ دیا تو اسکو وہی سزا دیجائے گی جو
ایک ایسے مجرم کیلیے لائق اور شایان ہوسکتی ہو۔ قبطیون کو یہ فہمائش کردی کہ ہماری حفاظت
مین تم اسی حالت مین خوش وخرم رہ سکتے ہو کہ جب تم ہمارے خیرخواہ بنے رہو گے ایمانداری
سے ہمین سلطنت کے کامون مین جو تمہارے ملک کی بہبودی کیلیے کیے جائینگے ہماری مدد
کروگے اور ہمین اسی توقیر کی نگاہ سے دیکہوگے جسکے ہم شایان ہین۔ خدا پر ہمیشہ بھروسہ رکھو
اور خلیفہ کی اطاعت اپنے اوپر لازم کرلو اسی سے تمہاری بہبودی متصور ہو اور یہی رستہ تمہاری
ترقی کیلیے کافی ہوگا۔ ہمارے دشمنون کے تم بہی دشمن ہو اور ہمارے دوستونکے تم نیک خواہ
دوست ہو تمہین تمہاری ان وفادارانہ کوششون اور خیرخواہیون کا برابر صلہ ملتا رہیگا حضرت
عمر نے انتظام مین محاصل کے بیجا برادرانہ بیرحم طریقہ سرشماری کا ناپسند فرمایا جیسا قسطنطنیہ کی گورنمنٹ
مین رائج تہا بلکہ بجائے اسکے نہایت منصفانہ صورت یہ نکالی کہ ملک کی ہر شاخ پر ایک خاص
محصول مقرر کردیا جس محصول کا اکثر حصہ زراعت اور پبلک منفعت کیلیے صرف کیا جاتا تہا کاشتکارون
کو خزانہ شاہی سے مدد دیجاتی تہی اور تاجرون کی دستگیری کرنے کا بہی علیحدہ فنڈ مقرر
تہا محاصل مصر کا تیسرا حصہ صرف نہرون اور پشتون کے بنانے پلون کے مرمت کرنے
پانے تعمیر کرنے مین صرف ہوتا تہا اور خاص رعایا کو فائدہ پہنچانے کی باتین تہین اسمین
گورنمنٹ حضرت کا کوئی فائدہ نہ تہا چونکہ حضرت عمر اپنے فرائض منصبی مین مخلوق کو نفع پہنچانا

فرض سمجھتے تھے اسلیے آپکا خیال دولت سے خزانہ پُر کرنے کا نہ تھا محض اس برتر ذات کی غرض مخلوق اللہ کو فائدہ پہنچانے کی تھی۔ مصر کی سرسبزی نے اور حضرت عمر کے عمدہ انتظام نے عرب کے قحط زدہ ملک کو بہت کچھ سہارا دیا۔ صدہا اونٹ اور خچر غلے کے بھرے ہوئے لفس سے مدینہ کی پرجاتے دکھائی دیتے تھے۔ حتی الوسع مصریون کی ضروریات اور فائدہ رسانی کی سب چیزین مہیا کی جاتی تھین۔ صدہا نہرین تیار ہوگئین اور کثرت سے سڑکین بنائی گئین مصریون کو آزادی دیدی تھی کہ جب تمہین کسی چیز کی ضرورت ہو فوراً گورنر مصر کے ہان باقاعدہ درخواست پیش کرو اگر وہان اسکی تعمیل مین تامل ہو تو مدینہ بھیجدو اس کا فوراً انتظام کردیا جائے گا قبطیونکی آتش زبانی اور انکے دین کی تلقین کو مطلق روکا نہ گیا تھا جسطرح کہ مسجدین آزاد تہین اسیطرح گرجے بھی آزاد کردیئے گئے تھے اور جیسے ہر مسجد کے ساتھ ایک گاؤن ضرور وقف ہوا کرتا تھا اسیطرح ہر گرجے کو بھی زمین دیجاتی تھی کہ جو اپنی جمعبندی سے گرجہ کے تمام اخراجات کو بطرز احسن سنبھالے رکھتی تھی۔ پادریون کی وہی عزت کیجاتی تھی کہ جو ان کی خاص مذہبی گورنمنٹ مین ممکن ہوسکتی۔

مقدمات مین صدہا فیصلے سلمانون کے خلاف قبطیون کے موافق صادر ہوئے تھے مصری کہا کرتے تھے کہ سلطنت کیا ہے خدا کی رحمت ہے جس نے ہمین یون خوش اور آزاد و دولتمند بنا دیا ہے۔ حضرت عمر نے اپنے سپاہ سالار ابن العاص کو لکھکر بھیجا کہ مصر کے آدمیون اور اس سرسبز ملک کی جغرافیائی حالت سے تم مجھے آگاہ کرو اسکے جواب مین عمرو بن العاص نے یہ نامہ حضرت عمر کی خدمت مین روانہ کیا "اے امیرالمومنین مصر سیاہ زمین اور سرسبز پودون سے مرکب ہے۔ جو بجری کے پہاڑون اور سرخ ریت کے درمیان واقع ہے۔ سینا سے اگر سمندر تک کوئی گھوڑے سوار جانا چاہے تو ایک مہینہ مین پہنچ سکتا ہے۔ پہاڑیون مین سے دریا نکلتے ہین

جو اسکی سرسبزی اور بار آوری کے پورے باعث ہین اور جو چاند وسورج کی گردش اور انقلاب کی وجہ سے نکلتے اور گرتے ہین۔ جب فطرت کی سالانہ تقسیم کی نوبت آتی ہی تو وہ پانی کے منبعون اور چشمون کا قفل کھولدیتی ہی تاکہ وہ زمین کو باآور کرین دریائے نیل مصر کی مملکت کو سیراب کرتا ہوا اِدہر اُدہر نکلجاتا ہے تمام کھیت اِس رَوْ سے لدے پھندے دکھائی دینے لگتے ہین فطرت کا چہرہ خوشنما اور صحت بخش ہوجاتا ہے اور جہانتک ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن تک نگاہ جاتی ہی ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہی کاشتکار اور دہقانی ایک دوسرے سے ملتے ہین اور باہم مبارکبا دکہتے ہین۔ دریائے نیل کی رَوْ زمین کو اس قابل بنادیتی ہی کہ اس مین بیج بخوبی پہلے پھولے اور بار آور ہو زمینداروں اور کاشتکارون کا ہجوم جب وہ زمین کے جوتنے بونے کی طرف متوجہ ہوتے ہین محنتی چیونٹیون کی سرگرمانہ محنت سے ان کیحالت کذائی بہت مشابہ ہی۔ ان کی دیسی سستی فطرت کے ایک سالانہ تازیانہ سے بالکل جاتی رہتی ہے جب فطرت اِن سے یہ وعدہ کرتی ہی کہ اب کے سال تمہاری بہرہ وری ہوگی اور تمہارے کھیتون مین غلہ اور صحرا مین پہول باغون مین میوے زیادہ پیدا ہونگے۔ ان کی اُمید مین گاہے مایوسی مین بہی اپنا جلوہ کرلیتی ہی۔ لیکن وہ دولتین جو انہین گیہون۔ جو۔ چانول۔ مٹر۔ ارہر۔ میوہ۔ درخت۔ اور مویشیون سے حاصل ہوتی ہین بے انصافی سے انہین تقسیم ہوتی ہین کہ جو محنت کرتے ہین اور جو اِن کے مالک ہین موسمون کے تغیر و تبدیل کے مطابق ملک کا چہرہ روپہلی سوجون سے آراستہ یا چہپا یا ہوا معلوم ہوتا ہے پختہ اناجون کی سنہری فصلین کیاہی بہلی دکھائی دیتی ہین۔ فقط

یہ ایک مقررہ بات تہی کہ جہان کوئی ملک فتح ہوا اور فوراً اسکی پیمائش کرلی گئی اور تمام اسکی جغرافیائی حالات سے حضرت عمر کو اطلاع کی گئی۔ دوسرا خط جو عمرو بن العاص نے مصر کی

جغرافیائی اور تاریخی حالات کا لکھا تھا وہ بہت طول طویل ہے اس مین ایک ایک قطعہ زمین کی پیمائش اور نوعیت درج ہے آبادی کا بھی پورا تذکرہ کیا گیا ہے اور آدمیون کی نسلین اور انکے خاندانون کا حال بھی بخوبی درج ہے چونکہ آجکل مصر کی جغرافیائی حالت بچہ بچہ جانتا ہے اسلئے عمرو بن العاص کی وہ طول طویل رپورٹ نقل کر کے ناظرین کا وقت لینا نہین چاہتا۔

عمرو بن العاص نے چاہا کہ مین اپنا قیام اسکندریہ مین رکھون لیکن حضرت عمر نے یہ نہ چاہا کہ وہ چھاونی سے اتنی دوری پر ہو اسلئے اسے بلندی جانے کا حکم ہوا۔ عربون کے ایک گروہ نے دریائے نیل سے عبور کر کے اپنا قیام غازیہ مین کیا جو مغربی کنارہ پر واقع ہے حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسی مغربی کنارہ پر فوراً ایک مضبوط قلعہ کی تعمیر کیجائے تاکہ وقت بے وقت کام دیسکے حکم ہوتے ہی بہت جلد قلعہ بنکر تیار ہو گیا۔ لشکر اسلامیہ کی چھاونیان ممفس کے نزدیک قرار دی گئین انکے گرد جنگی اسٹیشن بہت سے بنگئے جو تیزی سے موجودہ دارالخلافہ مصر تک پھیلتے چلے گئے یہان عمرو بن العاص نے ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد ڈالی جو ہنوز اپنے بانی کے نام سے مشہور رہے۔

زبیر نے عمرو بن العاص کو اسبات پر آمادہ کیا کہ حق فتح کے لحاظ سے زمین کو اپنے ساتھیون مین تقسیم کردے عمرو بن العاص نے اس سے انکار کردیا اور حضرت عمر نے زبیر کی اسبات پر توجہ نہ کی بلکہ برخلاف اسکے آپنے صاف حکم دیدیا کہ عرب ایک ایکڑ زمین کے بھی مالک نہین بن سکتے جنکی زمینین کہ پشتون سے چلی آتی تھین ان ہی کو دیدی گئین یہانتک کہ عمرو بن العاص نے حضرت عمر سے اجازت چاہی کہ ایک قطعہ زمین پر مجھے ایک مکان بنانے کی اجازت دیجائے۔ حضرت عمر نے اسکو بھی منظور نہ فرمایا۔ اور دوسرا حکم صاف دیدیا کہ اپنج زمین پر بھی کوئی عرب قبضہ نہین کرسکتا۔ یہ حضرت عمر کی بہت بڑی حکمت تھی کہ اگر عربون کو اجازت

دیدی جاتی کہ وہ اپنے لیئے مکانات بنالیں اور زمینوں کی تقسیم اِن میں ہوجاتی تو علاوہ مضرت ملک کے انکی جنگی روحیں بدل جاتیں اور پھر دیسیوں کے مانند آرام طلب ہو جاتے۔

عمروبن العاص نے دیکھا کہ مصری اپنی زندگی تکلفانہ صورت اور عیش پسند حالت میں بسر کرتے ہیں اس لیئے اِنکی نگاہیں عربونکی سادہ کفایت شعاری پر اچھی نہیں پڑتیں اور وہ کسی قدر وقعت سے نہیں دیکھتے۔ عمروبن العاص نے چاہا کہ ان کا یہ خیال مٹادیا جائے تاکہ انہیں اِس امر کا یقین ہوجائے کہ عربوں کی اِس سادہ زندگی پر بُرے طور سے خیال کرنا ہماری سخت نافہمی ہے۔

پہلے دن لائق سپاہ سالار نے اپنی فوج کی بدّوں کی صحرائی طریقہ پر دعوت کی اونٹ ذبح کیئے گئے اور انکا کھانا پک کے تیار رہا جس وقت عربوں نے کھانا شروع کیا مصریوں نے نہایت تعجب سے دیکھا کہ ایسا بساندا کھانا ان کے حلق سے کیونکر اُترتا ہے۔ جبتک وہ کھاتے رہے نہایت تعجب سے تکتے رہے گویا اُنہوں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ دوسرے دن عمروبن العاص نے مصریوں کے پرتکلّف طریقہ پر اپنے لشکر کی دعوت کی بڑے بڑے پرتکلّف کھانے پکائے گئے جنگجویوں نے ان کھانوں کو بھی اسی ذائقہ سے کھایا جیسے اپنے ہاں کے کھانے کھاتے تھے تیسرے دن بہادر جنرل نے بہت بڑی پریڈ کی اور جنگ کے قاعدہ پر لشکر کو آراستہ کیا ہزاروں مصری یہ بھی تماشہ دیکھنے آئے اِس وقت بہادر جنرل نے مصریوں کے غول کی طرف مخاطب ہوکر یہ کہا "پہلے دن کی دعوت تم نے دیکھی یہ ہمارا گھر میں زندگی گزارنے کا سادا طریقہ ہے دوسرے دن کی دعوت اِس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ ہم مفتوحہ زمین کی پرتکلّف چیزوں سے لطف اُٹھا سکتے ہیں اور پھر بھی ہماری وہی جنگی جبتی باقی ہے۔

قبطی یہ سماں دیکھکر باہم یہ ایک دوسرے سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے" اِس سے عربوں کا صرف

یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ہم انکی تعظیماً اطاعت کریں بس ہمارے لئے یہی کافی ہے۔

حضرت عمر نے جب اپنے جنرل کی اس کارروائی کو سُنا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ملک گیری صرف قوت بازو اور دلیری ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ خداداد عقل کی بھی اس میں ضرورت ہے اور وہ دونوں باتیں عمرو بن العاص میں موجود ہیں ایک اور عجیب و غریب واقعہ کی طرف ناظرین کی توجہ مائل کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مصر میں جیسا کہ گبن محقق نے لکھا ہے۔ سالانہ ایک دوشیزہ لڑکی کی عیسائی دریائے نیل کو بھینٹ دیتے تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف اسی بھینٹ دینے سے دریا امنڈ آتا ہے۔ ہر سال ایک نوجوان خاتون کی جان ضایع ہوتی تھی۔ عمرو بن العاص کے زمانہ میں بھی اس قہرناک دن کی آمد آمد ہوئی کہ جب ایک لڑکی کو دلہنوں کے سے کپڑے اور گہنا پہنا کر دریائے نیل میں چھوڑ دیتے تھے اس لڑکی کو عروس دریائے نیل کہتے تھے۔ عمرو بن العاص نے مصریوں کی اس رسم کی خبر سنی اس نے فوراً ایک گارد بھیجکر منع کر دیا کہ لڑکی کبھی بھینٹ نہ دیجائیگی اتفاق سے دریا نہ چڑھا اور مصریوں میں بڑی پریشانی پھیلی۔ ان بیچاروں کی سرسبزی اور بہبودی کا دارومدار جیسا کہ اوپر بیان ہوا محض دریائے نیل پر تھا باہم سرگوشیاں ہونے لگیں اور انہیں اس امر کا پورا یقین ہوگیا کہ بھینٹ نہ دینے کا یہ سبب ہے کہ دریائے نیل کا پتہ نہیں جب مصریوں نے اس معاملہ میں زیادہ شورش برپا کی تو عمرو بن العاص نے ساری کیفیت حضرت عمر کو لکھ بھیجی آپ نے دریائے نیل کے نام یہ رقعہ بھیجا جو بجنسہٖ درج ذیل کیا جاتا ہے "از امیر المومنین بجانب دریائے نیل۔ اگر گزشتہ زمانہ میں تو اپنی مرضی سے بہتا تھا تو اب بھی نہ جاری ہو لیکن اگر تو قوی ترین خدا کی مرضی سے بہتا تھا تو ہم اس سے دعا کرتے ہیں کہ تیرا پانی سال گزشتہ کی طرح سیراب کرتا ہوا نکلجائے حضرت عمر نے اپنے سپاہ سالار کو لکھا کہ دریا میں اس خط کو ڈالدینا بس یہی کافی ہے۔ یہ کیا گیا اور خط ڈالتے ہی دریا خوب زور شور سے موجیں مارتا ہوا اُٹھا اور مصری ملک کو سیراب کر دیا

عمرو بن العاص نے پھر اپنی فتوحات کو مغرب کی طرف وسعت دی اور برقا کو فتح کرتا ہوا طرابلس تک پہنچ گیا اور اِدھر سے اُدھر تمام میدان آئینہ کر دیا۔ کوئی مخالف نہ رہا تھا جو ذرا بھی سر اٹھا کر امن میں خلل اندازی کرتا مصر بالکلیہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکا تھا گو حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ہرقل کے پوتے نے دوبارہ اسکندریہ کو مسلمانوں سے فتح کرنا چاہا تھا جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں لیکن انہیں ایسی سخت شکست ملی کہ پھر اسکندریہ کی طرف نگاہ کرنیکا بھی یارا نہ رہا۔

جنوبی ایران پر حملہ اور ہرمزان کا قید ہونا ۱۷ھ مطابق ۶۳۸ء

حضرت عمر کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کی فوجیں عراق عرب کی حدود تک پہنچ جائیں ابھی اسپر خیال رجوع ہوا تھا کہ واقعات نے خود اسلامی فتوحات کی لین ڈوری بڑھانے کی اجازت دی۔

مدائن کے شمالی جانب اسلامی سرحد حلوان اور بڑے بڑے مضبوط مقامات پہاڑی سے خوب محفوظ ہو رہے تھے بنشیبی عراق میں عتبہ نے پے درپے کئی مقابلوں کے بعد اپنے کو بصرہ میں قایم کر لیا تھا جہاں سے وہ خلیج فارس تک کے ملک پر بخوبی قبضہ رکھ سکتا تھا لیکن ایرانی ناظم سنوز اہواز اور رم ہرمز میں بہت قوت سے حکومت کر رہا تھا۔ جو عتبہ سے سو میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اسی اثنا میں علاؤ بن الحضر نے جو بحرین کی بغاوت فرو کرنے میں اعلےٰ درجہ کا ثابت ہوا تھا عتبہ اور سعد کی فتوحات کو عراق میں حاسدانہ نظروں سے دیکھا اور چاہا کہ میں بھی انکی سی نمود حاصل کروں ایک تنگ راستہ میں سے ہوتا ہوا سامنے والے ضلع میں پہنچا۔ علاء ابن الحضر نے یہ حملہ نہ صرف حضرت عمر کی خلاف مرضی کیا بلکہ آپکے اس اُصول کے خلاف بھی کیا کہ دھوکا دے کر بحری میں کسی ملک پر حملہ نہ کرنا چاہئے مگر علاء بن الحضر اس میں کامیاب نہ ہوا۔ فوج ایرانی کنارہ پر اُتر گئی۔ اتک اصطخر سے ایرانی کچھ خبر نہ ہوئے نہ آتے ہی کوئی فوج روانہ کی لیکن کچھ زمانہ کی

فرصت دیکر وہ اصطخر سے روانہ ہوئے یہ ہنوز پہنچے تھے دشمن نے آتے ہی انکو کاٹ ڈالا۔ علاء نے ہر چند پریشان فوج کے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ سنبھل سکی اور آخر بڑی مشکل سے براہ خشکی بصرہ کی طرف آنا پڑا۔ بہت سی فوج دشمن نے گھیر لی مسلمان ایک قلعہ میں محصور ہو گئے اس افسوسناک واقعہ کی خبر حضرت عمر کے پاس پہنچی آپنے علاء کی اس حماقت پر سخت افسوس کیا مسلمانوں کے بیگناہ ضایع ہونے پر آپکے آنسو نکل آئے اِسکا علاج سوا اسکے اور کیا ہو سکتا تھا کہ فوراً عتبہ کو لکھا گیا کہ تو بہت جلد فوج لیکر محصورین کو دشمن کے ہاتھوں سے نجات دینے کے لئے پہنچ۔ یہ حکم سنتے ہی عتبہ بارہ ہزار فوج لیکر روانہ ہوا۔ ایرانی فوج سے جنگ ہوئی ایک سخت میدان کے بعد ایرانی اپنی جان بچاکر بھاگے اور مسلمان بحفاظت بصرہ واپس چلے آئے یہ عتبہ کی فوج نے اس جنگ میں بڑا نام پایا اور حضرت عمر کے خاص شکریئے حاصل کئے۔

مسلمانوں کے بصرہ واپس چلے آنے نے ہرمزان ناظم اہواز کا دل بڑھا دیا یہ وہ شخص تھا جو جنگ قادسیہ میں سے جان بچاکر بھاگ آیا تھا۔ اِس نے ارادہ کیا کہ عربوں کی سرحدوں پر فوجکشی کروں ایک قوی فوج اس نے جمع کر رکھی تھی اور روز بروز مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اپنی فوجیں بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ یہ موقع اس نے حدودِ اسلام پر بڑھنے کا اچھا دیکھا ادھر عتبہ اسکی حرکت فوج پر تاک لگا رہا تھا۔ اِسکی سرکوبی کے لئے اِسنے بھی باگیں اُٹھائیں۔ عتبہ کے لئے کوفہ سے مدد روانہ ہوئی اور اِسکی خوش قسمتی سے بدوؤں کی ایک قوم بھی اس سے آملی جو اہواز کے حوالی وجوانب میں رہتی تھی اور بصرہ والوں سے اِسکا ایک خاص تعلق تھا ہرمزان سے عتبہ کا بڑا بھاری مقابلہ ہوا۔ اِس بہادری سے اِس نے ہرمزان پر حملہ کیا ایک خونریز مقابلہ کے بعد اسکو بیعزتی کے ساتھ پسپا ہونا پڑا اور اخیر عتبہ نے جب اِسکا تعاقب نہ چھوڑا تو وہ دریائے قارون سے پار ہو کر بھاگ گیا۔ اہواز پر اسلامی پھریرا اُڑا دیا گیا۔ وہاں پہنچکر اسنے التوائے

جنگ کے لئے کچھ مدت چاہی اِدھر سے فوراً رخصت دی گئی۔ عتبہ نے اپنی عاقلانہ حکمت عملی سے اہواز اپنے مددگار بدؤں کو دیدیا اپنی فتوحات میں سے اس فتح کے بعد عتبہ نے خلیفہ کی خدمت میں هرزبان کا ایک پٹکا بطور نشان فتح کے روانہ کیا۔ ایک قاصد حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ التماس کیا کہ ممالک غیر کے مسلمان آرام طلب ہوتے جاتے ہیں چاندی اور سونے کی چیزوں نے انکی آنکھوں میں چکا چوند کردی ہی اس نا مبارک تصدیق کے بعد حضرت عمر نے عتبہ کو لکھا۔ افسوس کی بات ہی کہ تو نے بصرہ کا ایک صحرائی بدّو کو انتظام سپرد کردیا ہے۔ یہ کبھی نہ ہوگا کہ ایک صحرائی بدّو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حکومت کرے گا۔ مغیرہ بن شعبہ اس خدمت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

عتبہ حضرت عمر کی اجازت سے حج بیت اللہ کو روانہ ہوا وہاں سے واپس ہوتے وقت اس کا بطن النخلہ میں انتقال ہوگیا۔

عتبہ نے چونکہ بدؤں کو اہواز کا حاکم بنادیا تھا اسلئے اِن سے وہاں کی حکومت نہ سنبھل سکی اور ہرمزان نے پھر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور چاہا کہ بہت جلد اہواز کو مسلمانوں کی حکومت سے آزاد کرے۔ تو بھی مسلمانوں نے اسے فاش شکست دی پھر مسلمانوں نے حضرت عمر سے آگے بڑھنے کے لئے اجازت طلب کی۔ حضرت عمر نے اس عرضی کو تو دبا رکھا اور یہ تاکیدی حکم بھیجا کہ جہاں جہاں تمہارا قبضہ ہوگیا ہے اِن مقامات کو ہر طرح مضبوط کرو اور زیادہ تر کھیتوں میں آبپاشی کا کام بہت جلد شروع کردو اور نہریں کاٹ کاٹ کر کھیتوں میں پہنچاؤ۔ ہرمزان مشرق کی طرف بھاگا چلا جاتا تھا دوبارہ مسلمانوں کی طرف سے اسے پھر معافی دی گئی۔ اور اس کا تعاقب نہ کیا گیا۔ ایک دفعہ اس نے عہدنامہ کرلیا تھا کہ اب میں مسلمانوں کے خلاف کبھی ہتھیار نہ اُٹھاؤں گا اس بات پر معہ فوج یہ رہا کردیا گیا تھا دوسری دفعہ اس نے

پھر سرکشی کی اسپر بھی اسے معافی دیدی اس کے بعد معلوم ہوا کہ مرو میں یزدجرد کثرت سے
فوج جمع کر رہا ہی تاکہ مسلمانوں کو ایرانی حدود سے بالکل خارج کر دے جب سے مسلمانوں نے مدائن
فتح کیا تھا وہ اسی وقت سے تیاری جنگ میں مصروف تھا۔ یہ موقع فرصت کا اسے بہت
ہی اچھا ملا تھا جو کچھ اسکی قدرت میں تھا فوج جمع کرنے میں اس نے جان لڑادی تھی۔
اس کی تیاری سے حضرت عمر بھی غافل نہ تھے آپ کو دم دم کی خبریں پہنچ رہی تھیں سخت،
مقابلہ کرنے کے لئے حضرت عمر بھی مستعد ہو گئے اور بصرہ کوفہ سے عظیم لشکر مہیا کرنے
لگے۔ کوفہ اور بصرہ سے فوجیں جمع کر کے نعمان بن المقرن کو اسکا سرکردہ کیا۔ اور اُسے حکم دیا
کہ تو ہرمزان کو سوس میں روک تاکہ اس کی فوج یزدجرد کی شاہی فوج سے نہ ملنے پائے
سوس دو دریاؤں کے بیچ میں واقع تھا جس کی تھوڑی دور برف پوش پہاڑ معلوم ہو رہے تھے
ہنوز یہ ایک مضبوط شہر تھا جسکا مقابلہ کرنا سخت دشوار تھا۔ اخیر ایک سخت مقابلہ اور کئی خونریز
میدانوں کے بعد سوس کو فتح کر لیا۔ جہاں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر تھی جسکی عزت اور
ادب کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سپاہ سالار سے ارشاد کر دیا تھا۔ ہنوز اس
مقدس مقبرہ کی وہ ہی کیفیت ہی اور اس کی وہ ہی عزت کی جاتی ہے۔

سوس میں جب ہرمزان معہ چند امرا اور رئیسان شہر کے گرفتار کر لیا گیا تو اسے حضرت عمر
کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا اور نعیم بن مقرن یا نعمان بن المقرن اصفہان کی طرف بڑھا
اور اپنا رستہ آخر کار لڑ جھگڑ کر ایران کے جگر میں کر لیا۔

جب ہرمزان اپنی شاہانہ پوشاک پہنے ہوئے مدینہ پہنچا ہی اسوقت حضرت عمر مدینہ کی
مسجد میں سو رہے تھے پہلو میں درہ رکھا ہوا تھا۔ جوں ہی ہرمزان مسجد کے قریب پہنچا اس نے کہا خلیفہ
کہاں ہی اور اسکا جاہ و حشم اور نقیب و عصا بردار وغیرہ کہاں ہیں۔ وہ عظیم الشان سنگ مرمر کے محلول

اور تزک و احتشام سے رہنے کا عادی تھا اسے یہ یقین تھا کہ زبردست خلیفہ اور بھی جاہ و حشم زندگی بسر کرتا ہوگا۔ ہرمزان اپنی قیمتی پوشاک اور زریں کمر باندھے ہوئے حضرت عمر کے سرہانہ کھڑا ہوگیا۔ اور جب کسی نے بتایا کہ یہی امیر ہے جو کھجور کی چٹائی پر پیوند دار کمل اوڑھے ہوئے لیٹا ہے تو اسے سخت تعجب معلوم ہوا اتنے میں حضرت عمر کی بھی آنکھ کھل گئی۔ دریافت فرمایا کہ یہ اجنبی کون شخص ہے۔ جواب آیا کہ خدا بہت بڑا قوی ہے کہ جو اسکو اور اس جیسوں کو مطیع بنا دیتا ہے یہ ہرمزان شہزادہ ہے۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ یہ زریں کپڑے اسکے اُتار لو اور عرب کی سادی پوشاک پہنا کر ہمارے سامنے لاؤ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی اور مغیرہ ترجمان مقرر ہوا۔ ہرمزان نے اور باتیں کرنے سے پہلے پانی مانگا حکم دیا گیا کہ پانی دو اور سیر ہو کر اسے پینے دو۔ پھر ہرمزان نے عرض کیا کہ میں پانی پینے سے ڈرتا ہوں مبادا غفلت میں مجھے کوئی قتل کر ڈالے حضرت عمر نے جواب دیا جبتک تو پانی نہ پی لیگا تیری طرف کوئی آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتا یہ سنتے ہی ہرمزان نے پانی کو زمین پر پھینکدیا اور کہا کہ میں پانی نہیں پیتا تو نے میری جان بخشی کی ہے" حضرت عمر نے فرمایا "تو جھوٹا ہے تیری زندگی تیری بداعمالی کا تاوان ہو چکی ہے" ایک شخص نے پاس بیٹھنے والوں میں سے کہا جب تک یہ پانی نہ پی لے اسکا قتل کرنا جائز نہیں ہے حضرت عمر نے فرمایا اس شخص نے مجھے دھوکا دیا اب میں ایسے شخص کو قتل نہیں کر سکتا جس نے فریب و دغا سے ہزارہا مومنین کی جانیں ضایع کی ہیں مگر پھر میں تجھسے یہی کہتا ہوں کہ تیری کل بداعمالیوں کا کفارہ اسلام میں داخل ہونے سے ہو سکتا ہے۔ خیر تو نے جتنے مومنین قتل کئے اور جو کچھ مسلمانوں کا نقصان کیا صرف مسلمان ہونا ان سب گناہوں کا کفارہ دیدیگا" ہرمزان نے فوراً کلمہ پڑھا اور خلیفہ کے یہ حکیمانہ الفاظ اسکے دل میں گھر کر گئے وہ فوراً مسلمان ہوگیا اور اس نے اپنی بود و باش مدینہ میں اختیار کی۔ عطائیوں کی فہرست میں اسکا نام لکھ لیا گیا اور بیس ہزار درہم ماہانہ

اسکا مقبرہ ہو گیا۔ اسکی تمام زین قدی اور جواہر نگار کمربند اسے واپس دیدیا گیا۔

(فتح ایران) سنہ ۲۲ھ
مطابق سنہ ۶۴۲ء

فتح قادسیہ اور مدائن کے بعد مسلمان سپاہ سالار آگے بڑھنے کی اجازت مانگتے تھے لیکن حضرت عمر راضی نہ تھے اسی اثنا میں کہ یزدجرد نے بیٹھے بیٹھا۔ یہ چھیڑ چھاڑ شروع کردی اپنے مہیب لشکر کے بل پر اس نے مصمم ارادہ کرلیا کہ کوفہ اور بصرے سے بھی مسلمانوں کو محروم کردیا جائے اور اگر موقع ہو تو مدینہ تک چھاپہ مارا جائے۔ حضرت عمر نے یزدجرد کی اس تعدی پر یہ ارادہ کرلیا کہ اب کے اس سے ایک انقطاعی میدان ہونا چاہئے اور بالکل فیصلہ کرلیا جائے۔ یزدجرد جب مدائن سے نکل کر بھاگا ہی تو اسے یہ یقین تھا کہ مسلمان مدائن کی فتح پر قانع ہو کر آگے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھینگے اور انہیں صبر آجائے گا اور اس فرصت کے زمانہ میں مجھے تیاری کرنے کا موقع ملے گا۔ خدا نے اسکی مراد دی اور اس نے اس عرصہ میں اپنی جمعیت خوب بڑھالی اور پھر ہرمزان کو کسایا اور اسکا نتیجہ دیکھنے کیلئے آپ خاموش بیٹھ گیا جب سوس فتح ہو گیا ہرمزان گرفتار کرلیا گیا اور ناچار مسلمانوں نے اصفہان کی طرف اپنی باگیں اٹھائیں تو اب وہ بہت چونکا اور اپنی اس تدبیر کو ناکام پا کے اسکے پہلے خیال کا خاتمہ ہو گیا اس نے یہ سوچا تھا کہ ہرمزان سوس پر مسلمانوں کو روکے رکھے گا اور میں دوسری جانب سے حملہ کردونگا لیکن اسے بھی انقطاعی جنگ پر آمادہ ہونا پڑا۔ جتنے صوبوں کے گورنر تھے سب کے پاس یزدجرد نے حکمنامے بھیج دئے کہ اپنی اپنی فوجیں لیکر چلے آئیں ان میں سے بہت سے گورنر بالکل آزاد تھے لیکن اس موقع پر انہوں نے بھی ایک عام خطرہ دیکھکر یزدجرد کا ساتھ دینا قبول کیا۔ بحر خزر کے کناروں سے بحیرہ ہند تک اور جیحون سے خلیج فارس تک جتنے گورنر صوبہ تھے سب نے فوج جمع کرکے دیمیوند میں کاویانی درفش کے نیچے لاکر کھڑی کردی۔ گویا ملک کا ملک امڈ آیا وہ سب یہ جانتے تھے کہ گو ہم یزدجرد سے آزاد ہیں پھر بھی ہماری سلامتی سلطنت ایران کے سلامت

رہنے پر موقوف ہی۔ اسکی خبر شیر دل سعد کو پہنچی اس نے فوراً براہ راست حضرت عمر کی خدمت
میں لکھ کے بھیجا۔ ایک قاصد خبر لایا کہ فیروزان کی ماتحتی میں ایک لاکھ پچاس ہزار فوج جمع ہی وہ
اسوقت ہمدان میں مقیم ہیں۔ ان کا قصد حلوان کی طرف بڑھنے کا ہی جہاں سے وہ کوفہ پر دھاوا
مارینگے کوئی کہتا تھا کہ فلاں شہزادہ کی زیر کمان ساٹھ ہزار سوار ہیں جسکا ارادہ مدائن پر قبضہ کر لینے
کا ہے۔ حضرت عمر نے بذات خود یزدجرد کے مقابلہ میں جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ یہ سنتے
ہی سب صحابہ خصوصاً حضرت علی معترض ہوئے کہ آپ ہرگز جنگ میں تشریف نہ لیجاویں اور انہوں
نے وہی اعتراض پیش کئے جو پہلے کر چکے تھے اور آخر حضرت عمر نے اپنے ارادہ کو ملتوی
رکھا نعمان کو حکم دیا کہ توخجستان جاکر فوج کی مستقل کمان لے بصرہ اور کوفہ میں ایک مضبوط
فوج چھوڑ کر دو رستوں سے آگے بڑھے۔ سوس کی فوج کو حکم ہوا کہ پرسی پولس کی طرف بڑھے اور
وہاں کی فوجوں کو روکے رکھے کہ وہ شاہی فوجوں سے شریک نہونے پائے۔

نعمان نے حلوان پہنچکر جاسوس روانہ کردئے کہ دشمن کی خبر لائیں انہوں نے آکر خبر کی کہ دشمن
اس میدان میں مقیم ہی جو الوند کے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہی۔ نعمان کے آگے بڑھنے کا راستہ بہت
صاف ہوگیا تھا وہ حدود میں بڑھا چلا جاتا تھا آخر نہاوند کے میدان میں دونوں لشکروں کا
آمنا سامنا ہوگیا دشمن کی فوج سے مسلمانی لشکر ۱/۵ تھا یعنی انکی تیس ہزار فوج تھی اور فیروزان
ایک لاکھ پچاس ہزار فوج لئے پڑا تھا۔ اس قلیل فوج میں بڑے بڑے جنگجو اور نامی آزمودہ
کار مسلمان بھی تھے جن کے بھروسہ پر یہ مقابلہ کیا گیا تھا۔ دو دن تک معمولی نوکا جھوکی کے
بعد ایرانی اپنے موچوں میں چلے گئے اور یہاں وہ بآرام بیٹھ گئے مسلمانوں کو دق
کرنے کے لئے ان کی یہ تدبیر کافی تھی۔ اس التوائی جنگ سے جس کو کئی دن کا عرصہ
ہوچکا تھا مسلمان گھبرا گئے اور راہ دیکھتے دیکھتے تھک گئے آخر انھوں نے ایسی تدبیر کی

چاہی جس سے دشمن مورچوں کے باہر نکل کر جنگ کرے طلحہ نے اپنی فوج کو پھرتی سے پیچھے ہٹنے کا حکم دیا ایرانی سمجھے کہ مسلمانوں کی فوج بھاگتی ہے اپنے مورچوں سے نکلکر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ایک خونریز میدان ہوا۔ نعمان مارا گیا لیکن ایرانی تیس ہزار اپنی فوج کی لاشیں چھوڑکر بھاگے مسلمانوں نے اِن کا تعاقب کیا اور اسّی ہزار آدمی اور بھی قتل کر ڈالے۔ فیروزان ایسی فاش شکست کھاکر ہمدان بھاگا۔ ہمدان پر بھی فتحمند مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ شاہی جواہرات اور قیمتی چیزیں جو ہمدان میں عظیم الشان آتشکدہ میں محفوظ تھیں مسلمانوں کے تصرف میں آئیں غنیمت کا شمار لاانتہا ہے دو بکس لبالب جواہرات کے بھرے ہوئے ہاتھ لگے جنہیں حضرت عمر نے اوّل ہی اوّل خزانہ مدینہ میں رکھا۔ مگر پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ بیت المال میں رکھنا نامناسب ہی فوراً جواہرات کے فروخت کرنے کا حکم دیا۔ چالیس لاکھ درہم اِن کی قیمت جانچے گئے۔ حکم ہوا کہ اسے فروخت کرکے لشکر میں تقسیم کردو۔

اس عظیم الشان شکست کے بعد بھی یزدجرد کی وہی کیفیت تھی اسے کسی قسم کا ہراس نہوا تھا وہ اپنی قوت بڑھانے میں مصروف تھا اور جنگ کی تیاری کررہا تھا حضرت عمر بھی اس سے غافل نہ تھے اور خوب سمجھتے تھے کہ جتنے میدان اب تک ہوچکے ہیں اِن سے سخت ترین میدان یزدجرد سے اور ہونے والا ہے بحر خزر کے جنوب کی جنگ آور قومیں دوبارہ اسفندیار کی ماتحتی میں کام کرنے کے لئے جمع ہورہی تھیں۔ اسفندیار اسی بدقسمت رستم کا بھائی تھا جو جنگ قادسیہ میں بعزتی سے مارا جاچکا تھا۔ اسفندیار رے کو محفوظ رکھنے کے لئے موجود تھا۔ مسلمان برابر بڑھتے چلے جاتے تھے۔ رے پر پھر ایک بھاری جنگ ہوئی۔ اس میں مسلمانوں ہی کو فتح حاصل ہوئی اور کل شہر نے اپنے کو مسلمانوں کے رحم پر چھوڑ دیا اور وہ محفوظ ہوگئے۔ اسفندیار یہاں سے آذربائیجان بھاگ گیا وہاں بھی اسے اسی ناکامی کے ساتھ شکست ملی اب

اسفندیار نے کوئی صورت بچاؤ کی نہ دیکھکر مسلمانوں کا مطیع ہونا قبول کیا اور انکی حفاظت میں آگیا۔ رے سے یزدجرد اصفہان بھاگ گیا۔ مگر وہاں اپنا ٹھیک ٹھکانا دیکھکر کرمان پناہ لینے کے لئے چلا گیا کرمان میں بھی اپنی جان کی امان نہ پائی اور آخر بلخ جاکر قرار پکڑا بلخ میں بھی اسکی دال نہ گلی اور وہ بھاگوں بھاگ مرو پہنچا اور یہاں سے خاقان چین اور ترکوں کی مدد کا خواستگار رہا۔ ترکوں نے یزدجرد کو مدد دی۔ کئی سال تک حوالے مرو میں جنگ ہوتی رہی آخر ترکوں کو بھی یزدجرد کے ساتھ فرار ہونا پڑا اور وہ جیحون کے پار اتر گئے۔ اب یزدجرد کا نہ خزانہ رہا تھا نہ لشکر نہ شاہی محل نہ بیگمیں کچھ بھی نہ تھیں اور نہ اس میں یہ دم رہا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کرنے کی جرأت کرتا اسکی مایوسانہ حالت غضب کی تھی۔ وہ شہنشاہ ایران سے گویا اب مصیبت زدہ شخص بنگیا تھا۔ زمین و آسمان اسے اپنا دشمن دکھائی دیتا تھا اور کوئی سہارا دینے والا نہ تھا۔ آخر حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں دنیا سے رخصت ہوا رے پر قبضہ ہوتے ہی عرب مختلف صوبوں کی طرف متوجہ ہوئے ان میں سے بہت سے صوبے گو برائے نام ماتحت ایران تھے لیکن بجائے خود وہ بہت بڑے قوی تھے ان سے جنگ کرنے کے لئے چھ فوجیں بصرہ اور کوفہ سے چھ طرف روانہ ہوئیں ہر جنگ میں مسلمانوں ہی کو فتح حاصل ہوتی چلی گئی اور تمام صوبے یکے بعد دیگرے اسلام کے زیر نگین آتے گئے اسی طرح۔ فارس۔ کرمان۔ مکران۔ سجستان۔ خراسان۔ آذربائیجان فتح کرلئے گئے تاہم یہ صوبے ہمیشہ سرکشی پر آمادہ ہوتے رہے جبتک مسلمان وہاں خود آباد نہ ہو گئے۔ مسلمانوں کے حقوق اس قدر وسیع تھے کہ پرانا ضعیف زرتشتی مذہب اسکا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ جو شخص مسلمان ہو جاتا تھا اسکے وہ ہی حقوق ہو جاتے تھے جو اس کے فاتحوں کے ہوتے تھے۔ دارالخلافہ فتح ہوتے ہی اور درفش کاویانی کے جھکتے ہی

آتش پرستوں کے بڑے بڑے خاندانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آتشکدے بجھا دئے گئے تھے مسجدیں بنتی جاتی تھیں۔ تہذیب یافتہ شائستہ ایرانیوں نے اسلام قبول کر کے ایک نیا رنگ اسلامی طرق کو دیدیا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ اپنے فاتحوں سے ملکی حقوق نہیں لے سکتے جبتک مسلمان نہ ہوجائیں۔

حضرت عمر کی خلافت کے آخری برس ۲۳ھ مطابق ۶۴۳ء

جس زور سے حضرت عمر کی سرپرستی میں فتوحات کا ریلا بڑھا تھا اور جو شام کو نکلتا ہوا ایشیائے کوچک کی حدود تک پہنچ گیا تھا اور جس نے اتنی بڑی سلطنت ایران کو فتح کر لیا تھا اب ایک جگہ ٹھیر گیا۔ ہرقل کے مرجانے کے بعد پھر اسکے جانشینوں میں یہ قوت نہ رہی کہ وہ براہ تری یا خشکی ملک شام یا مصر پر حملہ کرتے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے انہیں چھڑا لیتے۔ گو چند بار انھوں نے حدود پر حملے کئے لیکن انہیں ایک بھاری نقصان کے ساتھ واپس پھر جانا پڑا۔ معاویہ شام کے انتظام میں مشغول تھا اور آئندہ کسی خطرناک مہم کے لئے (مبادا رومی خود چلے آئیں یا یہیں کے باشندے باغی ہوجائیں) اپنی فوجوں کو مضبوط کر رہا تھا۔ ہر طرف امن اور صلح کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ عمرو بن العاص مستقل طور پر مصر کا گورنر بنا دیا گیا اور وہ مغرب کی طرف رفتہ رفتہ اپنی حدود کو وسعت دے رہا تھا۔ عرب کا ملک بھی اتنی عظیم جنگوں کے بعد آرام لے رہا تھا اور کہیں فوج میں جنبش نہ معلوم ہوتی تھی۔

حضرت عمر شام کے سفروں کے علاوہ مدینہ سے حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ بھی روانہ ہوا کرتے تھے اپنی عادت کے مطابق آپ اس سال میں حج بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مختلف صوبوں کے گورنر بھی اسی ارادہ سے مکہ شریف میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے بھی اس بات کو پسند کیا کہ مکہ شریف کا حج کر کے مدینہ ہوتے ہوئے سب پیچھے

ملک جائیں تاکہ ملکی منفعت کی تدبیریں کی جائیں اور خدا کی مخلوق کی آسایش کا سامان مزید برآں جو اسوقت ہی مہیا کیا جائے۔

اپنی شہادت کے کئی سال پہلے حضرت عمر نے تین ہفتے مکہ معظمہ میں قیام کیا اور کعبہ شریف کے گرد بہت بڑے میدان کو وسعت دی وہ گھر جو اس پاک عمارت کے پاس بنے ہوئے تھے اِن کو منہدم کر دیا گیا اور اِن کے مالکوں کو انکی قیمت ادا کرکے دوسری جگہ دیدی اب کعبہ شریف کے گرد ایک بڑا وسیع چوکور میدان ہو گیا جس میں ہزاروں آدمی بآرام جمع ہو سکتے ہیں۔ اگر بعض نافہموں نے اپنے گھروں کو فروخت کرنا منظور نہ کیا اور زیادہ سمجھانے سے بھی نہ مانے اِن کے گھر اُکھڑوا کر بھگوا دئیے گئے اور اِن کی قیمت بیت المال میں امانت رکھدی کہ جب مالکوں کا دل چاہے وصول کرلیں وہ ستون جو حرم شریف کے گرد بطور حدود کے قائم تھے اُتروا کر دوسرے ستون ان کے گرد چڑھا دیئے گئے اور بہت سے مسافر خانے اور حاجیوں کے قیام کی جگہ بنوادی گئیں تاکہ وہ بآرام یہاں قیام کریں اور اِدھر اُدھر پہاڑوں میں نہ بھٹکے پھریں۔

حضرت عمر کی خلافت کے ساتویں برس مدینہ کی گرد و نواح میں ایک پہاڑی میں سے آتش فشانی ہوئی حضرت عمر نے عین موقع پر پہنچکر ملاحظہ فرمایا دیکھا کہ یہ پہاڑی آتش فشان ہے پھر آپ نے پریشان باشندوں کا اطمینان کردیا کیونکہ عربوں کو کوہ آتش فشان دیکھنے کا کبھی اتفاق نہوا تھا وہ حیران تھے کہ یہ کیا بھید ہے۔

اسی سال ایک بحری مہم روانہ کی گئی کہ وہ حبش کے کناروں پر دشمن سے مقابلہ کرے گو مسلمان سمندر میں سفر کرنے کے عادی نہ تھے پھر بھی وہ بڑی بہادری سے لڑے اگرچہ انکے افسر کی غلطی سے مسلمانوں کو کامیابی نہیں ہوئی تاہم انہوں نے یہ ثابت کردیا کہ ہم صحرا ہی کے شیر

نہیں ہیں بلکہ سمندر کے اژدہا بھی ہیں۔

جن قابل صحابہ کو حضرت عمر نے کوفہ اور بصرہ کا عامل بنایا تھا ان سے آپ کا انتظام کی طرف سے بہت اطمینان ہوگیا تھا مگر اتفاق سے عتبہ عامل بصرہ کا انتقال ہوگیا اور مغیرہ کے گورنر مقرر کرنے میں ذرا تامل درکار تھا۔ عامل بنانے میں صرف اسلئے تامل تھا کہ وہ کسی قدر تند مزاج مشہور تھا اور اس کی نسبت یہ بھی کہا جاتا تھا کہ اس نے بچپن میں ایک شخص کو طائف میں مار ڈالا تھا۔ ضرورت کی وجہ سے اسکو بصرہ کا عامل مقرر کیا لیکن وہاں سے چند روز کے بعد ملزم گردانکر نکال دیا گیا اور آخر اس نے اپنی بود و باش مدینہ شریف میں اختیار کی۔

اسکی جگہ ابوموسےٰ کو عامل بصرہ مقرر کیا کہ جو غزوہ حنین میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نام پاچکا تھا اور جس نے ایلچی گری کا منصب بھی بطرز احسن ادا کیا تھا۔ کچھ دن تک ابوموسےٰ عامل بصرہ رہا اسپر بھی چند الزامات لگائے گئے تھے لیکن حضرت عمر کے آگے اس نے معقول جوابدہی کرکے اس سے بریت حاصل کی۔

کئی سال کوفہ اپنے بانی سعد کی ماتحتی میں رہا۔ مگر حضرت عمر کی خلافت کے نویں سال اس کے خلاف ایک جماعت کھڑی ہوئی اسپر طرح طرح کے الزام قائم کئے اور بعض الزامات صحیح بھی تھے سعد کی پنشن ہوگئی تھی۔ اور چند روز کے لئے عامل کوفہ ایک شخص کو نامزد کرکے پھر ابوموسےٰ کو بصرہ سے بلاکر عامل کوفہ مقرر کردیا۔ اہل کوفہ نے ایک سفارت مدینہ شریف حضرت عمر کی خدمت میں روانہ کی کہ ہم ابوموسے کو اپنا عامل نہیں بناتے فوراً ابوموسےٰ کو واپس بصرہ آجانیکا حکم ہوا۔ بڑی مشکل سے یہ فیصلہ ہوا کہ مغیرہ ہی عامل کوفہ بنایا جائے کوفیوں نے اسے منظور کرلیا اور جبتک حضرت عمر کی شہادت نہیں ہوئی مغیرہ ہی عامل کوفہ رہا۔

اسی زمانہ میں حضرت عمر نے عبداللہ بن مسعود کو جو مکہ شریف میں ایک غلام تھا اور بعد ازاں

اپنی اعلیٰ قابلیتوں کی وجہ سے نبی اکرم کا بہت پیارا صحابی بنگیا تھا کوفہ کا خزانچی مقرر فرمایا۔ یہ قرآن کا حافظ اور مطالب قرآنی کو خوب سمجھتا تھا اس شخص میں ہر قسم کی لیاقت تھی معاملہ فہمی کا ہنر سب میں بڑھا ہوا تھا اپنے لہجہ میں قرآن شریف کا پڑھنا بھی اسپر ختم تھا۔ بصرہ کوفہ کی نسبت مفلس تھا۔ چونکہ اس کی آبادی بہت تھی اسلئے معمولی دولت وہاں کافی نہ تھی حضرت عمر نے محاصل ممالک سے بصرہ میں آب پاشی اور پیمایش وتجارت وغیرہ کے ایسے محکمے کھول دئے کہ بصرہ والوں کو دولتمند ہونے کا بخوبی موقع ملے اور وہ کوفہ سے کسیطرح کم نہ رہیں

ہر صوبہ میں کئی عدالتیں۔ فوجداری۔ دیوانی اور مال کی قائم ہوئیں ان پر وہی شخص اعلیٰ افسر یا قاضی مقرر کیا جاتا تھا جسے مدینہ میں قابلیت کی سند ملجاتی تھی۔ عدالتی محکمہ میں ایک قابل قاضی کام کرتا تھا اور کل محکموں کا تعلق خاص عامل کی ذات سے ہوتا تھا جو روزمرّہ عام مسلمانوں کے سامنے انتظام کی پوری کیفیت بیان کرتا رہتا تھا مگر آٹھویں دن ایک جلسہ ہوا کرتا تھا جس میں ہر شخص کو خواہ یہودی ہو یا عیسائی انتظامی معاملات میں آزادی سے دخل دینے کا مجاز حاصل تھا۔ حضرت عمر کا حکم تھا کہ محاصل میں عامل جو کوئی بڑا انتظام بدلنا چاہے بغیر عامۂ خلایق کے مشورے کے نہ بدلے جنگی اور مالی دفاتر پہلے سب عامل کے تحت میں تھے مگر حضرت عمر نے انہیں جدا جدا کر کے انپر علیحدہ علیحدہ افسر مقرر کردئے گو عامل کا اختیار سب کچھ تھا مگر کسی کے کام میں دست اندازی نہ کرسکتا تھا ان افسروں کی موقوفی بحالی کا اختیار بھی حضرت عمر نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا۔ ریاست کی طرف سے مذہبی علوم پڑھانے کیلئے معلم نوکر ہوگئے انکی تنخواہیں خزانہ سے ملتی تھیں۔ یہ واعظ یا معلم تمام مفتوحہ ممالک میں متعین کئے گئے جو نئے مسلموں کو قرآنی تعلیم سے مشرف کرتے اور اُنہیں اسلام کے اصول بتاتے۔ یہ قاعدہ بھی جاری کیا گیا کہ جمعہ کے دن تمام دفتروں میں تعطیل ہوا کرے اور رمضان المبارک میں قرآن شریف سننے

کے لئے مسجدوں میں لوگ جمع ہوا کریں۔

حضرت عمرؓ نے صرف دیوان یا مختلف قسم کے محکمے ہی نہیں جاری کئے بلکہ سنہ ہجری کی بھی اسی والا شان خلیفہ نے بنیاد ڈالی۔ حضرت عمرؓ کی لاثانی عقل اور فہم سلیم کا یہ طفیل تھا کہ آج اسلام اپنے علیحدہ سنہ ہونے پر ناز کرسکتا ہے ماہ محرم کی یکم تاریخ سے آغاز سال قرار دیا۔ اس سنہ سے حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی تاریخ (مکہ شریف سے مدینہ منورہ) معلوم ہوتی ہے۔

شراب نہ پینے کی بہت تاکید تھی۔ اور حضرت عمرؓ اپنے فرائض کی انجام دہی میں بہت سخت تھے۔ جو سزا کہ شرابی کی مقرر تھی وہ ہی ایک غریب صحرائی بدو کو دیجاتی اور وہی ایک عالی کو ملتی تھی انصاف میں کسی کی تمیز نہ کی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ قانون کی آنکھ میں سب برابر ہیں۔ خواہ فقیر ہو یا بادشاہ ہو جن مقدمات کا آپ نے فیصلہ کیا وہ ہمارے دعوے کی کامل دلیل ہوسکتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے ابتدائے زمانہ خلافت میں دمشق میں بہادر ابو عبیدہ کو یہ خبر ہوئی کہ ایک گروہ شہریوں کا معہ شیر دل ضرار کے (جو کئی خونخوار میدانوں میں نام پا چکا تھا) فلاں جگہ شراب پی رہا ہے۔ ابو عبیدہ ان کے سر پر بھی جا کھڑا ہوا اور انہیں خبر نہ ہوئی۔ ابو عبیدہ نے معہ بہادر ضرار کے ان سب کے نام لکھ لئے اس گروہ میں اکثر امیر زادے اور رئیسوں کے بچے تھے۔ اور وہ سب نام معہ اپنی رائے کے حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کردئے اور رائے یہ لکھی۔ ان لوگوں کو میں نے شراب پیتے ہوئے پکڑا ہے غلطی سے ان سے یہ فعل سرزد ہوگیا ہے۔ شیر دل ضرار کی خدمات کا پاس کرکے اگر سب کے ساتھ اسکو بھی معافی دیجائے گی تو عین عنایت ہوگی جونہی یہ خط حضرت عمرؓ کو پہنچا آپ مارے غصہ کے آگ ہوگئے اور ان سخت الفاظ میں ابو عبیدہ کے خط کا جواب لکھا۔ "لوگوں کا ایک مجمع کر اور انہیں سامنے بلا اور پھر دریافت

اگر کہ شراب کا پینا حرام ہے یا حلال اگر وہ حرام کہین تو اُنکی اسّی اسّی دُرّے مار کر چھوڑ دے اور
جو وہ شراب کو حلال بتائین تو اُن کی گردنین اُڑا دے۔" ابوعبیدہ کو حضرت عمر کے حکم
کی تعمیل کرنی پڑی اور ان سے دریافت کیا گیا اُنہون نے جواب دیا کہ ہم شراب کو حرام
جانتے ہین پھر اسّی اسّی درے مار کر چھوڑ دے۔

ابوسفیان نے جو ۳۲ سنہ ہجری تک زندہ رہا ۸۸ برس کا ہوکر وفات پائی ایک آنکھ
اسکی محاصرہ طائف مین جاتی رہی تھی اور دوسری آنکھ جنگ یرموک مین ضایع ہوگئی تھی۔
نابینا ہوکر مدت تک زندہ رہا۔ اسی عرصہ مین اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیدی تھی جسنے جنگ اُحد
مین امیر حمزہ کا کلیجہ نکال لیا تھا۔ طلاق کیوجہ نہین معلوم کہ کیا ہوئی۔

حضرت عمر کی وفات ۲۳ سنہ ہجری مقدسہ مطابق ۶۴۳ عیسوی

یہ حضرت عمر کی خلافت کا گیارہوان سال تھا گو عمر پوری ساٹھ برس کی
ہوگئی تھی لیکن بقول مشہور اس عمر مین بھی حضرت عمر اپنی بھاری ذمہ داریون
کو اُسیوقت چستی اور مستعدی سے ادا کرتے تھے۔ اس سال کے آخری مہینے مین آپ معہ اُمہات
یعنی ازواج مطہرات حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم حج بیت اللہ شریف کو روانہ ہوئے اور ابھی حج کرکے
مدینہ شریف واپس آئے ہی تھے کہ قبل از وقت زمانہ خلافت ختم ہوگیا۔

مغیرہ عراق سے ایک غلام ابو لولو نامی لایا تھا بچپن مین یہ یونانیون کی قید مین عیسائی
ہوگیا تھا اور جب مسلمانون نے یونانیون پر فتح پائی تو دوبارہ ابو لولو مغیرہ کا غلام بنایا گیا
مدینہ مین ابو لولو اپنے آقا مغیرہ کی سرپرستی مین بڑھئی لہار اور نقاشی کا کام کرتا تھا ایک دن
ابو لولو حضرت عمر سے رستہ مین ملا اور کہا کہ اے امیرالمومنین آپ میرا انصاف کرین۔ فرمایا
کیا۔ جواب دیا مغیرہ میرا آقا مجھسے میری مزدوری مین سے زیادہ حصہ لیتا ہے۔ ارشاد کیا تو

۵۱ دی خلافت صفحہ ۱۹۱۲ - ۱۲

اسے کتنا دیتا ہے۔ عرض کیا دو درہم روز۔ فرمایا تم جیسے کاریگر کے لئے یہ کچھ بہت زیادہ نہین
ہی پھر حضرت عمر نے فرمایا "مین نے سنا ہی تجھے ایسی چکی بنانی آتی ہی جو ہوا سے چلتی ہی تو مجھو بنا دیگا"
اس نے کچھ روکھا پھیکا ہو کر یہ جواب دیا آپکے لئے مین ایسی چکی بنا دون گا جسکی شہرت مشرق سے
مغرب تک ہو جاے گی۔ یہ کہکر وہ چلا گیا حضرت نے اسکے کھرے جواب سے یہ سمجھا کہ
یہ مجھے دہمکاتا ہی۔

دوسرے دن فجر کو جب لوگ مسجد مین نماز صبح پڑہنے کیلئے جمع ہو رہے تھے پروبزا بولولو
کینت پہلی جماعت مین نمازیون کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا۔ جماعت بندی ہو چکی تھی اور حضرت
عمر نے نیت باندھکر صرف اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ ابولولو نے آگے بڑھکر خنجر سے آپکے جسم مبارک
پر مختلف جگہ گہرے گہرے زخم لگائے زخمی کرکے وہ دوڑا دو ایک کو شہید اور دو چار کو زخمی کرکے
اس نے وہی خنجر اپنے کو بھی مار لیا۔ گو حضرت عمر کو گہرے زخم آئے تھے اسپر بھی اپنے دست مبارک
سے عبداللہ اوجا نماز پر نماز پڑھانے کیلئے کھڑا کر دیا۔

عبدالرحمن نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین کیا مجھپر یہ امانت ہمیشہ کیلئے لازم ہو گئی جواب دیا
کہ نہین بخدا تو آزاد ہی جب نماز سے فارغ ہوئے حضرت عمر نے حکم دیا کہ کل مسلمانونکو جمع کرو جب سب
لوگ جمع ہو گئے تو یہ فرمایا۔

جو اشخاص خلافت کے قابل ہین وہ یہ ہین۔ عبدالرحمن۔ علی۔ عثمان۔ زبیر۔ سعد۔ طلحہ
آجکل مدینہ مین نہین ہی تین دن تک اسکا رستہ دیکھا جاے اور پھر عام مسلمین ان چھ آدمیون مین
سے جسے چاہین اپنا خلیفہ منتخب کرلین۔ عبدالرحمن بن اگر تو خلیفہ نامزد ہوا تو اپنی عظیم اور وسیع فرمہ داریون
کو اس حسن و خوبی سے ادا کیجو کہ کسی مسلمان کو شکایت نہو انصاف کرتے وقت اپنے پرائے
امیر غریب کا امتیاز نہ کیجو۔

(یہی ہدایت سعد اور زبیر سے بھی کی) علی اگر تو خلیفہ بن گیا تو ہاشمیون کو قانون شریعت کی فضیلت سے زیادہ اور آدمیون پر افضل نہ شمار کیجو عثمان اگر تو خلیفہ منتخب ہوا تو بنی اُمیہ کو چیرہ دست کر کے سلطنتون کا مالک بنا دیجو - اب تم جاؤ اور باہم مشورہ کر کے ایک شخص کے انتخاب پر راضی ہو جاؤ -

یہ کہکر حضرت عمر خاموش ہو رہے تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص سے یہ فرمایا جو شخص خلیفہ منتخب ہو اسکو میری طرف سے سلام کہنا اور میری یہ وصیت اسے سنا دینا کہ ہمیشہ اہل عرب سے اچھا برتاؤ کرے اسلئے یقیناً یہ اسلام کی پشت پناہ ہین وہ ایک جو دہ ان سے وصول کرے اس سے کہدیجو کہ انہین کو واپس دیدے تاکہ وہ اپنے غربا مین تقسیم کرلین یہودیون اور عیسائیون سے نبی کے احکام کی مطابق اچھا برتاؤ کیا جائے نہین کسی قسم کی تکلیف نہ دیجائے وہ اپنے مذہب مین آزاد رہین اور ان کی کوئی مذہبی رسم روکی نجائے " پھر آپنے خدا کیطرف ہاتھ اُٹھا کے یہ عرض کیا " اے میرے خدا مین اپنا فرض پورا کر چلا اور مین نے سلطنت اسلام نہایت امن اور مضبوطی کی حالت مین اسکے لئے چھوڑ دی جو میرے بعد خلیفہ ہوگا وہ نہی ونہی اوامر و نواہی کا آپ مختار ہے یہ کہکر حضرت عمر آرام لینے کیلئے لیٹ گئے -

جب حضرت عمر کو حجرہ مین اُٹھا کر لائے ہین تو ہر گروہ کے آدمی باری باری سے آتے تھے اور زار زار روتے تھے - خون بہ رہا تھا اور کثرت سے بہ چکا تھا تاہم آواز مین وہی کڑاکا تھا جس سے ارادون کی سرگرمی اور طبیعت کی مستعدی پائی جاتی تھی شامی رومی ایرانی یونانی وغیرہ گروہ آتے تھے اور زار زار رو رو کر باہر چلے آتے تھے ایک شخص نے عرض کیا مجھے کچھ وصیت کیجئے فرمایا کلام الٰہی اور احادیث نبوی پر اپنا دین و ایمان رکھیو اور انپر عمل کیجو - اسیحالت مین کہ خون نہ تھما تھا آپنے اپنے بیٹے عبد اللہ سے دریافت کیا مجھے یہ چھریان کسنے

مارین عبداللہ نے عرض کیا یا امیرالمومنین پرویز غلام نے یہ حرکت کی فرمایا الحمدللہ کہ مین کافر
کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ پھر فرمایا کہ اُم المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے میری طرف سے یہ
دریافت کراو عمر اجازت چاہتا ہے کہ نبی اکرم کے پہلو مین مجھے جگہ دیجائے حضرت بی بی عائشہ
نے منظور فرمالیا جب لوگ ایک ایک آآکر جارہے تھے حضرت عمر کے حجرہ کی عجب کیفیت تھی اور
زمانہ کا پورا آتار چڑھاؤ نظر آرہا تھا وہ خلیفہ جسنے قیصر اور کسریٰ کی سلطنتون کو زیروزبر کرڈالا تھا
چاک پہلو ایک حجرہ مین پڑا ہوا ہے اور اٹھ نہین سکتا۔ مگر اسکا وہی جوش ہے وہی مستعدی اور
وہی جستی ہے خدا کی باتون مین اسطرح اُسے دلچسپی ہوتی ہے یہ نظارہ گو ایک معمولی معلوم ہوگا لیکن اسکی
عظمت بہت گہری اور عمیق ہے۔

تین[1] دن تک حضرت عمر زندہ رہے اس عرصہ تک صہیب نماز پڑھاتا رہا۔

آخر چوتھے دن خدا کو یاد کرتا ہوا وہ مقدس خلیفہ عالم سے رخصت ہوا شنبہ کے دن ماہ
محرم مین وفات ہوئی۔

میور لکھتا ہے " اسطرح حضرت عمر نے جو اسلامی دنیا مین نبی کا خلیفہ ثانی تھا وفات پائی۔
صرف ابہی دس برس مین اسکی عقل۔ دانائی۔ زیرکی۔ صبر اور توانا رعب سے مصر اور شام اور ایران کی
سلطنتین اسلام کے قبضہ مین آگئین۔

حضرت ابوبکر نے تو صرف صحرائی بدوؤنکو مار کر مدینہ سے نکالدیا تھا لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت
مین حدود شام کو مسلمانون نے طے کرلیا عمر نے اپنی خلافت صرف عرب سے شروع کی تھی لیکن وہ اپنی
وفات کے وقت قسطنطنیہ کے بڑے بڑے صوبون اور ایران کی پوری سلطنت کا خلیفہ تھا
اسطرفہ اور بدیہی خوش قسمتی پر بھی اس نے کبھی صحیح العقل اور عاقلانہ عدل سے تجاوز نہین کیا"

---

[1] تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۱۵۔ بٹ دی خلافت صفحات ۱۹۹۔۱۹۸۔ ۱۹۷۔ ۱۴۱

اور نہ عرب کی سادی سیدہی معاشرت سے قدم آگے بڑھایا جب کوئی مدینہ مین غیر شخص آتا تہا تو دریافت کرتا تہا خلیفہ کہان ہین اسے وہین کسی کونہ مین بیٹھے ہوئے تہا ملجاتے تھے سادگی اور فرض یہ دو اسکے اصولی رہنما تھے اپنی ابتدائی زندگی مین وہ بہت تند اور خونخوار مزاج رکھتے تھے اور نبی اکرم کے آخری زمانہ مین بہی دشمن سے انتقام لینے مین سب سے پیشقدمی کرتے تھے لیکن جون جون عمر بڑہی وہ زیادہ محتاط ہوتے گئے اور ملائمت اور رحم طبیعت مین بہت تہا کبہی عالمون اور کپتانون کا انتخاب آپنے رعایت سے نہین کیا بصرہ اور کوفہ کی گورنریون مین بدوٗن اور قریشونکی باہمی دلی کدورت کیوجہ سے زیادہ وقت پڑگئی تہی لیکن آپکے قوی بازون نے جو سلطنت کو سہارے ہوئے تھے اِن خونخوار قومون کی رنجش کو ظاہر نہونے دیا اور کوئی شخص چون نہ کرسکا اپنے پیارے نبی کے بڑے بڑے صحابہ اپنے پاس مدینہ شریف مین رکھتے تھے ایک تو یہ وجہ تہی کہ ان سے مشورہ لینے مین مدد ملتی تہی اور دوسری وجہ یہ تہی کہ ان کی بزرگی اور اسقدر مدنظر تہا کہ کسی عہدہ پر اس خیال سے کہ یہ میرے ماتحت کہلائینگے کام کرنے کیلئے نہ بھیجتے تھے۔ دُرہ ہاتہ مین لئے ہوئے وہ مدینہ شریف کی شاہراہون مین پہرتے تھے اور مجرم کو عین موقع واردات پر سزا دیتے تہے یہ مقولہ زبانزدِ عوام ہوگیا تہا کہ عمر کا دُرہ دوسرے شخص کی تلوار سے زیادہ ہیبت ناک ہے باینہمہ وہ رقیق القلب اور رحیم الطبیعت بہی بہت بڑے تھے صدہا کام رحم اور عنایتون کے آپکی حلیمی اور ہمدردی مخلوق کا کافی ثبوت دیتے ہین۔ بیواؤن اور یتیمون کی حاجتین آپنے پوری کی ہین آپ مظلوم کے حامی اور ظالم کے قاتل تہے آپ پہلے خلیفہ ہین جنہون نے امیرالمومنین کا لقب لیا ایک سچا مسلمان اِس مضبوط قوی اور بے داغ خلیفہ کو والسلام کہکر اسوقت ماتم کریگا جب وہ اسکے جانشینون کے پرطوفان اور خودغرضانہ سلطنت مین داخل ہوگا۔ فقط۔

حضرت عمر رضی اللہ کا حلیہ
اولاد۔ ذاتی فضائل

محمد بن جریر لکھتا ہو حضرت عمر کا رنگ گورا اور سرخ تھا بعض موزخ کہتے ہین گندمی تھا لیکن عام اسی پر متفق ہین کہ رنگ گورا اور بہت سرخ تھا۔ قد لمبا ہاتہ پیر بڑے چوڑے تھے جب لوگون مین چلتے تھے توگردن سب سے نکلی ہوئی دکھائی دیتی تھی آپ کی ڈاڑہی سفید تھی جس کو مہندی سے سُرخ رکھتے تھے بازو قوی اور موٹے تھے سینہ چکلا اور کمر پتلی تھی۔ اس شان و صورت کی وجہ سے کمل پوشی ہی مین اسقدر پر رعب صورت تہی کہ اچھے اچھے تہرا جاتے تھے۔ آنکھین بڑی بڑی اور روشن تہین۔ ناک سوتوان اور خوبصورت تہی سر پر بال کم کم تھے۔ ساڑھے دس برس خلافت کا زمانہ شمار ہوا ہی۔ عمر کے بارے مین مورخون مین اختلاف ہے کوئی کہتا ہو کہ پچپن برس کی عمر مین وفات ہوئی کوئی کہتا ہو باسٹھ برس کی عمر مین آپنے اس جہان فانی سے کوچ کیا لیکن انگریزی مورخون نے ترسٹھ برس کی عمر لکھی ہو اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہو۔ واقدی بھی ترسٹھ سال ہی کی عمر بتاتا ہی طبری لکھتا ہو کہ حضرت عمر نے اپنی تمام عمر مین سات شادیان کین تین زمانہ جاہلیت مین اور چار مسلمان ہوکر جو شادیان کہ زمانہ جاہلیت مین کین انکے نام یہ ہین۔ زینب۔ ملکہ۔ قرنیہ بنت امیہ المخزومی لیکن بعد ازان قرنیہ کو طلاق دیدی تہی۔ مسلمان ہونیکے بعد یہ دونون عورتین بہی حضرت عمر سے جدا ہوگئی تہین۔ اور اسلام کے بعد آپنے جو نکاح کئے ان پاک خواتین کے یہ نام ہین۔ اُم حکیم۔ جمیلہ۔ اُم کلثوم دختر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ از فاطمہ اور عاتکہ بنت زید یہ چار نکاح زمانہ وفات تک حضرت عمر نے کئے تھے۔ حضرت عمر کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ عبداللہ عبیداللہ تین بیٹے پہلی بیویون سے تھے اور تینون کا نام عبدالرحمن تہا۔ ایک کو عبدالرحمن الاکبر کہتے تھے دوسرے کو عبدالرحمن الاوسط تیسرے کو عبدالرحمن الاصغر پکارتے تھے۔ عاصم۔ زید اکبر زید اصغر۔ عیاض۔ بیٹیون کے نام حفصہ۔ رقیہ۔ فاطمہ۔ زینب تھے۔ اس سب اولاد مین حضرت

عمر کے صاحبزادے عبداللہ بہت بڑے محدث اور فقیہ ہوئے ہیں۔ یہ پاک نہاد بچہ اپنے باپ کے ساتھ ایسی حالت میں اسلام لایا تھا۔ کہ جب وہ حضرت علی کیطرح صغیر سن تھا بچہ پر باپ سے زیادہ مان کا اثر ہوتا ہے جب حضرت عمر ایمان لائے تو زینب بطعون نے جو ابھی مسلمان نہ ہوئی تھی۔ اس صغیر سن بچہ کو روکا لیکن نتیجہ کچھ نہوا۔

حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ اگر جنگل میں کہین بھیڑ بھیریئے کی دست برد مین آکر ہلاک ہو جائے گی تو میرا خدا مجھسے دریافت کریگا کہ تو نے اسکی نگہبانی کیون نہین کی اور اسکو ہلاک کیون ہونے دیا۔ خلافت کے فرائض اور اسکی ذمہ داریون کا اتنا بوجھ تھا کہ بعض وقت حضرت عمر یہ کہنے لگتے کاش مین پیدا نہ ہوتا تو فطرت اس بوجھ کے اُٹھانے کیلئے مجھے تلاش نکرتی۔

عبدالرحمن بن عوف روایت کرتے ہین کہ مین ابھی نماز عشا پڑھ ہی چکا تھا کہ حضرت عمر میرے گھر تشریف لائے مین نے عرض کیا اے امیرالمومنین تنہا اسوقت کہان فرمایا مین خاص تمہارے پاس تم سے کچھ مدد چاہتے آیا ہون۔ عرض کیا حضور ارشاد کرین مین حاضر ہون ارشاد کیا کہ ایک قافلہ کسی جگہ سے آکر فلان جگہ مقیم ہوا ہے وہ لوگ چونکہ تھکے ہوئے زیادہ ہین اسلیے وہ قطعی سو رہینگے اگر ان کی کوئی چیز جاتی رہی چونکہ وہ فصیل مدینہ منورہ کے باہر اُترے ہین مبادا کوئی صحرائی بدو قزاقی کرے تو اسکی جوابدہی مجھے کرنی ہوگی اور خدا مجھے گرفتار عذاب کریگا کہ تیرا فرض تھا تو نے کیون نہین انکی حفاظت کی تم سے صرف اسقدر مدد چاہتا ہون کہ تم بھی میرے ساتھ انکی حفاظت کرنے مین مدد دو۔

مین نے التماس کیا کہ مین بسر وچشم حاضر ہون اور پھر ہم دونون وہان پہنچے اور صبح تک پہرہ دیا وہ آدمی شب گزرنے بعد واقعی بہت غافل ہو گئے تھے صبحکو نماز کیوقت واپس تشریف لے آئے کسی نے یہ نجانا کہ امیرالمومنین نے چوکیدار کا فرض شب کو صرف ہماری حفاظت کیلئے

انجام دیا ہے -

طبری[1] ایک واقعہ کا بیان اور بھی لکھتا ہے چنانچہ وہ تحریر کرتا ہے زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے ایکدن یہ ذکر کیا - کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے باہر جا رہے تھے میں نے عرض کیا اگر آپ اجازت دیں تو بندہ بھی آپکے ہمراہ چلے ارشاد کیا چلا آ میں بھی ساتھ ساتھ ہو لیا مدینہ کی فصیل کے باہر پہنچے تو دور سے ایک آگ جلتی ہوئی دیکھی حضرت عمر نے فرمایا اسلم چلکر دیکھیں یہ آگ کون سلگا رہا ہے اور یہاں کون آکر ٹھیرا ہوا ہے جب اس روشنی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت تین بچوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے بچے رو رہے ہیں - دیگچی چولہے پر چڑھ رہی ہے وہ عورت جو ان بچوں کی ماں تھی یہ دلاسا دیتی جاتی ہے تم رو نہیں یہ پک جائیگا کھا لینا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہتی جاتی ہے کہ خدا عمر سے ہمارا انصاف لے کہ خود تو پیٹ بھر کر سو رہا اور میں اور میرے یہ تین بچے بھوک کے مارے تڑپ رہے ہیں حضرت عمر نے اسکے اس آخری فقرہ کو سنا آپ اسکے پاس گئے اور دریافت کیا اے عصمت پناہ خاتون تو عمر کی کیوں شکایت کرتی ہے - اس نے جلکر جواب دیا کیا وہ ایسی منہ سے خلیفہ بنا ہے کہ ہم تو یہاں تڑپ رہے ہیں اور وہ کھانا کھا کر خواب نوشین میں مبتلا ہوگا حضرت عمر نے دریافت کیا کہ اس دیگچی میں تو نے کیا چڑھا رکھا ہے اور بھی منہ بنا کر جواب دیا خالی پانی چڑھا رکھا ہے تا کہ ان بیتاب بھوکے بچوں کو تسکین ہو اور ایسی امید میں کہ اب کھانا پک کر تیار ہوگا شاید صبر کرکے سو رہیں یہ عورت بیچاری پردیسن تھی جو بعد ازاں معلوم ہوا - یہ سنتے ہی حضرت عمر واپس آئے میں ساتھ ساتھ تھا پہلے بنئے کی دکان پر گئے رات بہت ہو چکی تھی اسلئے دکان بند تھی پھر آپ اسکے مکان پر تشریف لیگئے اسکو اپنے ساتھ دکان پر لائے دکان کھلوائی اس سے آٹا گھی وغیرہ لیا پھر گوشت والیکے ہاں تشریف لیگئے اور گوشت لیکر بیٹھ پر لادا اور لیکر اس عورت کے پاس پہنچے

---

[1] طبری جلد چہارم صفحہ ۵۱۳ -

پورا سامان لیکر ایک گٹھڑی بنا یا اور اپنے کندھے پر اُٹھا کر اس عورت کے پاس لیچلے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین یہ مجھے دیجئے میں کندھے پر رکھ لوں فرمایا نہیں فرایض کی انجام دہی میرے ذمہ ہے تم میری ذمہ داریوں کے بوجھ سے سبکدوش نہیں۔

بڑی دور تک خود ہی اس بوجھ کو اٹھا کر لیگئے معمول سے زیادہ آپکی رفتار میں تیزی تھی آپنے سارا سامان عورت کے آگے رکھدیا......... وہ دیکھکر خوش ہوگئی اور کہا جزاک اللہ خیرا تو مسلمانوں کی خبرگیری میں احق تر ہے پھر حضرت عمر نے اِس خاتون سے کہا تو آٹا گوندھ میں سالن پکاتا ہوں میں نے بھی اس کام میں کسی قدر آپکا ہاتھ بٹایا جب کھانا تیار ہوگیا اپنے سامنے اسکو کھلایا اور کہا تو عمر کے حق میں دعا کر وہ تیری حالت سے بیخبر تھا یہ کہکر آپ مدینہ میں تشریف لے آئے۔

جب حضرت عمر کسی کو گورنر صوبہ یا عامل کرکے روانہ فرماتے تھے تو بہت تاکید سے یہ ہدایت کردیا کرتے تھے کہ دو بھیڑوں میں بھیڑیا بنا کر نہیں بھیجا جاتا بلکہ گوالیا بنا کر روانہ کیا جاتا ہے خدا تیرے ہر پوشیدہ کام کو دیکھے گا۔ اگر تو نے اپنے آرام کیلئے کوشش کی تو سمجھ کہ خلقت آرام سے نہیں رہ سکتی تیرا آرام بہت بڑا ہی ہے کہ جس صوبہ کا تو عامل بنکر جاتا ہے وہ آرام اپنی زندگی بسر کرے جو تیری تنخواہ ہے اسی پر قناعت کیجو بیت المال میں سے ایک پیسہ بھی نہ لیجو جس میں تیرا حق نہیں ہے محتاجوں اور غریبوں کی ڈھونڈ ڈھونڈ کر مدد کیجو خدا اور رسول کی خوشی اسی میں ہے۔

محمد بن جریر طبری روایت کرتا ہے کہ ایک شخص آہستہ آہستہ جارہا تھا۔ اسکا سر نیچا تھا اور کسی سے بات نہ کرتا تھا۔

حضرت بی بی صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ کون شخص ہے عرض کیا گیا کہ یہ ناسک یعنی مرد نیک ہے آپنے فرمایا۔ رحم اللہ عمر انہ کان ناسکا وکان اذا تکلم اسمع واذا امشی اسرع

واذا اطعم اشبع واذا ضرب اوجع یعنی خدا عمر پر رحم کرے کہ وہ نیک مرد تھا جب بات کرتا تھا تو آواز سے کہ سنائی دے۔ جب چلتا تھا تیز چلتا اور جب کسی کو کھانا دیتا تھا تو پیٹ بھر دیتا تھا اور جب مجرم کو اسکی سزا دیتا تو درد دینے والی دیتا۔

ایک دن لوگون نے اسلم سے دریافت کیا کہ تو خزانچی حضرت عمر کیوقت مین رہچکا ہی تجھے تو خوب معلوم ہوگا کہ حضرت عمر نے کبھی بیت المال مین سے کچھ لیا۔ اس نے جواب دیا کبھی نہین ہان ایک حالت مین جب کامون کیوجہ سے اس سے کام نہو سکتا تھا اور دو تین وقت فاقہ سے گزر جاتے تھی تو بطور قرض کے اپنے کھانیکے موافق بیت المال مین سے لے لیتا تھا اور دو تین دن مین مزدوری کرکے بیت المال مین درہم رکھدیا کرتا اسکے سوا اسنے کبھی ایک درہم بھی نہین لیا۔ ایکدن آپ بازار مین تشریف لے جا رہے تھی کہین اتفاق سے یاسر بن سلمہ کے پہلو سے درہ کی نوک لگ گئی حضرت عمر اپنے دل مین بہت خفیف ہوئے مگر اسوقت خاموش اپنے گھر چلے گئی چند روز کے بعد جب یاسر بن سلمہ حج بیت اللہ شریف جانے لگے تو حضرت عمر سے اجازت چاہی آپنے فوراً اجازت دیدی۔ اسی دن شب کو تین ہزار درہم لیکر یاسر بن سلمہ کے پاس گئے اور نہایت افسوس سے کہا فلان دن مجھ سے میرے دُرے کی نوک تیرے پہلو مین لگ گئی تھی اسکا قصاص مجھسے لے سکتا ہی مین خوش ہون اگر تو مجھے بھی اس دُرّے سے مارے اور جو تو نہین مارتا تو یہ تین ہزار درہم قبول کر جو اسکا معاوضہ ہی یاسر بن سلمہ نے کہا یا امیر المومنین مجھے تو یاد نہین کہ ایسا اتفاق کب ہوا تھا حضرت عمر نے فرمایا تو بھول گیا لیکن مین اپنی خطا کو نہین بھولا ہون۔ اور وہ تین ہزار درہم دیکر گھر تشریف لے آئے۔

میرے خیال مین جو کچھ مین نے شیخین کے تمدن اور امور جہانداری پر بحث کی ہی وہ بہت ہی کافی ہی لیکن مین مناسب سمجھتا ہون کہ شیخین یا اور خلفائے اسلام کی نسبت جو کچھ پوری تحقیق

نے لکہا ہی وہ بہی مختصر طور پر درج کردون تاکہ معلوم ہوجائے کہ خلفاء اسلام کی نسبت یورپیون کا کیا خیال ہی یون تو صدہا انگریزی ۔ فرانسیسی اور جرمنی کتب خلفاء کے حالات مین ہم بکہا پڑہتا ہین لیکن مین سب سے زیادہ بہتر اور اعلےٰ درجہ کی کتاب تمدن عرب مصنفہ ڈاکٹر موسیو لیبان سے مختصر واقعات معاشرت اور فتوحات خلفاء کے نقل کرتا ہون جو جتنی مختصر ہین اسیقدر جامع ہین اور وہ گویا تمام فتوحات اسلام کا خلاصہ ہین ۔ فاضل محقق نے کمال کیا ہی کہ وہ واقعات جو ضخیم جلدون مین بیان ہوسکین بہت اختصار کے ساتہ چند صفحون مین لکھدیے ہین اور یقیناً ایسی جامع اور مختصر تاریخ ہونی محال ہی۔ اس مین شیخین کی معاشرت کا بہی ذکر ہی ۔ اُس سچے عشق کا بہی بیان ہی جو شیخین کو حضور انور اور اسلام سے تہا اور غیر مذاہب سے اُنکی رواداری کا بہی مذکور ہی غرض اس عمدگی سے مختصر و جامع حالات لکھے گئے ہین کہ پڑہکے کئی صدی کی اسلامی شوکت اور عظمت کا نقشہ کہچ جاتا ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ جو کچھہ شیخین یا اور خلفائے اسلام نے کیا اُسکی نظیر اور قومون مین مشکل سے ملیگی۔ (ڈاکٹر صاحب موصوف کا بیان آئندہ صفحے سے شروع ہوتا ہی۔

فتوحات صحابہ

خلفائے راشدین جس ملکی خوش تدبیری کو کام میں لائے وہ مافوق اُن کی سپاہ گری اور اُس فن حرب کے تھی جسے اُنھون نے اس آسانی سے سیکھ لیا تھا۔ شروع ہی سے انہیں ایسی اقوام سے کام پڑا جن پر سالہا سال سے مختلف حکومتون نے نہایت بیرحمی سے ظلم کر رکھا تھا اور اِن مظلوم رعایا نے نہایت خوشی کے ساتھ اِن نئے ملک گیرون کو قبول کر لیا جنکی حکومت مین اُنہین بہت زیادہ آسایش تھی مفتوح اقوام کے ساتھ طریقہ عمل کیا ہونا چاہیے نہایت صاف اور صریح طور پر مقرر کر دیا گیا تھا اور خلفائے اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل مین اسلام کو ہرگز بزور شمشیر پھیلانے کی کوشش نہین کی بلکہ بعوض اسکے کہ وہ بجبر اپنے دین کی اشاعت کرتے جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہی وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذہب و رسوم و اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کیجائے گی اور اِس آزادی کے معاوضہ مین وہ اُن سے ایک بہت سا خراج لیتے تھے جو اُن مطالبات کے مقابل مین جو اِن اقوام کے پرانے حکام اُن سے وصول کیا کرتے تھے نہایت کم تھا۔

کسی ملک پر فوج کشی کرنے سے پہلے عرب ہمیشہ اُن کے پاس سفیرون کے ذریعہ سے صلح کی شرائط بھیجا کرتے اور یہ شرائط جنکا ذکر المکین نے کیا ہی علی العموم اُسی قسم کی ہوا کرتی تہین جو عمرو نے ۱۸ہجری مین باشندگان غزہ کے سامنے جو اُسوقت محصور تھا پیش کی تہین اور یہ شرائط مصریون اور ایرانیون دونون سے کی گئی تہین وہ شرائط ذیل مین لکھی جاتی ہین۔

"ہمارے حاکم نے ہمین حکم دیا ہی کہ اگر تم قانون اسلام نہ قبول کرو تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کرین"

پس تم بھی ہم میں ملجاؤ اور ہمارے بھائی بنجاؤ اور ہمارے منافع اور ہمارے منصوبون مین شریک ہوجاؤ۔ اس کے بعد ہم تم سے کوئی برائی نہ کرین گے۔ لیکن اگر تم یہ کرنا نہین چاہتے تو تم ہمین اپنی زندگی تک ایک سالانہ خراج بالالتزام دیا کرو اس کے بعد ہم تمہارے بدلے تمام اُن لوگون سے لڑینگے جو تمہین ستانا چاہین یا کسی طرح تمہارے دشمن ہون اور ہم اپنے معاہدہ پر مضبوط رہینگے۔ اگر تمہین یہ بھی منظور نہین ہو تو پھر ہم مین اور تم مین بجز تلوار کے کوئی چیز نہین رہتی اور ہم تم سے اُسوقت تک جنگ کرتے رہین گے جبتک اللہ تعالی کے حکم کو پورا نہ کرلین"

بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمر کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہو کہ ملک گیران اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیسا نرم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک اُس مدارات کے مقابل مین جو صلیبیون نے اسی شہر کے باشندون سے کئی صدی بعد کی نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہو حضرت عمر اس شہر مقدس مین بہت تھوڑے اشخاص کے ساتھ داخل ہوئے اور اُنہون نے سفرونیس بطریق سے درخواست کی کہ مقامات مقدسہ کی زیارت مین آپ کے ہمراہ چلے۔ اُسی وقت حضرت عمر نے منادی کی کہ مین ذمہ دار ہون باشندگان شہر کے مال اور اُن کی عبادت گاہون کی حرمت کی جائے گی اور مسلمان عیسائی گرجون مین نماز پڑھنے کے مجاز نہونگے۔

جو سلوک عمر نے مصریون کے ساتھ کیا وہ اِس سے کم نہ تھا۔ اُس نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ انہین پورے مذہب کی آزادی۔ پورا انصاف بلارو رعایت اور جائداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیئے جائینگے اور اُن ظالمانہ اور غیر محدود مطالبون کے عوض مین جو شاہنشاہان یونان اُن سے وصول کیا کرتے تھے صرف ایک سالانہ جزیہ

لیا جائے گا جس کی مقدار فی کس تقریباً دس روپیہ تھی۔ رعایائے صوبجات مین ان شرائط کو اس قدر غنیمت سمجھا کہ وہ فوراً عہد و پیمان مین شریک ہو گئے اور جزیہ کی رقم اُنہون نے پیشگی ادا کر دی عمال اسلام اپنے عہد پر اس درجہ مستحکم رہے اور اُنہون نے اُن رعایا کیساتھ جو ہر روز شاہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملون کے ہاتھون سے انواع اقسام کے مظالم سہا کرتی تھین اسطرح کا عمدہ برتاؤ کیا کہ سارے ملک نے بکشادہ پیشانی دین اسلام اور زبان عربی کو قبول کر لیا مین بار بار لکھون گا کہ یہ وہ نتیجہ ہے جو ہرگز بزور شمشیر نہین حاصل ہو سکتا اور عربون سے پہلے جن اقوام نے مصر پر حکومت کی وہ ہرگز کامیابی نہ حاصل کر سکین۔

عربون کی ملک گیری مین ایک خاص بات ہو جو اُن کے بعد کے ملک گیرون مین ہرگز نہین پائی جاتی۔ اور اقوام نے بھی مثل بربرون (جنہون نے روم کے ملک کو فتح کیا) یا ترکون وغیرہ کے ملک گیری کی ہو لیکن اُنہون نے کبھی کوئی تمدن نہین قایم کیا اور اُن کی ساری ہمت اسیطرف مصروف رہی ہو کہ جہانتک ممکن ہو اقوام مفتوحہ کے مال سے فائدہ اُٹھائین برخلاف اسکے عربون نے قلیل زمانہ مین ایک جدید تمدن کی عمارت کھڑی کر دی اور اُنہون نے ایک گروہ اقوام کو اس جدید تمدن کے ساتھ اپنے مذہب اور اپنی زبان اختیار کرنے پر آمادہ کر دیا۔ عربون کی صحبت کے ساتھ ہی مصر اور ہندوستان کی سی قدیم اقوام نے اُن کا دین اُن کا لباس اُن کی طرز معیشت بلکہ اُن کا طریقہ تعمیر تک اختیار کر لیا۔ عربون کے بعد بہت اقوام نے اُنہین خطون پر حکومت کی ہو لیکن پیغمبر اسلام کی تعلیم کا اثر اسوقت تک اُن ملکون مین باقی ہو۔ کل ممالک افریقیہ و ایشیا مین مراکش سے لیکر ہندوستان تک جہان کہین عرب پہنچے ہین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکا اثر ان ملکون مین ہمیشہ کے لئے قایم ہو گیا ہو۔ بہت سے نئے ملک گیرون نے اِن ممالک کو عربونکے بعد فتح کیا ہو لیکن وہ ان سے

عربون کے مذہب اور عربون کی زبان کو ہرگز ہرگز نہ مٹا سکے اسلام کی کل مفتوحہ اقوام مین اُندلس ہی کے باشندے ایسے ہین جنہون نے اپنے کو تمدن عرب کی پابندی سے آزاد کر لیا لیکن ہمین آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ آزادی اُنہون نے اپنے ملک کے شدید اور لا علاج انحطاط کے مول خرید کی۔

خلفائے راشدین

جس وقت حضرت رسالتمآب نے ۶۳۲ء مین رحلت فرمائی آپکی رسالت پوری نہین ہونے پائی تہی اور انواع و اقسام کے خطرے موجود تھے جن سے خوف ہوتا تہا کہ یہ رسالت ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے وہ ملکی اتحاد جس کی بنا آنحضرت نے عربستان مین ڈالی تہی محض اتحاد دینی کے سبب سے تہا اور ممکن تہا کہ یہ اتحاد دینی آنحضرت کی وفات کے ساتھ ختم ہو جائے۔ عربون نے البتہ ایک ایسے رسول کی اطاعت کو جو من جانب اللہ اُن کی ہدایت کے لئے آیا تہا قبول کر لیا لیکن اُس رسول کے بعد کچھ ضرور نہ تہا کہ خواہ مخواہ اُس کا کوئی جانشین ہو۔ بہتیرے قبایل عرب جنہون نے اپنی فطرتی آزادی اور محکومیت کی جبلی نفرت کو ایک فرستادہ خدا پیغمبر کی خاطر سے چھوڑ دیا تہا اس پر راضی نہ تھے کہ اُس پیغمبر کے خلفا کی بھی جنکا ذکر خود پیغمبر نے کبھی نہین کیا تہا اور جنہین اُس پیغمبر کی تعلیم کو جاری رکھنے کا کوئی حق نہ تہا اطاعت کرین۔

اور بہی اسباب اس قسم کے تھے جن سے اسلام کے وبجانے کا بڑا خوف تہا حضرت رسالت مآب کی کامیابی کو دیکھکر بہتیرے مسلوب الحواس اشخاص ایسے پیدا ہوگئے جنہون نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ان مین سے ایک شخص نے تقریبًا نصف یمن کو مرتد بھی کر لیا اور اگر بعض سچے اور وفادار مسلمانون نے اُسے بطور خفیہ قتل نہ کر ڈالا ہوتا تو یمن کا بڑا خطہ دائرہ اسلام سے باہر ہو جاتا۔ اسی قسم کے ایک اور شخص نے قرآن مین کچھ صورتین بڑھانے کا ارادہ کیا تھا

اور اس نے اسقدر کامیابی حاصل کی کہ خلفائے اولین کو چند روز تک اسکا مقابلہ کرنا پڑا۔

غرض یہ ہی کہ اس نے نئے دین کو بہتیرے موانع وپیش تھے اور بیشک وہ اصحاب نبی کی خوش تدبیری ہی تھی جس نے انہیں ان موقعہ پر کامیاب کیا۔ انہون نے خلافت کے لئے ایسے ہی اشخاص کو انتخاب کیا جن کی ساری غرض اشاعت دین محمدی تھی اور حقیقت مین پیروان اسلام کسی خلیفہ کی اطاعت نہین کرتے تھے۔ بلکہ اس قانون کی اطاعت کرتے تھے جو اُن کے لئے آسمان سے اُترا تہا اور جس مین کسی قسم کا شک وشبہ نہ تہا۔

خلفائے راشدین یعنی حضرت ابو بکر (سنہ ۶۳۲ء سے سنہ ۶۳۴ء تک) حضرت عمر (سنہ ۶۳۴ء سے سنہ ۶۴۴ء تک) حضرت عثمان (سنہ ۶۴۴ء سے سنہ ۶۵۵ء تک) اور حضرت علی (سنہ ۶۵۵ء سے سنہ ۶۶۱ء تک) یہ سب حضرت رسالتمآب کے صحابہ تھے اور ان مین پیغمبر خدا کی سخت زندگی اور سادہ عادتین موجود تہین اور کسی قسم کی شان حکومت اُن مین نہ تہی حضرت ابوبکر نے اپنی وفات کے وقت کل تین چیزین چھوڑین۔ ایک جوڑا کپڑے کا جو آپ پہنتے تھے۔ ایک اونٹ جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور ایک غلام جو آپکی خدمت کرتا تہا۔ حین حیات بیت المال سے کل پانچ درہم روزانہ اپنے اوقات کے لئے لیا کرتے۔ حضرت عمر بعوض اسکے کہ افواج اسلام کی بے بہا غنیمتون مین حصہ لین محض ایک عبا کے مالک تھے۔ جس مین متعدد پیوند تھے اور آپ راتون کو مساجد کی سیڑھیون پر غربا کیساتھ سو رہا کرتے تھے۔

عربون نے نہایت بتدریج سلطنت جمہوری سے سلطنت شخصی تک ترقی کی خلفائے راشدین کے زمانہ تک ہر شخص برابر سمجھا جاتا تہا اور ایک ہی قانون سب کے لئے تہا۔

حضرت علی خلیفہ چہارم خود بہ نفس نفیس ایک عدالت کے سامنے مدعی بنکر آئے اور ایک ایسے شخص پر دعوی کیا جس نے آپ کی زرہ چرائی تھی۔ جس وقت غسان کا نصرانی بادشاہ جو مسلمان ہو گیا تھا حضرت عمر سے ملنے کیلئے آیا تو حسب اتفاق ایک عرب نے نادانستہ اُسے دھکا دیا۔ اس بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا۔ عرب کی نالش پر حضرت عمر نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بھی بادشاہ کو مار لے۔ اس پر بادشاہ نے کہا "اے امیرالمومنین یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عامی شخص بادشاہ کو ہاتھ لگائے" خلیفہ نے جواب دیا کہ "اسلام کا قانون یہی ہے اسلام مین نہ درجہ کی عزت ہی اور نہ ذات کی۔ ہمارے پیغمبر کی نظرون مین سب مسلمان برابر تھے اور آنکے خلفا کی نظرون مین بھی یہی مساوات قایم رہے گی"

اس قسم کا مساوی انصاف زیادہ دنون نہین رہا اور خلفائے اسلام بھی بالآخر مثل خود مختار سلاطین کے ہو گئے۔ لیکن آجتک اس امر پر اصرار کیا جاتا ہی کہ از روئے قرآن مجید کل مسلمان آپسمین برابر ہین۔

اول خلیفہ اسلام حضرت ابو بکر تھے۔ جناب رسالتمآب نے اُنہین ایک مرتبہ اپنے بدلے نماز پڑھانے کا حکم دیا اور یہی وجہ اُن کے انتخاب کی ہوئی۔ اس انتخاب سے کسیقدر باہمی نااتفاقی پیدا ہوئی اور اس قسم کی نااتفاقیان ہر ایک خلیفہ کے انتخاب کے وقت وقوع مین آئی گئین۔ مورخین اسلام کا بیان ہی کہ جسوقت سب صحابہ بیعت کر چکے۔ تو حضرت ابوبکر نے اُن سے کہا "اے بھائیو مجھے تم پر حکومت کرنے کی خدمت سپرد ہوئی ہی اگر مین اچھا کام کرون میری اعانت کرو اور اگر مین غلطی کرون تو مجھے روکو جس شخص کے ہاتھ مین حکومت ہو اُس سے سچی بات کا کہنا عبادت ہی اور اُس سے سچ کا چھپانا معصیت میرے سامنے [illegible] کے ساتھ بلا رو رعایت انصاف

کرون - اگر مین کسی وقت بہی اپنے کو حکم خدا و رسول سے منحرف کرون تو اسی وقت تم لوگ میری اطاعت سے بری الذمہ ہوجاؤ گے "

حضرت ابوبکر کو سب سے پہلے اُن لوگون سے مقابلہ کرنا پڑا جو خلافت کے دعویدار تھے اور پہر اُن اشخاص سے جو جزیہ سے بچنا چاہتے تھے - بہت ہی تھوڑے دنون مین حضرت ابوبکر کو معلوم ہوگیا کہ سب سے عمدہ طریقہ ان نااتفاقیون کے بند کرنیکا یہ ہے کہ عربون کو ملک سے باہر اپنی جبلی جنگ و جدال کی عادت کو کام مین لانے کا موقع دیا جائے اور یہی مش تدبیر اُن کے بعد کے خلفانے بہی برتی اور جبتک یہ تدبیر جاری رہی اسلام برابر ترقی کرتا رہا جس روز عربون کیلیے دنیا مین کوئی ملک فتح کرنے کو باقی نہ رہا اسی روز انہون نے آپسمین خانہ جنگی شروع کردی -

یہی خانہ جنگیان اُن کی نااتفاقیون کی باعث ہوئین اور پہر آپس کی نااتفاقیون نے اُنکے تنزل کی بنا ڈالی - فی الواقع عربون کی قوت قبل اسکے کہ اُس پر دشمنونکا اثر پڑے خود اُن کے اپنے ہاتہون سے ضایع و برباد ہوگئی تہی -

خلیفۂ دوم حضرت عمر ہی زمانہ تہا جسمین اسلام کی بڑی ملک گیریان شروع ہوئین - حضرت ابوبکر کے وقت مین کئی فتوحات شام مین ہوچکی تہین لیکن ہم اوپر بیان کرچکے ہین کہ ان ابتدائی لڑائیون مین مسلمانونکی شجاعت بہت زیادہ تہی مگر فن حرب کی واقفیت بہت کم - اور اسیوجہ سے جبتک اُنہون نے مثل اپنے مخالفین کے فن حرب مین تعلیم نہین پائی تہی وہ کبہی کامیاب ہوتے اور کبہی شکست کہاتے - حضرت عمر جسقدر عمدہ منتظم تھے اُسیقدر عمدہ سپاہ سالار بہی تھے اور ان کا انصاف تو ضرب المثل ہو -

مورخین اسلام لکہتے ہین کہ جسوقت حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو آپنے یہ تقریر کی " اے سامعین غور سے

سنو میری نظروں میں تم میں سے ضعیف سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے بشرطیکہ وہ حق پر ہو اور تم میں سے قوی سے قوی شخص ضعف الناس ہو بشرطیکہ وہ ناحق پر ہو۔

فی الحقیقت مسلمانوں کی سلطنت کی ابتدا حضرت عمرؓ سے ہوئی اور جب وقت عربوں کے ظلم سے شاہنشاہ ہرقل[1] شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ میں جا چھپا تو اُسے معلوم ہو گیا کہ اب دنیا کی حکومت دوسروں کے ہاتھ میں چلی گئی۔

فتوحات عرب کی مختصر تاریخ اب ہم ایک مختصر سی تاریخ بقید سنین ان جنگی واقعات کی لکھتے ہیں جو اسلام کے تمدن کے زمانہ میں جس کا قیام آٹھ صدی تک رہا پیش آئے۔

سنہ ہجری کی پہلی صدی۔ خلفائے اسلام کی ابتدائی فتوحات قدیم بابل کے خطہ میں جہاں ایران کی حکومت تھی اور شام میں جہاں شاہنشاہ مشرق کی عملداری تھی ہوئیں۔ یہ فتوحات حضرت ابوبکرؓ کے وقت میں شروع ہوئیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کے وقت میں جاری رہیں۔ چنانچہ خود حضرت عمرؓ بیت المقدس کی فتح کے بعد وہاں آئے شام کا ملک جس میں رومیوں کی سلطنت سات سو برس سے چلی آتی تھی سات برس کے اندر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

حضرت عمرؓ کی افواج نے بہت جلد عراق عرب اور ایران کو بھی فتح کر لیا۔ اخیر بادشاہ ساسانی کو تخت سے اُتار دیئے اور اُسکے ملک پر جو اتنے زمانہ دراز سے شاہان شاہ کی ملک چلا آتا تھا۔ قبضہ کر لینے کیلئے دو مہینے کافی ہوئے۔

مغرب میں بھی افواج اسلام نے عمرؓ کی سپاہ سالاری میں (جو علاوہ سپاہ ہونیکے شاعر بھی تھا) بڑی کامیابی حاصل کی مصر اور نوبیہ دونوں فتح ہوئے اور ۱۹ھ میں جبکہ

[1] ہرقل کی حکومت مشرقی کا شاہنشاہ تھا اور ۶۱۰ء میں تخت پر بیٹھا پیدائش ۵۷۵ء وفات ۶۴۱ء (مترجم)

حضرت عمر نے وفات پائی ملک اسلام جس کی بنیاد کو بیس سال سے زیادہ نگزرے تھے بہت ہی وسیع ہو چکا تھا۔

حضرت عثمان جو حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے اسی سال سے زیادہ عمر تھے انہوں نے فتوحات کے سلسلہ کو جاری رکھا اور انکے سپاہ سالار ایران کا پورا ملک فتح کر کے قفقاز تک فوج لیگئے اور پھر ہندوستان تک جا پہنچے۔

حضرت عثمان کے بعد حضرت علی جناب پیغمبر خدا کے داماد خلیفہ ہوئے (۶۵۵ء) اور انکے وقت مین وہ باہمی نااتفاقیان اور مقابلے شروع ہوئے جنکی وجہ سے کسی زمانہ مین اسلام کی حکومت معرض خطر مین آگئی تھی۔ پانچ برس کی خلافت کے بعد حضرت علی ایک شخص کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور انہین پر ان خلفاے راشدین کا خاتمہ ہوا جو آنحضرت کے صحابہ تھے۔

حضرت علی کے بعد میر معاویہ کی خلافت شروع ہوئی (۶۶۱ء) اور خاندان خلفاے امیہ کی بنیاد پڑی۔ ان خلفا نے اپنا دارالسلطنت دمشق مین قرار دیا اور سلاطین مشرقی کی شان و شوکت کی تقلید شروع کر دی۔

معاویہ نے اپنی فوج افریقیہ کے شمالی حصہ مین بھیجی اور سمندر تک فتح کرنیکے بعد اسے ایک علیحدہ ولایت قرار دیا۔ اسی زمانہ سے بارہ سو جہازون نے بحر متوسط کا دورہ کر کے کل جزائر کو فتح کرنے کے بعد جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کیا۔ قسطنطنیہ کا محاصرہ سات برس تک ہوا لیکن بیفائدہ۔ فوج اسلام دریاے جیحون کے پار ہو گئی اور خلیفہ کے سپاہ سالارون نے اسلام کا جھنڈا سمرقند تک پہنچایا

معاویہ نے بیس سال کی حکومت کے بعد ۶۸۰ء مین وفات پائی لیکن اسکے خاندان

مین ابھی خلافت سو برس تک رہنے والی تھی۔ خلفاے امیہ نے ملک گیری کا سلسلہ جاری رکھا اور ایشیا مین سرحد چین تک اور یورپ مین اٹلانٹک تک جا پہنچے ۷۱۲ء مین عرب بنائے جبل طارق کے پار ہو کر اندلس پہنچے اور اس عیسوی گا تھو نکے ہاتھ سے نکالکر ایک عظیم الشان ملک بنا دیا جہان انکی حکومت آٹھ صدی تک قایم رہی۔

پہلی صدی ہجری کے آخر مین اسلام کا جھنڈا ہندوستان سے لیکر بحر اٹلانٹک تک اور قفقاز سے خلیج فارس تک اُڑ رہا تھا اور منجملہ عیسوی ممالک یورپ کے ایک بہت بڑا ملک اندلس کا اسلام کی حکومت مین آچکا تھا۔

سنہ ہجری کی دوسری صدی ہجرت کی دوسری صدی مین عربون کی ملک گیری کسیقدر ترقی پر رہی لیکن زیادہ تر انہون نے اپنے وقت کو اس عظیم الشان حکومت کے انتظام مین صرف کیا۔ فوج اسلام فرانس کے ملک مین دریاے لوار تک پہنچی لیکن چارلس مارٹل سے شکست کھاکر جنوبی فرانس مین نہ ٹھیر سکی۔ تاہم عربون کا کامل اخراج اس ملک سے شارلیمین کے وقت مین ہوا۔

اسی صدی مین دار السلطنت اسلام دمشق سے اٹھکر بغداد مین آگیا جسے المنصور نے ۷۶۲ء مین بنا لیا تھا اور خلافت بنی امیہ کی جگہ پر خلافت عباسیہ قایم ہو گئی در ۷۵۲ء یہ خلفا حضرت عباس عم جناب رسالتمآب کی اولاد مین تھے۔ خاندان امیہ کا ہر فرد بشر بجز ایک لڑکے کے جو اتفاقاً بچ گیا اور جس نے ۷۵۶ء مین اندلس مین ایک خود مختار خلافت قایم کی قتل کر دیا گیا تھا۔

دوسری صدی کے ابتدا ہی مین حکومت اسلام نے وہ وسعت حاصل کر لی جس سے وہ آگے نہ بڑھ سکتی تھی۔ یہ حکومت اسوقت

پیرنیز[1] و جبل الطارق سے ہندوستان تک اور سواحل بحر متوسط افریقیہ کے
ریگستان تک پہنچ گئی تھی -

ایشیا کا ہی بہت بڑا حصہ عربستان کوہستانی سے ترکستان اور کشمیر سے ٹارس تک
خلفائے اسلام کے زیر فرمان تھا - ایران فتح ہو چکا تھا - بادشاہ کابل اور دریائے سندھ کی
گھاٹی کے کل رئیس اسلام کے خراج گزار تھے - یورپ مین اندلس کا ملک اور جزائر بحر متوسط
افریقیہ مین مصر اور کل شمالی حصہ قانون اسلام کا پابند تھا -

ملک گیری کا زمانہ اب ختم ہو چکا اور نظام کا زمانہ شروع ہوا - ملک گیران اسلام کی
ساری توجہ تمدنی ترقی کیطرف مصروف ہو گئی اور پہلے خلفائے عباسیہ کا وہ زمانہ ہے جسمین عربون نے
بڑی ترقی کی - اُنھون نے یونان کے علم کو اخذ کیا اور ایک بڑے تمدن کی بنیاد ڈالی جسمین ادب
و علوم و فنون نہایت زور سے جلوہ نما تھے - ہارون رشید کے وقت مین (سنہ ۷۸۶ء سے
سنہ ۸۰۹ء تک) علوم و فنون و حرفت و تجارت سب نے نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کی -
شعراء علماء اور قسم قسم کے اہل کمال اس خلیفہ کے نام کو جسکی شوکت و عظمت کا نمونہ کتاب
الف لیلہ ہے تمام اقطار عالم مین پہنچایا کرتے - خود شاہنشاہ قسطنطنیہ اُسے خراج دیتا تھا اور
شارلمین شاہنشاہ فرانس نے اُسکے پاس سفارت بھیجی تھی - یہی ترقی اور سرسبزی ہارون رشید
کے جانشین المامون کیوقت تک قایم رہی -

لیکن جن وسائل کے ذریعہ سے اِس عظیم الشان حکومت کی مختلف اقوام ایک ہی سردار
کے ماتحت تھین اور وہ وسایل ایسے مضبوط نہ تھے کہ زیادہ دنون ٹھیر سکتے اور ہم دیکھینگے
کہ حکومت اسلام کے آگے چلکر بہت سے ٹکڑے ہو گئے جنمین سے ہر ایک خود مختار ہو گیا اور ان ٹکڑون

[1] یہ دو پہاڑون کا سلسلہ ہے جو فرانس اور اندلس کے بیچ مین واقع ہوا ہے - مترجم

مین بھی اسلامی تمدن کا جلوہ ایک زمانہ دراز تک قایم رہا۔

وہ اسباب جو اِس علیحدگی کے باعث ہوئے دوسری صدی کے اوخر ہی مین ظاہر ہوچکے تھے لیکن اِن ٹکڑون کا علیحدہ ہونا تیسری صدی ہجری مین شروع ہوا۔

سنہ ہجری کی تیسری صدی۔ حکومت اسلام کے اجزا کا جدا ہونا دو طرف سے شروع ہوا یعنی پہلی قطعہ مین ایک علیحدہ خلافت قایم ہوئی اور دوسری طرف ایران اور ہندوستان مین از خود بغداد کے مشرق مین بہت سی چھوٹی چھوٹی حکومتین پیدا ہوگئین تھوڑے ہی دنون مین دار السلطنت اسلام کے اردگرد خودمختار بادشاہ جمع ہوگئے۔

طولون مصری نے اپنی آزادی کو خرید لیا اور ایک خاندان سلطنت کی بنا ڈالی افریقیہ کا ملک بالکل مطلق العنان ہوگیا۔ اندلس مین خلفائے خودمختار کی حکومت پوری طرح سے ہوگئی۔

سنہ ہجری کی چوتھی صدی۔ مملکت اسلام کے اجزا کی علیحدگی جو مقامی خودمختار حکومتون کے قایم ہونے سے شروع ہوئی تھی اور اِس صدی مین بھی جاری رہی دار السلطنت اسلام بغداد سے اٹھکر قاہرہ پہنچا۔ اگرچہ اِس قدیم حکومت گاہ مین بہت کچھ رونق تھی لیکن عرب کے تمدن کا اصلی مسکن اسوقت اندلس مین تھا۔ طلیطلہ۔ غرناطہ۔ قرطبہ کے مشہور دار العلومون مین تمام دنیا کے طالب العلم جمع ہوئے تھے جن مین خود عیسائی یورپ کے طلاب بھی شریک تھے۔

سنہ ہجری کی پانچوین صدی۔ اِس صدی مین دو بہت بڑے واقعات پیش آئے۔ یعنی پہلی جنگ صلیبی اور سلجوقی ترکون کا سلطنت اسلام مین دخیل ہونا اِن کی سرگذشت یہ ہے کہ پہلے لڑائی مین قید ہوکر ترکستان سے آئے۔ اُسکے بعد بغداد مین خلیفہ کے دروازہ پر اُن کا

خاص پہرہ مقرر ہوا۔ اُنہون نے بتدریج قوت پکڑی اور قبضہ کیا اور اسکے بعد قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور تمام شام کا ملک فتح کر لیا اُنہون نے عربون کا انصاف اور رواداری کی جگہ اپنی متعصبانہ حکومت قایم کی اور مذہب عیسوی کی بالکل ممانعت کردی اور زایرین بیت المقدس پر انواع و اقسام کے ظلم کیے۔

یورپ جو ایک مدت سے مسلمانون کی ملک گیری کو ہیبت کی نظر سے دیکھ رہا تھا اب حرکت مین آیا۔ کچھ تو پیٹر ہرمٹ[1] کے وعظ نے اور کچھ پوپ اربن[2] دوم کی عام دعوت نے پہلی جنگ صلیبی کی بنا ڈالی (۱۰۹۶ء) نصرانیون کے غول کے غول فلسطین پر چڑھ دوڑے اور اُسے فتح کر لیا۔ یہانتک کہ گاڈفری بوئیان[3] نے بیت المقدس مین ایک چندروزہ حکومت بھی قایم کرلی۔

اسی صدی مین اسلامی خاندان سلطنت جزیرۂ صقلیہ سے خارج کیا گیا اور عیسائیون نے اندلس مین بھی کسی قدر کامیابی حاصل کی الفانس قسطیلوی کا طلیطلہ کو لے لینا اُن فتوحات کی ابتدا ہے جنکا ظہور چار صدی بعد ہوا۔

سنہ ہجری کی چھٹی صدی نصرانیون نے جو کامیابی مشرق مین حاصل کی تھی اُس نے اُنکی جرأت بڑھادی اور ۱۱۴۷ء مین ایک دوسری جنگ صلیبی کی ابتدا ہوئی لیکن یہ جنگ اور اسکے مابعد کے کل اور حملے جو بیت المقدس کو مسلمانون سے چھین لینے کے

---

[1] پیٹر ہرمٹ ایک فرانسیسی راہب تھا۔ اس نے ۱۰۹۵ء مین پہلی جنگ صلیبی کی ترغیب دی اور صلیبیون کے ساتھ فلسطین گیا ۱۲ مترجم

[2] پوپ اربن دوم ۱۰۸۸ء مین پوپ ہوا۔ سال وفات ۱۰۹۹ء۔ مترجم ۱۲

[3] گاڈفری بوئیان فرانسیسی ڈیوک تھا۔ اس نے ۱۰۹۹ء مین بیت المقدس کو فتح کیا اور بادشاہ بنایا گیا۔ سال پیدایش تقریباً ۱۰۶۰ء۔ سال وفات ۱۱۰۰ء [illegible]

لیئے ہوئے ناکام رہے۔ صلاح الدین مصر کے مشہور بادشاہ نے فلسطین کو فتح کرلیا اور نصاریٰ کو بالکل خارج کردیا۔ اگرچہ اس کے بعد ہی (۱۱۸۹ء) تیسری جنگ صلیبی ہوئی جسمیں بادشاہ فریڈرک باربروسا اور فلپ آگسٹس اور رچرڈ شیر دل کے سے بڑے بڑے بادشاہ شریک تھے لیکن پھر بھی یہ ملک صلاح الدین ہی کے ہاتھ میں رہا۔

سنہ ہجری کی ساتویں صدی۔ اِس صدی میں اور بھی کئی صلیبی جنگیں اسلام کے خلاف ہوئیں لیکن اِن سب میں یورپ کو ناکامی ہوئی چوتھی جنگ میں جو ۱۲۰۲ء میں ہوئی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے عوض میں صلیبیوں نے عیسوی دار السلطنت قسطنطنیہ کو لوٹا اور وہاں ایک نئی شرقی حکومت قایم کی جس کی وہی حالت ہوئی جو حکومت بیت المقدس کی اِس کے قبل ہوچکی تھی۔ اسکے بعد کی چار صلیبی جنگیں بھی بالکل ناکام رہیں۔ ساتویں جنگ میں سنٹ لوئی مقید ہوگیا اور ایک خطیر جرمانہ دینے کے بعد رہا کیا گیا۔ آٹھویں جنگ میں وہ بیچارہ تونس کی دیواروں کے نیچے طاعون سے مرگیا اگرچہ اُسے برابر یہی وہم تھا کہ اُس نے تونس کے حاکم کو عیسائی بنالیا ہے۔

یہ اخیر جنگ صلیبی تھی۔ یورپ پر ظاہر ہوگیا کہ ابھی اس میں اسقدر قوت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرے اور اِسکے بعد فلسطین کو فتح کرنے کی کوئی اور کوشش نہیں ہوئی۔

---

۵۱ صلاح الدین۔ سلطان مصر و شام۔ اِسکا خاندان کرد تھا اور یہ اپنے چچا نور الدین کے ساتھ مصر آیا۔ نور الدین مصر کا وزیر اعظم ہوگیا اور ساری حکومت اُس کے ہاتھ آگئی۔ ۱۱۷۴ء عیسوی میں اُس کے مرنے کے بعد صلاح الدین مصر کا پادشاہ ہوا اور اِس نے شام کو بھی فتح کرلیا۔ ۱۱۸۷ء عیسوی میں اِس نے فلسطین پر چڑھائی کی اور طبریہ کے مقام پر صلیبیوں کو شکست دی۔ سال ولادت ۱۱۳۷ء سال وفات ۱۱۹۳ء۔ مترجم ۱۲

۵۲ یہ تینوں جرمنی اور فرانس اور انگلستان کے ہمعصر پادشاہ تھے۔

۵۳ سنٹ لوئی۔ لوئی نہم فرانس کا پادشاہ۔ اِسکی سلطنت کا زمانہ ۱۲۲۶ء سے ۱۲۷۰ء تک تھا۔ مترجم

اسلام کا جھنڈا برابر ان مقامات مقدسہ پر اُڑتا رہا اور اسوقت تک اُڑ رہا ہے۔

جس زمانہ میں کہ عرب اپنے مغربی دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور جس مقابلہ میں وہ پوری طرح کامیاب نکلے ایک نیا دشمن مشرق کی طرف پیدا ہو رہا تھا چنگیز خاں کے مغل تاتار کے صحراؤں سے نکلکر ایشیا کے ملکوں پر حملہ کر رہے تھے۔ اُنہوں نے چین و ایران و ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد ۱۲۵۸ء میں بغداد کو فتح کیا اور اُس خاندان عباسیہ کو جسکی حکومت پانسو برس سے چلی آتی تھی تمام کر دیا۔

اگرچہ یہ مغل بھی ترکوں سے کم وحشی نہ تھے لیکن اِن میں ایک درجہ تک تمدن کے اختیار کرنے کی صلاحیت تھی۔ عربوں کی طرح اُنہوں نے خود تو کوئی تمدن قایم نہیں کیا لیکن انہوں نے عربوں کے تمدن کو اختیار کر لیا۔ عربی بادشاہوں کی حکومت مشرق زمین سے اُٹھ گئی لیکن اُن کا تمدن اِن ممالک پر حکومت کرتا رہا۔ مشرق سے نکالے جانے کے بعد عربوں نے اپنی ساری قوت کو مصر اور اُندلس میں مجتمع کیا۔

سنہ ہجری کی آٹھویں صدی۔ آٹھویں صدی کی تاریخ ترکوں اور مغلوں کی باہمی لڑائیوں سے بھری ہوئی ہے۔ ان میں سے ہر ایک عربوں کی حکومت مشرقی کا دعوے دار تھا خود عربوں کے لئے انحطاط کا زمانہ شروع ہو چکا تھا۔

سنہ ہجری کی نویں صدی۔ اِس میں عربوں کی حکومت اور اُنکے تمدن کا پورا اخراج اُندلس سے ہو گیا جہاں اُس نے تقریباً آٹھ سو برس قیام کیا تھا۔ ۱۴۹۲ء عیسوی میں فرڈیانند اُنکے اخیر دار السلطنت غرناطہ پر قابض ہو گیا اور اُسکے بعد قتل عام اور اخراج عام کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو اُسکے جانشینوں کے وقت تک جاری رہا تیس لاکھ عرب یا تو جان سے مارے گئے یا اخراج کر دئے گئے اور وہ ساری اسلامی ترقی جسکا پرتو آٹھ سو برس سے یورپ پر جلوہ فگن

تھا ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

سنہ ہجری کی دسویں صدی۔ اِس صدی میں عربوں کی دنیاوی حکومت کا پورا خاتمہ ہو گیا اور محض اُنکا دین اور اُنکا تمدن اور اُنکی زبان رہ گئی جو اسوقت تک مشرق میں بہت کچھ رائج ہے اُن وحشیوں کی طرح سے جنہوں نے رومیوں کو شکست دی تھی عربونکو شکست دینے والی اقوام نے بھی یہ کوشش کی کہ اُنکے کام کو جاری رکھیں اور قسطنطنیہ کے جھنڈے پر بڑی صلیب کی جگہ اسلام کا چاند اور ستارہ قایم ہو گیا اور اُس نے تمام عیسائی یورپ کو تہلکہ میں ڈالدیا۔

لیکن وہ ترک جنہوں نے عربوں کا ملک فتح کیا سپاہی تو اچھے تھے مگر ان میں مطلق وہ اوصاف نہ تھے جو ایک قوم کو ترقی کی حالت میں پہنچاتے ہیں۔ عربوں کے تمدن کو ترقی دینا تو علیحدہ ان سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ جو کچھ اُنکو عربوں سے ملا تھا اُسے علی حالہ قایم رکھتے عربی مثل ہے کہ جس زمین پر سے ترک گزر جائے وہاں کوئی درخت نہیں اُگتا اور فی الواقع یہ سچ ہے ہمیں اس کتاب کے ایک دوسرے باب میں معلوم ہو گا کہ ان نئے ملک گیروں کے ہاتھ سے عرب کی قدیم حکومت کی کیسی مٹی خراب ہوئی۔ (میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا)

فیصلہ

دنیا کی جتنی متمدن اقوام گزری ہیں اِن میں صدہا قسم کے بادشاہ اور وزیر ہوئے لیکن کبھی نہیں سنا گیا کہ صدہا سال گزرنے پر بھی اُنکے ماننے والوں میں عداوت رہی اور وہ ایک دوسرے کو بری نظروں سے دیکھتے رہیں۔ مذہبی لڑائیاں عیسائیوں میں بھی ہوئیں اور آپسمیں اس بیرحمی کا برتاؤ کیا گیا کہ ابھی تک اُسکا بیان خوف سے پڑھا جاتا ہے کیتھلک اور پروٹسٹنٹ کی لڑائیاں اور باہمی دشمنی یہ سب ہوئی اور اب بھی ہو رہی ہے لیکن یہ عداوت جو سنّی اور شیعی گروہوں میں پیدا ہو گئی کسی متمدن قوم میں نہیں دیکھی گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ جن صحابہ کے لئے یہ کہا جاتا ہے وہ باہم متفق تھے

اگرچہ معاملات جہانداری یا استنباط مسائل میں اُن میں اختلاف ضرور تھا لیکن یہ اختلاف لازمہ قانون قدرت اور طبع انسانی کے موافق تھا اور ایسا اختلاف سبب ترقی انتظام اور سرسبزی ملک ہی مگر دلی عداوتیں جو ہمیشہ کم ظرف اور دنی النفس لوگوں کا خاصہ ہی نعوذ باللہ ان میں مطلق نہ تھیں اور وہ مثل سگے بھائیوں کے آپسمیں ملکے رہتے تھے۔

ان میں مسائل کی بابت گفتگو بھی ہوا کرتی تھی اور بحث کو طول بھی کھچ جاتا تھا گفتگو میں گرمی اور تیزی بھی آجاتی تھی مگر صفائی قلب کی یہ کیفیت تھی کہ اِدھر بحث ختم ہوئی اور پھر وہی بھائی چارہ اور محبت موجود ہی کسی قسم کی ملکی یا مسئلہ کی نسبت مخالفت اُن میں ہرگز عداوت پیدا نہ کر سکتی تھی اصل بات یہ ہی کہ صحابہ کسی متمدن اور شائستہ ملک کے رہنے والے نہ تھے نہ فرشتے اور پیغمبر تھے کہ کسی خطا اور فرد گزاشت کا اُن سے احتمال ہی نہوتا انہیں عرب کی وہی آتش خیز سرزمین موجود تھیں اور بات بات پر بھڑک اُٹھنا یہ اُنکی معمولی معاشرت میں داخل تھا اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت کا پرتو ان پر پڑ چکا تھا اور اسلام کی پوری برکتیں انہیں حاصل ہو چکی تھیں پھر بھی وہ انسان تھے اور جو انسانی لوازمات ہیں سب اُنکی ذات سے چسپاں تھے۔ یہ ممکن بلکہ یقینی ہی کہ معاملات جہانداری میں مثل اور شہنشاہان عالم کے اُنسے بھی اغلاط سرزد ہوئیں۔ بہت سی باتیں اس قسم کی کیں جو قابل اعتراض ہو سکتی ہیں مگر اس قسم کی غلطیوں سے کسی متنفس کی ذات مبرا نہیں ہے معاملات دنیا میں خود شافع محشر شہنشاہ دوجہاں نے غلطی کی اور اس غلطی کا بیان صحیح احادیث میں موجود ہی یہ کوئی بات نہیں ہے ہم اِسکے قایل ہیں کہ خواہ پیغمبر ہو یا اولیا ہو انسانی کمزوری اِس کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور جو کمزوری کہ انسان کی ذات میں قدرت کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے وہ کبھی نہیں جا سکتی اور نہ دنیا کی کوئی قوت اُسکو کھو سکتی ہے۔ حضور انور نے کھجور کے معاملہ میں صاف فرما دیا تھا کہ اگر معاملات دنیا میں کچھ رائے دوں تو اپنی مصلحت دیکھ لو ہاں دینی معاملہ میں میری

سنو اور اسپر عمل کرو۔

جو باتیں یا غلط کاریاں شیعی کتب میں شیخین یا اور صحابہ کی بیان کی گئی ہیں اگر فرض کریں کہ وہ سب کی سب صحیح ہیں تو بھی یہ دیکھنا باقی رہتا ہے کہ آیا کوئی صحابی بھی ایسا ہے جو ان سب سے بچا ہوا ہو اور اسکی ذات کے ساتھ ان میں سے کوئی بات چسپاں نہ ہو مسلمانوں کا کوئی گروہ اپنے پیشواؤں یا اُن لوگوں کو جن پر اُسکا اعتقاد ہے تواریخ یا مذہبی کتب سے معصوم نہیں ثابت کر سکتا۔ اپنے خیال میں ایک شخص کو تمام خدائی صفتوں سے متصف کر دینا اور دوسروں کو اُنکے واقعی اوصاف سے محروم کر دینا اور بات ہے لیکن تواریخی محک پر رکھنے کے بعد اُنکا حسن و قبح کھول لینا یہ دوسری بات ہے۔ بڑی بحث سنی شیعوں میں یہ ہے کہ حق خلافت حضرت علی کا بلکہ کل اہلبیت کا تھا اور حضرت علی کے ہوتے دوسرے شخص کو شایاں نہ تھا کہ وہ خلیفہ بنتا اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حق خلافت حضرت علی کا تھا تو بھی یہ بات باقی رہتی ہے کہ وہ کونسا حق تھا جس سے حضرت علی خلیفہ بنائے جاتے۔ قرآن مجید میں کسی صحابی کا نام نہیں ہے اور نہ کسی کی خلافت پر بحث کیگئی ہے کہ حضور انور کا جانشین فلاں شخص ہو۔ دین اسلام کی تکمیل کی خوشخبری خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیدی ہے جب یہ تکمیل حضور انور ہی کے زمانہ میں ہو چکی پھر دینی معاملہ میں کسی اور شخص کی ضرورت نہ تھی کہ وہ امام یا خلیفہ بنکے کوئی جدید بات پیدا کر سکتا۔ ہاں دنیاوی معاملات میں ضرور ہی ایک شخص کی حاجت تھی کہ وہ مسلمانوں کا امیر بنکے اُنکی حفاظت کرتا اور دین اسلام کی اشاعت اُسکے ذریعہ سے ہوتی۔ حضور انور نے اپنی زندگی میں اپنی جانشین کی بابت کوئی فیصلہ نہیں کیا اور فیصلہ نکرنے کی سوائے اسکے کوئی وجہ نہ تھی کہ آپکو دینی لحاظ سے اپنا جانشین بنانیکی ضرورت نہ تھی نبی کا جانشین غیر نبی نہیں ہو سکتا اور چونکہ نبوت حضور انور پر ختم ہو چکی تھی اسلئے آیندہ نبی کی ضرورت سے مخلوق خدا سبکدوش کر دیگئی تھی۔ دنیا کا قاعدہ ہے جب اپنا جانشین کوئی مقرر کرتا ہے

تو مثل اپنے دیکھ لیتا ہی اور اُسے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ میری طرح کل اختیارات سیاہ وسفید کے اسے حاصل ہونگے اور یہی شخص مثل میرے ہوگا حضور انور اپنی مثل کوئی اپنا جانشین نہ مقرر فرما سکتے تھے کیونکہ ایک تو نبوت آپ پر ختم ہو چکی تھی اور دوسرے آپ کا کوئی مثل نہ بن سکتا تھا مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان کا یہ قول نقل کیا ہی "وہم مثلے نیست باآں شہ مرا" بس بڑی وجہ جانشین نہ کرنے کی یہ ہوئی۔ کوئی صاف روایت ایسی نہیں ملتی نہ سُنّی نہ شیعی کتابوں میں کہ حضور انور نے باضابطہ اپنا جانشین کسی کو بنایا ہو۔ رہا یہ کہ حضرت علی کی نسبت یہ کہنا کہ میرا ولی اور وصی ہے یا حضرت صدیق اکبر کو اپنے بجائے امام بنا دینا یہ محض محبت اور بزرگانہ عنایتیں تھیں جانشینی کو اس سے کچھ بھی بحث نہیں ہو سکتی۔ جانشینی کے خاص قاعدے عرب میں جاری تھے جو بعد ازاں حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر کے خلیفہ بنانے میں برتے اگر آنحضرت کو بھی اپنا جانشین نامزد کرنا ہوتا تو ضرور آپ بھی باقاعدہ کسی کو نامزد فرماتے اور اُسکا اعلان عام مسلمانوں میں دیا جاتا لیکن حضور انور نے ایسا نہیں کیا رہا اخیر وقت دوات قلم اور چمڑے کا مانگنا اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ حضور کچھ دینی ہدایات لکھنا چاہتے تھے جیسے آپنے اپنی وفات سے پہلی زبان مبارک سے فرمائی تھیں مگر جب یہ آواز آئی خواہ وہ آواز حضرت عمر نے دی ہو یا کسی اور صحابی نے کہ کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہی تو آپ چپ ہو رہی اور پھر دوبارہ دوات قلم نہیں مانگی۔ اگر یہ کہیں کہ اسوقت وصل باری کی تیاری ہو رہی تھی اور چونکہ دنیا سے رخصت ہونیکا وقت قریب آگیا تھا اسلئے حضور نے زیادہ توجہ نہیں فرمائی یہ استدلال بالکل غلط ہی فرائض نبوت یا جانشینی کی تکمیل کرنے کے لئے ایسا نازک وقت نہیں ہوا کرتا اگر آپکو یہ منظور ہوتا تو اپنے زمانہ صحت میں اس کا انتظام فرما سکتے تھے مگر آپ کو یہ منظور نہ تھا نہ آپ اپنا جانشین کسیکو مقرر فرما سکتے تھے نہ آپ کا جانشین کوئی بن سکتا تھا کسی نبی کا جانشین غیر نبی نہیں ہو سکتا ہاں نیتے خلیفہ کا انتخاب

محض مسلمانوں پر چھوڑ دیا اور پھر بعد ازاں مسلمانوں نے جسے چاہا اپنا خلیفہ بنایا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ حضرت علی رضہ کو خلیفہ بننے کی آرزو تھی لیکن قوم نے حضرت صدیق اکبر کے آگے انہیں خلیفہ نہیں تسلیم کیا پھر آپ کی وفات ہوگئی اور آپکا فرض تھا کہ آپ اپنا جانشین تجویز کرتے کیونکہ آپ دنیاوی لحاظ سے خلیفہ تھے اور اپنا مثل دوسرے کو تجویز کر سکتے تھے اخیر حضرت عمر خلیفہ ہوئے اور پھر آپکو خلیفہ کا انتخاب ایسی حالت میں کرنا پڑا کہ آپکا پہلو چاک ہو چکا تھا اور خون جسم سے بہت نکل چکا تھا آپکے پاس انتخاب خلیفہ کا وقت نہیں رہا تھا اسلئے آپنے پانچ آدمیوں کو نامزد کیا جنہیں ایک حضرت علی اور دوسرے حضرت عثمان تھے لیکن قوم نے حضرت علی کا انتخاب نہیں کیا جب حضرت عثمان کی شہادت ہوگئی تو حضرت علی خلیفہ بنائے گئے گویا تین خلفا کے بعد آپکی باری آئی۔ اب یہ دیکھنے کی بات ہے اگر حق خلافت کوئی چیز بھی سمجھا جائے تو بھی آپکو خلافت ملگئی اور آپ ہمیشہ کیلئے خلافت سے محروم نہیں ہوئے۔ جو واقعات کہ دنیا کی اور سلطنتوں میں ہوئے وہی مسلمانوں میں ہوئے کوئی نئی بات نہیں ہوئی یہ شور و غوغا صرف اسلئے ہوا ہے کہ ان ملکی واقعات کو مذہبی جامہ پہنا دیا ہے رہا حق خلافت یہ ایک بے سروپا دعویٰ ہے حضور انور کی جانشینی کا حق کسیکو بھی حاصل نہیں تھا صرف بات کا بتنگڑ ا بنگیا ہے اصل اس جھگڑے کی کچھ بھی نہیں ہے ایسے معاملہ میں گفتگو کرنا جو خلاف حق ہو طرفین کی سخت غلطی ہے رہا مذہبی روایتوں کا طومار یہ ایک بیمعنی دفتر ہے جسکو تمدن عرب اور طبائع عرب سے تو کجا عقل انسانیت سے بھی کچھ نسبت نہیں ہے جب کسیکا حق مسلم ثابت نہیں ہوتا پھر اس کے لئے جد و جہد کرنا فضول امر ہے شیعی سنیوں کا جھگڑا محض حق خلافت پر ہے جب حضور انور کی جانشینی ہی جاتی رہی پھر حق خلافت اور غصب حق خلافت کوئی چیز نہیں رہا۔

مختصر یہ ہے کہ حضور انور کے خلفا نے خواہ حضرت ابوبکر ہوں یا حضرت عمر۔ حضرت عثمان ہوں یا حضرت علی جو کچھ کیا ایسا کیا کہ آج تک یورپ انکا مداح ہے انکی پاکبازی اور سچے شیدائی اسلام ہونیکی سبنے

شہادت دی ہے اور کل ہی محقق آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں کسی سلطان یا شہنشاہ
کے ماتحت شدائی وزیر نہیں ہوتے وہ سب بھائی چارہ کی زنجیر میں کسے ہوئے تھے اور
اُن میں سگے بھائیوں سے زیادہ محبت تھی۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنا عزیز وقت ایک کے طرفدار
اور ایک کی مخالفت میں گنوا رہے ہیں تو کوئی رنجش نہ تھی اور ہر ایک اُنمیں سے ایک دوسرے پر جان دیتا تھا
ہم کچھ مجھے لکھنا تھا لکھ چکا میرے خیال میں شیخین کے حالات اسیقدر کافی ہیں۔ ابتک جتنی
کتابیں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے حالات میں طبع ہوئی ہیں اُنمیں ایک ہی رخ دکھایا
گیا ہے یعنی سنیوں کی کتابوں سے بحث کی گئی ہے اور تمام سُنّی روایات لکھی گئی ہیں مگر مینے ایسا نہیں
کیا سب سے پہلے میں نے شیعی معتبر کتابوں سے موافق و مخالف حالات نقل کئے ہیں اور پھر سنیوں
کی کتابوں سے مضامین اخذ کئے ہیں تاکہ ناظر کتاب کو طرفین کی تحقیق اور خیالات کا پورا علم
ہوجائے اور ایک آزاد خیال شخص جانچ سکے کہ یہ روائتیں کیا پایہ رکھتی ہیں۔ اور کہاں تک
واجب التسلیم ہیں۔

میں نے خلافت شیخین کوئی مذہبی کتاب نہیں لکھی میری غرض اس کتاب لکھنے سے کوئی
مذہبی جھگڑا کھڑا کرنے کی نہیں ہے بلکہ میرا دلی مدعا یہ ہے کہ ہمارے شیعی بھائی اپنی معتبر کتب کی روائتوں
کو بغور پڑھ کے غالباً اختلاف روایات کی وجہ خود سمجھیں گے اور اُن روایتوں کو غور سے پڑھیں گے
جو شیخین کی تعریف میں درج ہیں ممکن ہے کہ اُنکے دل میں نرمی پیدا ہو اور وہ آیندہ شیخین کی نسبت
بُرے خیالات رکھنے سے احتراز کریں۔ جدید تعلیم یافتہ شیعی نوجوانوں سے بہت بڑی امید
ہے کہ وہ انصاف سے دیکھ کے کچھ فائدہ اس کتاب سے حاصل کرینگے اور آیندہ سُنّی اور
شیعہ مثل بھائیوں کے گلے مل جائیں گے خدا سے امید ہے کہ میری یہ مراد بر آئے گی اور
میری محنت ٹھکانے لگے گی۔ والسلام